ایک ولولہ انگیز اسلامی تاریخی ناول

بہادر عرب

مصنف

مولانا صادق حسین سرہندی

حقوق اشاعت بحق نسیم بکڈپو لکھنؤ
محفوظ ہیں

قیمت
ستائیس روپیہ

ناشر
نسیم بک ڈپو۔ ۲۵ لاٹوش روڈ لکھنؤ
ٹیلیفون ۴۵۳۳۴۰۴۴۵۹

باہتمام فہیم انہونوی نظامی پریس میں چھپ کر شایع ہوئی

حصّہ اوّل

اس ناول میں مسلمانوں کے جوش جہاد کی عکاسی کرتے ہوئے مصنف نے عیسائی فرماں رواؤں کی عیش پرستیوں اور عیاشیوں کی تفصیلات بیان کی ہیں۔ خدائے واحد کے نام لیوا مسلمانوں کے حسنِ اخلاق، شجاعت اور جنگی کارناموں کو پیش کیا ہے

باب اوّل

بہادر عرب

عزم خودکشی

نہیں نہیں! میں کبھی اس بات کو منظور نہیں کر سکتی۔ یہ فقرہ ایک حسین عیسائی دوشیزہ کی زبان سے ادا ہوا۔

اس دوشیزہ کی عمر زیادہ سے زیادہ سولہ سترہ سال کی تھی۔ نہایت خوبصورت تھی۔ اسکے عارض پھول سے زیادہ شاداب اور چاند سے زیادہ روشن تھے آنکھیں غضب کی کٹیلی اور رسیلی تھی۔ بھوڑی گول اور دلفریب تھی۔ سر کے بال گھنگریالے اور کسی قدر سنہرے رنگ کے تھے اس وقت وہ نہایت بیش قیمت ریشمین لباس پہنے تھی۔ نازک سر پر قیمتی دائرے کا تاج تھا گلے میں لعل و یاقوت کا ہار پڑا تھا۔ ان چیزوں نے اسکے حسن کو اور چار چاند لگا دیئے تھے۔ اور وہ شعلہ جوالا بن رہی تھی اسکے بے نقاب چہرہ کو نظر بھر کر دیکھنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور تھا۔ اس وقت یہ پری جمال دوشیزہ جودی پہاڑ کی ایک چٹان پر پیر لٹکائے بیٹھی تھی اسکے سامنے گنجان درختوں کا سلسلہ دور تک پھیلا چلا گیا تھا سرسبز پتوں پر سفید سفید دھوپ چمک رہی تھی آفتاب بہت کچھ اونچا ہو گیا تھا اور دھوپ ہر طرف پھیل

گئی تھی گستاخ شعاعیں حور وش دوشیزہ کے تابناک چہرہ پر لوٹ رہی تھیں۔

چٹان کے نیچے ایک سن رسیدہ عورت کھڑی تھی۔ وہ محبت و شفقت بھری نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اس نے کہا۔ لیکن میرونہ تم مجبور ہو کہ جس بات کو تمہارا ضمیر تمہاری طبیعت نہ چاہے اسے منظور کرو۔

اس حور جمال کا نام میرونہ تھا۔ یہ بادشاہ پرتیول کی بیٹی تھی اور پرتیول قلعہ استوار کا بادشاہ تھا۔ قلعہ استوار ارمن ربیعہ میں جودی پہاڑ کے قریب ایک مشہور قلعہ تھا۔ قلعہ کے چاروں طرف دور دور تک اس کی حکومت تھی۔ اسکے لے دے کے ایک ہی لڑکی تھی اس لڑکی کے حسن کا شہرہ دنیا جہان میں پھیلا ہوا تھا۔

اس نے بگڑنے کی شان سے تیز نظروں سے سن رسیدہ عورت کو دیکھتے ہوئے کہا۔ کیوں"۔ اسن رسیدہ عورت میرونہ کی دایہ تھی۔ اس نے اسے اپنی آغوش شفقت میں پرورش کیا تھا۔ اس کا نام مریم تھا۔

وہ برابر میرونہ کے چہرہ کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اس نے کہا۔ اس لئے کہ تمہارے والد کا یہ ایما ہے۔ میرونہ نے دلفریب ادا سے اپنی نازک گردن کو خفیف سا جھٹکا دے کر کہا۔ میں نہیں سمجھتی کہ وہ کیوں مجھے مجبور کرنا چاہتے ہیں۔

مریم نے سنجیدگی سے کہا۔ اس لئے کہ وہ خود مجبور ہیں۔

اسنے سر و گردن کو جھٹکا دیا۔ اسکے کانوں میں پڑے ہوئے دونوں یاقوتوں نے اسکے گالوں کو چوم لیا۔

اسنے ذرا تیز لہجے میں کہا۔ "اور کیا مجبوری ہے انھیں؟"

مریم:۔ یانس نے آخری پیغام بھیجا ہے۔؟

یانس قلعہ تھاج کا بادشاہ تھا۔ وہ ادھیڑ عمر کا تھا۔ اس کے پاس اسقدر لشکر تھا کہ وہ اپنے ہمسایہ بادشاہ کے اوپر جب چاہتا حملہ کر دیتا اور کامیاب ہو جاتا۔

اس لئے اس سے سب ڈرتے تھے اور اسے کوہ جودی کا شیطان کہتے تھے یانس تھا بھی بہت مغرور، ضدی اور بیرحم اور خوگر عشرت۔ وہ کئی لڑکیوں سے شادی کر کے انکی زندگیاں تباہ کر چکا تھا آئے دن نئی شادیاں کرتا رہتا تھا اور پہلی بیویوں کو یا تو قتل کرا دیتا تھا یا قید کر دیا کرتا تھا۔ اسکی یہ باتیں عام طور پر سب کو معلوم تھیں۔ لیکن اس پر بھی وہ جس حسین لڑکی کو دیکھتا اس کے سرپرست کے پاس شادی کا پیغام دیتا اور لوگ اس کی شیطنت سے ڈر کر اپنی بیٹیوں کو اپنی بزدلی اور اس کی ہوس پرستی کی بھینٹ چڑھا دیتے تھے۔

اس نے میرونہ کے حسن و جمال کی شہرت سن کر پرلیول کو شادی کا پیغام دیا جسے اس نے پہلے ٹال دیا تھا۔ لیکن اس مرتبہ اس نے جنگ کرنے کی دھمکی دی تھی چونکہ پرلیول میں اسکا مقابلہ کرنے کی طاقت نہ تھی اس لئے اس نے رفع شر کے لئے یہی مناسب سمجھا کہ میرونہ کی شادی کر کے یانس کے چشم غضب سے محفوظ ہو جائے لیکن میرونہ کو اس سے سخت نفرت تھی وہ اسکی صورت تو درکنار اسکا ذکر سننا بھی پسند نہ کرتی تھی۔ چنانچہ پرلیول نے میرونہ کی دایہ کو اسے ہموار کرنے کیلئے اس کے پاس بھیجا تھا میرونہ کو سیر و سیاحت کا بڑا شوق تھا اکثر بہار کی سیر کا۔ چنانچہ وہ اکثر جودی پہاڑ پر آ کر ہفتوں وہاں رہا کرتی تھی۔ آج کل وہ پہاڑ پر ہی مقیم تھی اور مریم اسے سمجھانے اور سمجھا بجھا کر ہموار کرنے کیلئے وہیں آئی تھی۔

میرونہ نے غصہ بھرے لہجہ میں کہا۔ پیغام بھیجا ہے ..... آخر اس بڈھے کھوسٹ کو کیا ہو گیا ہے؟

مریم :۔ وہ چاہتا ہے کہ تجھے اپنے ملک کی ملکہ بنائے۔

میرونہ نے طنزیہ لہجہ میں مسکرا کر کہا۔ ملک کی ملکہ بنائے ..... لیکن کب تک؟

مریم نے ٹھنڈا سانس بھر کر افسردگی سے کہا۔ جبتک تیری تقدیر تیرا ساتھ دے

میرونہ نے غور سے مریم کو دیکھ کر کہا اور پھر .....؟

مریم :۔ جو خدا کو منظور ہو وہ ہو۔

میرونہ نے خشونت کے انداز سے کہا۔ قتل یا قید خانہ ..... سوچو خالہ اماں سوچو کیا یہ اچھا ہے میں اسکے شبستان میں داخل ہو کر چند روز شریک عشرت رہوں اور پھر..... آہ میرا بھی وہی حشر ہو جو مجھ سی معصوم لڑکیوں کا ہو چکا ہے۔

مریم :۔ اگر ایسا نہ ہوا؟

میرونہ نے قطع کلام کر کے ذرا تیز لہجہ میں کہا۔ تو وہ لڑیگا۔ یہی بات ہے نا!

مریم۔ ہاں!

میرونہ :۔ اور لڑائی کے لئے ابا جان تیار نہیں!

مریم :۔ کیسے تیار ہوں۔ وہ اس شیطان کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔؟

میرونہ نے سر جھکا کر اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں سے چھپا کر غم بھرے لہجہ میں رونی آواز بنا کر کہا۔ پھر مجھے ہی کیوں شیطان کے حوالے کیا جاتا ہے۔ کس قصور کی سزا دی جاتی ہے کیوں مجھے اپنے ہی ہاتھوں سے قتل نہیں کر دیا جاتا۔

یہ فقرہ اس نے کچھ ایسے درد بھرے لہجے میں ادا کیا کہ مریم بے چین سی ہو گئی اس نے افسوس کرتے ہوئے کہا۔ لیکن اور کیا کیا جا سکتا ہے بیٹی؟

میرونہ نے آہستہ آہستہ اپنا نازک سر اٹھایا اس کی آنکھوں سے آنسو نکل نکل کر اسکے رخساروں پر بہہ رہے تھے۔ اس نے کہا۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ مسلمانوں سے مدد طلب کی جائے۔ مریم ایکدم چونک پڑی۔ جیسے کہ اسکے سینہ پر بچھو نے ڈنگ مارا ہو۔

اس نے کہا۔ مسلمانوں سے؟..

میرونہ نے سنجیدگی سے کہا۔ ہاں مسلمانوں سے۔ کیا برائی ہے اس میں؟

مریم :۔ ایک عیسائی کو مر جانا چاہئے لیکن مسلمانوں سے مدد کا خیال بھی نہ کرنا چاہئے

میرونہ نے بیکسانہ صورت بنا کر مسموم اور رحم طلب نگاہوں سے مریم کو دیکھکر کہا۔ تو پھر تم مجھے مار ہی ڈالو۔

مریم :۔ بھلا کس کی طاقت ہے۔ جو تجھ جیسی چاند سی صورت والی کو قتل کر دے۔

میرونہ :۔ کاش میں اس قدر بدصورت ہوتی کہ کوئی میری طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھتا یا ایسے غریبوں میں پیدا ہوتی جو باحمیت اور غیرت مند ہوتے۔

مریم :۔ بیٹی تیرا باپ بڑا غیرت مند ہے لیکن وہ خوب جانتا ہے کہ اگر جنگ شروع ہو گئی تو بلاوجہ خونریزی ہوگی۔ اور نتیجہ یہی ہوگا کہ یانس تجھے لیجائیگا

میرونہ نے جوش میں آکر کہا۔ خالہ اماں یہ کبھی نہ ہوگا۔

مریم۔ کیوں ؟۔

میرونہ :۔ میں خود لڑوں گی یا تو فتح پاؤں گی یا لڑتے لڑتے ماری جاؤں گی۔

مریم :۔ لیکن تمہارا باپ لڑائی کو کسی طرح بھی پسند نہیں کرتا۔

میرونہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس نے جوش میں آکر کہا۔ اگر وہ لڑائی کو پسند نہیں کرتے اور یہ طے ہی کر چکے ہیں کہ میں یانس سے شادی کروں تو میں چٹان سے گر کر مر جانا شادی سے ہزار درجہ بہتر سمجھتی ہوں۔

یہ کہتے ہی وہ چٹان کے پشت کی طرف چلی۔ مریم نے جلدی سے کہا۔ ہیں۔ ہیں کیا کرتی ہو شہزادی! یہ کہتے ہی وہ چٹان کے اوپر چڑھ گئی اور میرونہ کو پکڑنے کے لئے دوڑی۔ چٹان کے دوسری طرف درّہ تھا جو بیس فٹ گہرا تھا۔ اگر اتنی بلندی سے کوئی زقند لگاتا تو درہ میں گر کر پتھروں سے ٹکرا کر اس کی ہڈیوں کا چورا ہو جانا یقینی تھا۔

میرونہ شاید زندگی سے تنگ آگئی تھی۔ اس نے چٹان کے آخری کنارہ پر پہنچکر چھلانگ ماردی۔ اور درہ میں گری۔ گرتے وقت بے اختیار اسکے منہ سے ہلکی

سی چیخ نکل گئی اور پھر اسے سر تا پا کا ہوش نہ رہا۔ دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو کر بیہوش ہو گئی۔

جب مریم چٹان کے آخری کنارہ پر پہنچی تو میرونہ گر چکی تھی وہ حیرت و خوف بھری نگاہوں سے دیکھتی رہ گئی۔ اس کا منہ کھلا ہوا اور آنکھیں پھٹی رہ گئیں۔

دوسرا باب

بے مروت حبشہ

جس وقت میرونہ نے درّہ میں چھلانگ لگائی اس وقت درّہ میں ایک عرب گھوڑے پر سوار آہستہ آہستہ جا رہا تھا۔ عرب نے چیخ کی آواز سنی اس نے جلدی سے سر اٹھا کر اوپر چٹان کی طرف نظر کی۔ اس نے میرونہ کو گرتے ہوئے دیکھا۔ وہ سمجھا کہ کسی بیدرد نے اسے چٹان کے اوپر سے دھکا دیکر گرا دیا ہے۔

اس نے ایک لمحہ ضائع کئے بغیر گھوڑے کو بڑھایا۔ اور اس جگہ کھڑا ہو کر جہاں میرونہ گرنے والی تھی اپنے دونوں ہاتھ اٹھا دیئے۔ خدا کی شان کہ میرونہ اس کے ہاتھوں میں آکر گر پڑی وہ بالکل بیہوش تھی عرب جلدی سے گھوڑے سے نیچے اترا اور آہستہ سے اسے صاف پتھر پر لٹا کر اسکے چہرہ کی طرف دیکھنے لگا۔ وہ وفادار گھوڑا اسکے پاس کھڑا ہو گیا۔ میرونہ حسین تھی۔ بے حد حسین۔ اگرچہ بیہوش ہو جانے کی وجہ سے اسکے چہرہ کا گلابی رنگ پھیکا پڑا ہوا تھا۔ لیکن پھر بھی اسکے حسن میں اس قدر دلکشی تھی کہ عرب اس کی طرف دیکھ کر اسے دیکھتا ہی رہ گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد اس عرب نے چٹان کی طرف نظریں اٹھا کر دیکھتے ہوئے کہا۔ کس بیدرد و بیرحم نے اس نازنین کو اتنی بلندی سے گرا دیا۔ ایسے سنگدل لوگ

بھی ہیں جو عورتوں کو ستاتے ہیں۔

اب وہ پتھر پر میرونہ کے پاس ہی بیٹھ گیا اور اس کی طرف جھک کر اپنی عبا کے دامن سے اُسے ہوا جھلنے لگا۔ میرونہ کے کسی قسم کی بھی چوٹ نہ آئی تھی وہ اونچے پہاڑ سے کودی تھی اس لئے بیہوش ہوگئی تھی تھوڑی ہی دیر میں اسے ہوش آگیا اور اس نے آہستہ آہستہ اپنی جادو نگار آنکھیں کھولیں اس کی آنکھیں اس قدر دلکش اور جادو بھری تھیں کہ جو کوئی بھی اس کی طرف دیکھتا۔ مست و بے خود ہو کر رہ جاتا۔

چنانچہ اس عرب پر بھی اثر ہوا اور وہ کچھ کھو سا گیا۔ میرونہ جب ہوش میں آئی اور رفتہ رفتہ اس کے حواس ٹھکانے ہوئے تو اس نے عرب کو دیکھا اسے دیکھتے ہی اسکی آنکھوں سے کچھ خوف اور کچھ نفرت کے آثار ظاہر ہوئے۔ مگر جب اس نے غور سے پھر عرب کو دیکھا تو نفرت و خوف دونوں دور ہو گئے۔ اور وہ میٹھی نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔ یہ عرب نوجوان تھا۔ شکیل تھا۔ تن و مند تھا ایک سفید لمبی عبا پہنے تھا۔ جس کی آستین اس قدر ڈھیلی تھی کہ ایک بچہ اس میں آسکتا تھا۔ سر پر سبز رنگ کا عمامہ تھا۔ عمامہ پر ایک رومال پڑا ہوا تھا۔ جو کندھوں کے پاس سے گزر کر پشت و سینہ پر گردن کے نیچے تک پھیلتا چلا گیا تھا۔ پٹکہ میں تلوار لٹک رہی تھی۔ پشت پر ڈھال پڑی تھی ڈھال پر ترکش لٹک رہا تھا بائیں شانہ پر کمان تھی۔ عرب نے میرونہ کو ہوش میں دیکھ کر کہا۔ کیا تم عربی جانتی ہو؟

میرونہ نے شیریں لہجہ میں کہا۔ جانتی ہوں۔

عرب:۔ دریافت کیا کس بخت بے رحم نے تمہیں چٹان کے اوپر سے گرا دیا۔

میرونہ:۔ کسی نے نہیں۔

عرب:۔ تو شاید تمہارا پیر پھسل گیا اور تم گر پڑیں؟

میرونہ:۔ یہ بات بھی نہیں ہے۔

عرب نے تعجب کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ پھر کیا ہوا تم کیسے گر پڑیں۔

میرونہ نے افسوس بھرے لہجہ میں کہا۔ میں خود گری تھی۔

یہ سن کر عرب کو بڑی حیرت ہوئی۔ اس نے کہا۔ خود گری تھیں..... کیوں؟

اب میرونہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ عرب ذرا پیچھے ہٹ گیا میرونہ نے ٹھنڈا سانس لیکر کہا آہ! تم نے مجھے کیوں بچایا۔

یہ کہہ کر وہ اداس سی ہوگئی۔ عرب کی حیرت بڑھتی جاتی تھی۔ اس نے کہا تم اپنی زندگی سے بیزار کیوں ہو؟ معاف کرنا میں تم سے تمہارے نجی حالات دریافت کر رہا ہوں۔

میرونہ نے شکر گزار نظروں سے اسے دیکھ کر کہا حقیقت یہ ہے کہ میں اپنی زندگی سے بیزار ہوں۔ لیکن آپ کی متشکر ہوں کہ آپ نے بچا لیا میں نے بڑی غلطی کی تھی۔

عرب:۔ مگر آپ نے ایسی غلطی کیوں کی؟

میرونہ مجبور ہو کر ایسا کرنا پڑا۔

عرب:۔ اور وہ مجبوری کیا تھی؟

میرونہ:۔ میری شادی ایک ایسے شخص سے کی جاتی ہے جسے میں پسند نہیں کرتی۔

عرب:۔ آپنے شادی کرنے والوں سے اپنی مرضی کا اظہار کیوں نہیں کر دیا۔

میرونہ:۔ کر دیا تھا۔ لیکن وہ مجبور ہیں۔

عرب:۔ کیا مجبوری ہے ایسی؟

میرونہ:۔ میں بدبخت شہزادی ہوں۔ استوار کا بادشاہ پرلوں میرا باپ ہے مجھ سے تھاج کا بادشاہ شادی کرنا چاہتا ہے۔ میں اسے بالکل ہی پسند

نہیں کرتی ہوں وہ ظالم اور پورا شیطان ہے۔ بیسیوں لڑکیوں سے شادیاں کر کر کے انھیں قتل یا قید کر چکا ہے۔ میری نارضامندی دیکھ کر میرے باپ نے پہلے انکار کر دیا تھا اب اس نے جنگ کرنے کی دھمکی دی ہے اس کا سفیر آخری جواب لینے کیلئے آیا ہے۔ چونکہ میرا باپ اس سے لڑنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ اس لئے وہ مجھے مجبور کر رہا ہے۔

عرب کو اس کی داستان سن کر غصہ آ رہا تھا۔ اس نے پرجوش لہجہ میں کہا کسقدر ظلم اور شرافت و انسانیت سے گری ہوئی بات ہے یہ۔ کیوں دو چار بادشاہ مل کر ایسے شیطان کا خاتمہ نہیں کر دیتے۔

میرونہ :۔ اس کی شیطنت سے سب ڈرتے ہیں۔

عرب :۔ لیکن آپ کو خودکشی کا ارادہ نہیں کرنا چاہئے تھا۔

میرونہ :۔ اور کیا کرتی میں۔

عرب :۔ تم خدا پر بھروسہ کرتیں۔ اس سے دعا مانگتیں۔

میرونہ :۔ آہ ہم عیسائی خدا پر اس قدر اعتماد نہیں کرتے۔ جسقدر تم مسلمان رکھتے ہو۔

عرب :۔ انسان بیکس و بے بس ہے بغیر خدا کے حکم کے وہ کچھ بھی نہیں کر سکتا آپ کا نام کیا ہے۔

میرونہ :۔ میرونہ! اور آپ کا نام.....؟

وہ کچھ شرما گئی۔

عرب نے کہا۔ میرا نام قیس ہے۔

میرونہ :۔ آپ میرے لئے فرشتہ رحمت بن کر کے اس طرف آ گئے؟

قیس :۔ خدا نے ہی بھیجدیا۔ میں شکار کیلئے آیا تھا۔ راستہ بھول کر اس

اس طرف آنکلا۔

میرونہ :۔ کیا آپ تنہا ہیں؟

قیس :۔ اس وقت تو تنہا ہی ہوں۔

میرونہ :۔ اور اس وقت سے پہلے۔

قیس :۔ لشکر کے ساتھ۔

میرونہ :۔ لشکر کہاں ہے۔

قیس :۔ میں لشکر ہی سے بچھڑ گیا ہوں میرونہ۔ مجھے شکار کا شوق ہے۔ میں کل دوپہر کے بعد اپنے لشکر میں سے شکار کے لئے چلا گیا تھا۔ اپنی دھن میں دور نکل گیا تھا واپسی میں راستہ بھول گیا کل ہی سے بھٹکتا پھر رہا ہوں۔ نہیں کہہ سکتا کہ لشکر کہاں اور کس طرف ہے۔

میرونہ نے مسکرا کر کہا۔ خوب بات ہوئی یہ!

قیس :۔ میری اس حماقت سے تمام مسلمان پریشان ہوں گے!

میرونہ :۔ شاید آپ اس لشکر کے سردار بھی ہیں؟

قیس :۔ جی ہاں!

میرونہ :۔ کس قدر لشکر ہے؟

قیس :۔ ایک ہزار سوار ہیں!

میرونہ نے ادائے دلربایانہ سے سر کو خفیف سی جنبش دے کر کہا۔ بس!

قیس نے اسکے روئے منور کو دیکھ کر کہا۔ یہ لشکر تھوڑا نہیں ہے۔ تم شاید مسلمانوں کے کارناموں سے واقف نہیں ہو؟

میرونہ :۔ واقف ہوں۔ آج عربوں کی دھاک عیسائیوں پر بیٹھی ہوئی ہے۔

قیس :۔ نہ صرف عیسائیوں بلکہ دنیا کی تمام قوموں پر!

میرونہ :۔ اچھا! آپ میرے ساتھ چلئے۔

قیس نے حیران ہو کر اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ کہاں ؟

میرونہ :۔ قلعہ استوار میں!

قیس :۔ کیا تم نہیں جانتیں کہ اسوقت ہر عیسائی ہر مسلمان کا جانی دشمن ہے!

میرونہ :۔ جانتی ہوں۔ جب تک میں زندہ ہوں کوئی تمہاری طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتا۔

قیس :۔ یہ درست ہے۔ مگر میرا آپ کے ساتھ جانا مناسب نہیں ہے۔

میرونہ نے دلفریب نگاہوں سے اسے دیکھ کر کہا۔ "کیوں ؟"

قیس :۔ اس لئے کہ میرے سپاہی میری عدم موجودگی کی وجہ سے پریشان ہوں گے۔

میرونہ :۔ اچھا تو میں آپ کے ساتھ چلوں ؟

قیس :۔ بڑے شوق سے میں تمہیں امیر ملت حضرت عیاشؓ کے پاس لے چلوں گا۔

میرونہ یہ عیاشؓ کون ہیں ؟

قیس :۔ اس ملک میں جو اسلامی لشکر آیا ہوا ہے یہ اسکے سپہ سالار ہیں!

میرونہ :۔ وہ کہاں ہیں ؟

قیس :۔ جابیہ میں ہیں۔ ان کے ساتھ مسلم عورتیں بھی ہیں۔ تم خواتین عرب سے مل کر بہت خوش ہو گی۔

میرونہ کچھ سوچنے لگی۔ قیس نے دریافت کیا۔ کیا سوچ رہی ہو شہزادی!

میرونہ نے نظریں اٹھا کر کہا۔ میں آپ کے ساتھ نہیں جا سکتی۔

قیس نے حیرت سے اس بت پرفن کو دیکھتے ہوئے کہا۔ کیوں ؟

میرونہ :۔ اسلئے کہ اس میں میرے خاندان اور میری قوم کی بڑی سبکی ہے۔

قیس :۔ لیکن اگر تم واپس جاؤ گی اپنے باپ کے پاس تو کیا پھر وہ تمہیں یانس کے ساتھ شادی کر لینے پر مجبور نہ کرے گا۔

میرونہ :۔ تم مجھے خدا پر بھروسے کی تلقین کی ہے۔ میں خدا پر بھروسہ کروں گی کہ وہ مجھے ظالم یانس کے ہاتھوں سے بچائے!

قیس کچھ کہنا چاہتا تھا کہ مریم آگئی۔ اس نے آتے ہی میرونہ سے مخاطب ہو کر کہا۔ خدا کا شکر ہے بیٹی تو بچ گئی۔

میرونہ نے قیس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ اس شریف عرب نے بچایا۔

مریم نے برا منہ بنا کر کہا۔ کہیں عرب بھی شریف ہوتے ہیں یہ لوگ جادوگر ہیں۔ جس سے ملتے ہیں اس پر جادو کر دیتے ہیں۔

میرونہ :۔ نہیں یہ جادوگر نہیں ہے خالہ اماں!

مریم :۔ تو نہیں جانتی انھیں بیٹی۔ یہ تو نے کیا غلطی کی کہ اونچی چٹان سے گر پڑی میں تو لرز گئی تھی۔ اچھا اب چل!

میرونہ قیس کی طرف دیکھنے لگی۔ مریم نے پھر کہا کہ ایک سوار مجھے راستہ میں ملا تھا وہ کہتا تھا کہ جہاں پناہ تشریف لا رہے ہیں۔

میرونہ گھبرا گئی۔ اس نے اٹھ کر قیس سے مخاطب ہو کر کہا۔ شریف عرب میرے والد آرہے ہیں وہ عربوں کے بدترین دشمن ہیں۔ میں نہیں چاہتی کہ اس وقت تمہارا اور انکا سامنا ہو جائے۔ اس لئے میں جا رہی ہوں اور جانے سے پہلے .....

وہ شرمگیں نظروں سے قیس کو دیکھ کر چپ ہو گئی۔

قیس نے کہا۔ ہاں جانے سے پہلے!

اس نے حیا پرور نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ یہ کہنا چاہتی ہوں کہ تم نے میری جان بچائی ہے اور میں زندگی بھر تمہاری شکر گزار رہوں گی۔

قیس نے ذرا تیزی سے کہا۔ شکور ؟ ایک عرب کی شکور ؟

..... واہیات ..... آ چل، ممکن ہے کہ جہاں پناہ قیام گاہ پر پہنچ گئے ہوں۔

قیس بھی اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ مریم نے میرونہ کی طرف دیکھا۔ وہ نظریں نیچی کر کے مریم کے ساتھ چل پڑی۔ قیس اسے دیکھنے لگا دیکھتا رہا اور اس وقت تک دیکھتا رہا جب تک وہ درّہ سے دُور جا کر نظروں سے اوجھل نہ ہو گئی۔ جب وہ چٹان کے نیچے غائب ہو گئی۔ تب اس نے ٹھنڈا سانس لیکر کہا۔ "بے مروت حسینہ"۔

اس سے زیادہ وہ کچھ نہ کہہ سکا کچھ سوچ کر وہ گھوڑے پر سوار ہوا اور درّہ کے دوسری طرف چل پڑا۔

تیسرا باب

اقرار

میرونہ مریم کے ساتھ چل پڑی تھی شروع شروع میں اس نے قیس کیساتھ جس خلوص و محبت کا اظہار کیا تھا۔ اب اس کا شائبہ بھی باقی نہ رہا تھا۔ وہ مریم کے ساتھ چلی جا رہی تھی بغیر پیچھے پھر کر دیکھے ہوئے مریم نے گھوم کر آگے بڑھ کر کہا۔ جب میں تیرے پاس پہونچی ہوں تو تو عرب کی بہت زیادہ شکر گزار معلوم ہو رہی تھی۔

میرونہ نے کہا۔ ہاں اس وجہ سے کہ اس نے میری جان بچائی ہے لیکن.....

مریم نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔ لیکن اس نے تیرے ساتھ تیری شان

کے شایاں برتاؤ نہیں کیا۔

میرونہ :۔ کوئی بات اس نے میری شان کے خلاف بھی نہیں کی مگر .....

مریم :۔ مگر تو اس سے نفرت کرنے لگی تھی۔

میرونہ :۔ نہیں خالہ اماں، بلکہ آپ نے سچ کہا تھا .....

مریم برابر اس کے نازک رخساروں کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اس نے کہا۔ کیا کہا تھا میں نے۔

میرونہ :۔ مسلمان جادوگر ہوتے ہیں!

مریم :۔ کس بات سے سمجھا تو نے؟

میرونہ :۔ اس کی محبت میرے دل میں گھر کرنے لگی تھی۔

مریم نے تیز نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔ محبت؟

بھولی شہزادی کہیں وحشی مسلمان بھی محبت کے لائق ہیں؟

میرونہ :۔ میں تو اسے جادوگر سمجھ کر ہی فوراً چلی آئی۔

مریم :۔ اور یہ تو نے بہت ہی اچھا کیا۔

یہ دونوں اب ایسے راستے سے جا رہی تھیں جو بتدریج بلند ہوتا چلا گیا تھا۔ اور جس کے دونوں طرف پھولوں کے تختے پھیلے ہوئے تھے بنفش رنگ پھول کھل رہے تھے ہوا ان کی عطر بیز بو پھوٹ رہی تھی۔ نہایت کیف آور منظر اور روح پرور خوشبو تھی۔ کچھ دور چل کر ایک مسطح چٹان پر چڑھ گئیں اس چٹان پر کثرت سے درخت تھے درختوں کے سایہ میں خیمے نصب تھے۔ کئی خیموں کے سامنے ریشمی سائبان کھنچے ہوئے تھے کچھ سپاہی خیموں سے ذرا آگے بڑھ ننگی تلواریں لئے ٹہل رہے تھے۔

ان خیموں سے ذرا فاصلے پر چھوٹے چھوٹے بہت سے خیمے دور تک

دور دور تک وادیوں میں پھیلتے چلے گئے تھے۔ بڑے خیمے شہزادی میرونہ کے تھے۔ اور چھوٹے اسکے محافظ سپاہیوں کے۔ اس وقت ہوا کسی قدر تیز چلنے لگی تھی۔ جس کی وجہ سے درختوں کی شاخیں لہرا رہی تھیں۔ جب یہ دونوں پہرے والوں کے قریب پہونچیں۔ تو انھوں نے تلواریں اونچی اونچی اٹھا کر سلام کیا یہ دونوں بڑھتی چلی گئیں اور ایک نہایت شاندار خیمہ پر پہنچ کر رکیں یہاں سائبان کے نیچے چاندی کی کرسی پر ایک ادھیڑ عمر کا شخص بہترین ریشمی پوشاک پہنے بیٹھا تھا۔

یہ پریول میرونہ کا باپ اور اسوار کا بادشاہ تھا۔ میرونہ لپک کر اسکے پاس پہونچی اور نہایت پیار سے اس کے گلے میں باہیں ڈال کر معصومانہ نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی اس نے اسکے سر پر دست شفقت پھیرتے ہوئے کہا۔ نورچشمی ابھی تک سیر سے جی نہیں بھرا۔

میرونہ نے کہا۔ اباجان! اس پہاڑ کے دلفریب مناظر ہی ایسے ہیں کہ یہاں آنے والوں کو اپنی دلفریبی کی طرف کھینچ لیتے ہیں۔ مگر میں تو اب آنے ہی والی تھی۔

پریول:۔ جان پدر! میں بے چین ہو کر چلا آیا۔ محض تجھے دیکھنے کے لئے ایک تیرے نہ ہونے کی وجہ سے سارا قصر سونا پڑا ہے۔

میرونہ:۔ کس قدر شفیق اور کس درجہ محبت کرنے والے ہیں آپ۔

پریول:۔ کچھ والدین ہی اولاد کی محبت کو جانتے ہیں اولاد اس وقت سمجھ سکتی ہے جب خود اس کے اولاد ہو جائے۔

میرونہ اس کا کیا جواب دیتی وہ اب بھی چاند سا چہرہ اٹھائے اسے دیکھ رہی تھی۔ پریول نے سانس لے کر کہا۔ عزیز از جان بیٹی! میں اس فکر میں ہوں کہ تیری

شادی کر دوں تجھے پھولتا پھلتا دیکھوں۔

میرونہ کچھ افسردہ ہو گئی۔ اس نے کہا۔ اباجان کیا آپ مجھے اپنے گھر سے نکالنا چاہتے ہیں کیا میں بھاری ہو گئی ہوں کہ میرے اخراجات کا بار ناقابل برداشت ہو گیا ہے۔

پریول نے اس کی پیشانی پر بوسہ دیکر کہا۔ نہیں! میری لخت جگر نہیں تیرے اخراجات ہی کیا ہیں میں چاہوں تو تیری ہی طرح تیری ہی شان سے بیسیوں لڑکیوں کے خرچ اٹھا سکتا ہوں مگر لڑکیاں ..... پرورش کی جاتی ہیں اس لئے کہ جب وہ جوان ہو جائیں تو ان کی شادی کر دی جائے اور وہ نئے گھر کو آباد کریں۔

جہاں ماں باپ کو ان کی شادی کی خوشی ہوتی ہے وہاں ان کی جدائی کا رنج بھی ہوتا ہے مگر دنیا کا یہی دستور ہے اور جب تک دنیا قائم ہے یہی بات رہے گی۔

وہ خاموش ہو گیا اور میرونہ کی نگاہوں کی طرف دیکھنے لگا۔ کچھ وقفہ کے بعد اس نے کہا۔ بیٹی میرونہ۔ میں اس وقت تجھ سے تیری شادی کے معاملہ میں مشورہ کرنے آیا ہوں۔

میرونہ ابھی تک پریول کی آغوش میں پڑی ہوئی اس کے چہرے کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اس نے کہا۔ غالباً آپ کوئی ایسی بات نہ کہیں گے جس سے میرے دل کو تکلیف پہونچے۔

پریول:۔ تو خوب جانتی ہے کہ میں نے کس ناز و نعم سے تیری پرورش کی ہے۔ میں نے اپنے آرام پر تیرے آرام کو مقدم رکھا ہے لیکن .....

وہ کچھ آزردہ ہو کر چپ ہو گیا۔

میرونہ نے کہا۔ لیکن اب میری تکلیفوں کا آغاز ہونے والا ہے۔

پریول:۔ اسے تو خدا ہی جانتا ہے۔ مگر ممکن ہے کہ تیرا مستقبل اس سے زیادہ شاندار ہو۔ جیسا کہ میں سمجھتا ہوں۔

میرونہ:۔ لیکن آپ کو اس کا یقین نہیں ہے۔

پریول:۔ اکثر امیدیں غلط ثابت ہوتی ہیں۔

میرونہ:۔ مگر جب امیدیں قائم ہی نہ کی جائیں۔

پریول نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔ بعض اوقات ایسی مجبوریاں لاحق ہو جاتی ہیں کہ انسان بے بس ہو کر رہ جاتا ہے اور مجبوری کی حالت میں اسے امیدیں قائم کرنا پڑ جاتی ہیں۔

میرونہ:۔ لیکن ہمت، استقلال اور جرات تو ان مجبوریوں کے جال کو تار تار کر دیتے ہیں۔

پریول:۔ یہ صرف کہنے کی بات ہے بیٹی..... میرونہ تیرا نہیں بلکہ میرا مسرتوں کا زمانہ ختم ہونے والا ہے تو خوب جانتی ہے کہ میں بڈھا ہو گیا ہوں اور مجھ میں نہ جوانوں کی سی اولوالعزمی ہے نہ جرات ہے نہ ہمت ہے نہ استقلال ہے۔ گویا کچھ بھی نہیں ہے۔ اس وقت یاس مجھ پر ناجائز دباؤ ڈال رہا ہے۔ وہ میرا اور میری سلطنت کا خاتمہ کرنا چاہتا ہے لیکن.....

وہ غمزدہ نگاہوں سے میرونہ کو دیکھنے لگا۔ میرونہ نے دریافت کیا۔ لیکن کیا ابا جان!

پریول:۔ اگر تو چاہے تو میرے سر پر آئی ہوئی بلا ٹل سکتی ہے۔

میرونہ نے دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ دریافت کیا۔ کیسے!

پریول:۔ وہ مجھے چاہتا ہے۔ اگر تو اس کے حرم میں داخل ہو جائے۔ اس سے شادی کرے تو میں اطمینان سے زندگی کے بقایا دن بسر کر سکتا ہوں۔

میرونہ چوٹ کھائے ہوئے سانپ کی طرح اٹھ کر کھڑی ہو گئی وہ جلدی جلدی سانس لینے لگی اور اس طرح سے سانس لینے سے اس کے نتھنے پھڑکنے لگے..... اس نے اضطرابی کے انداز میں کہا۔ وہ چاہتا ہے اپنی حرم بنانا؟ اور پھر.....

پھر قتل کروانا یا قید کر دینا..... آہ ابا جان! آپ مجھے ایک درندہ کے بھٹ میں ڈالنا چاہتے ہیں۔ کیوں! آپ مجھے اپنے ہاتھوں ہی سے قتل نہیں کر ڈالتے"

اس کی نرگسی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب جاری ہو گیا وہ ہچکیاں لے لے کر رونے لگی۔ پریول اسے روتا دیکھ کر بے چین ہو گیا۔ وہ اٹھ کھڑا ہوا اس نے بڑے پیار سے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ بیٹی نہ رو..... میں تجھے روتا ہوا نہیں دیکھ سکتا۔

میرونہ نے اشک آلود نگاہیں اٹھا کر پریول کو دیکھتے ہوئے کہا۔ کیا آپ نے طے کر لیا کہ آپ مجھے اس غنوی کے حوالے نہ کریں گے۔

پریول نے غم آفریں لہجہ میں کہا۔ ہاں تجھے اس کے حوالے نہ کروں گا لیکن ذبح قلق سے اس کی آواز گلے میں پھنس کر رہ گئی۔

میرونہ نے کہا آہ کہو..... ابا کہو..... لیکن کیا؟

پریول نے ایسے لہجے میں جیسے وہ کہیں کوئیں سے بول رہا ہو۔ میں اپنے آپ کو اس کے حوالے کروں گا۔

میرونہ چونک پڑی۔ اس نے حیرت سے پریول کو دیکھتے ہوئے کہا۔ یہ کیا کہا ابا جان!

پریول:۔ بیٹی وہ تجھ سے شادی کرنا چاہتا ہے اور تجھے اس سے انکار ہے۔ میں بھی انکار ہی کہلا بھیجوں گا۔ وہ انکار سنتے ہی غضبناک ہو کر مجھے اور میری سلطنت کو تباہ و برباد کرنے کے لئے بیکراں لشکر لیکر حملہ آور ہوگا چونکہ میں اس کے مقابلے کی طاقت نہیں رکھتا اس لئے میں خود کو اس کے حوالے کر دونگا۔

میرونہ سوچنے لگی۔ آنسو اس کے رک گئے تھے۔ اس کے رخسار ابھی تک آنسوؤں سے تر تھے۔ کچھ دیر سوچ کر اس نے کہا جب آپ خود کو اسکے حوالے کر دیں گے۔ تب کیا وہ مجھے زبردستی پکڑ کر نہ لے جائے گا۔

پریول:۔ جب کوئی اس سے مقابلہ کرنے والا ہوگا ہی نہیں تو وہ ضرور تجھے پکڑ کر لے جائے گا۔ لیکن میں یہ ہولناک منظر دیکھنے کے لئے استوار میں موجود تو نہ ہونگا۔

میرونہ نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر کہا۔ آہ! اے خدا! کس قدر مجبوری اور بے بسی ہے۔ دنیا کی کوئی طاقت مجھے اس بھیڑیئے سے نہیں بچا سکتی؟

دفعتہً اس کے چہرے پر استقلال کی جھلک نمودار ہوئی۔ اس نے کہا۔ ابا جان آپ فکر نہ کریں میں اپنی زندگی میں یہ نہیں دیکھ سکتی کہ آپ پر ذرا بھی آنچ آئے میں اپنے آپ کو آپ پر قربان کرنے کے لئے تیار ہوں۔

پریول کے چہرے سے مسرت کے آثار ظاہر ہوئے اس نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔ گویا تو یانس کے پاس جانے پر آمادہ ہے۔

میرونہ نے ضبط کرتے ہوئے کہا۔ جی ہاں!

پریول کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا۔ اس نے کہا۔ شاباش بیٹی شاباش نیک اور فرمانبردار لڑکیاں ایسی ہی ہوتی ہیں۔ میرے ساتھ یانس کا سفیر آیا ہے۔ کیا اسے بلا لوں؟

میرونہ:۔ کس لئے؟

پریول:۔ وہ چاہتا ہے کہ تو اسکے سامنے اقرار یا انکار کرے!

میرونہ:۔ بلا لیجئے۔

پریول نے مریم سے کہا۔ دیکھو ان پشت والے خیموں میں سے کسی میں یانس کا سفیر ہے۔ اسے بلا لاؤ۔

مریم چلی گئی۔ پریول کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس نے میرونہ کو بھی بیٹھنے کے لئے کہا اور وہ بھی دوسری کرسی پر بیٹھ گئی۔ اس نے آنسو پونچھے اور خیالات کی گہرائیوں میں کھو گئی۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد مریم ایک جوان العمر شخص کو ساتھ لے آئی۔ یہی یانس کا سفیر تھا۔ فوجی لباس پہنے ہوئے تھا۔ وہ آتے ہی فرش پر گر گیا۔

پریول نے کہا۔ معزز سفیر! شہنشاہ یانس سے کہدو کہ میرونہ نے اسکے حرم میں داخل ہونا منظور کر لیا ہے۔

سفیر اٹھ کر کھڑا ہوا۔ اس نے کہا۔ کیا شہزادی صاحبہ اپنی زبان مبارک سے کچھ ارشاد فرمائیں گی۔

پریول:۔ ہاں ضرور بیٹی تم بھی کہدو۔

میرونہ اس وقت سخت غمزدہ تھی۔ اس نے بمشکل رک رک کر کہا۔ ہاں ..... میں نے منظور ...... کر ...... لیا ...... ہے۔

سفیر نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا۔ خدا کا شکر ہے۔ ایک بڑا خطرہ ٹل گیا۔

پریول نے اکڑ کر کہا۔ سنو! میں تمہارے بادشاہ سے ڈرتا نہیں ہوں بلکہ خونریزی کو اچھا نہ سمجھ کر اس کا پیغام منظور کر لیا ہے۔ تم اس سے کہدینا کہ میں میرونہ کو دو تین ہی روز میں روانہ کر دوں گا۔ چونکہ میں نے سنا ہے کہ

تھاج کے قریب مسلمانوں کے دستے گشت کر رہے ہیں۔ اس لئے کچھ لشکر بھیج دے۔ تاکہ میرونہ حفاظت اور آرام سے اس کے پاس پہنچ جائے۔

سفیر نے جھک کر کہا۔ بہت خوب! اب حضور مجھے اجازت دیں۔

پرلول:۔ کیا اسی وقت چلے جاؤ گے؟

سفیر:۔ جی ہاں! میرے لئے حکم تھا کہ میں فوراً واپس لوٹوں۔

پرلول:۔ بہتر ہے جاؤ۔

سفیر چلا گیا۔ پرلول نے کہا۔ بیٹی میں تیرا بہت زیادہ مشکور ہوں۔ آج تو نے اپنی مرضی کے خلاف یالنس سے شادی کا اقرار کر کے مجھے اپنے ملک کو اور اپنی رعایا کو بچا لیا۔ آؤ بیٹی! اب خیمے کے اندر چل کر بیٹھیں۔

یہ کہتے ہی وہ اٹھا اسکے اٹھتے ہی میرونہ بھی کانپتے ہوئے قدموں سے اٹھی اور دونوں خیموں کی طرف چلے گئے۔

چوتھا باب

جنگ

سفیر وہاں سے واپس ہو کر خیموں میں پہنچا۔ وہاں اسکے بہت سے ہمراہی بیٹھے ہوئے تھے۔ اس نے انھیں چلنے کا حکم دیا۔ وہ فوراً باہر نکلے۔ سفیر بھی نکلا۔ گھوڑوں پر سوار ہوئے اور تھاج کی طرف چل دیئے۔ چونکہ انکی سفارت کامیاب رہی تھی اس لئے وہ جلد از جلد اپنے بادشاہ کو خوشخبری پہنچانے کے لئے۔ تیزی سے دوڑے چلے جا رہے وہ رات تک چلتے رہے۔ جب زیادہ رات آ گئی تو ٹھہر گئے اور صبح پھر روانہ ہو گئے۔ اسی طرح دن کو چلتے اور رات کو قیام کرتے وہ قلعہ تھاج کے قریب پہنچ گئے۔ لیکن اب بھی قلعہ دس بارہ میل کے فاصلہ پر تھا۔

رات کو انھوں نے درختوں کے سایہ میں قیام کیا۔ ان کے پاس خیمے تو تھے نہیں البتہ فرش تھا۔ وہ جہاں کہیں ٹھہرتے سبز سبز گھاس پر فرش بچھا کر بستر لیکر لیٹتے اور آرام کرتے۔

چاندنی راتیں تھیں۔ چاند شروع ہی رات میں نکل آتا اور ساری رات اپنی تجلی سے کائنات کو روشن رکھتا۔ آج بھی چاند نہایت آب و تاب سے نکلا ہوا تھا چاندنی کی سفید چادر ہر طرف پھیلی پڑی تھی۔ درختوں کی ٹہنیوں اور پتوں سے چاندنی پر کیف نور کی طرح چھن رہی تھی۔

یہ لوگ اطمینان اور آرام سے پڑے ہوئے تھے۔ لیکن ابھی تک ان میں سے کوئی سویا نہ تھا۔ سب جاگ رہے تھے۔ شمال کی جانب گنجان درختوں کا سلسلہ شروع ہو کر دور تک پھیلتا چلا گیا تھا۔ سفیر ان کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اسے کچھ شاخیں ہلتی اور ان کے بیچ میں سے دو چنگاریاں چمکتی نظر آئیں۔

وہ حیران ہو کر دیکھنے لگا۔ اسے خوف ہوا کہ شاید کوئی درندہ شاخیں ہٹا کر جھانک رہا ہے اور اس کی آنکھیں دہکتی ہوئی چنگاریوں کی طرح چمک رہی تھیں۔

سفیر نے قریب پڑے ہوئے ایک سپاہی سے کہا۔ ذرا دیکھنا یہ درختوں کے جھنڈ میں کیا چیز چمک رہی ہے۔

سپاہی نے جلدی سے دیکھا دیر تک دیکھتے رہنے کے بعد بولا یہ آنکھیں یا کسی جانور کی اور یا کسی انسان کی ہیں۔

سفیر:۔ انسان کی آنکھیں ایسی چمکدار نہیں ہوتیں۔

سپاہی:۔ بس تو کوئی درندہ جانور ہے۔

سفیر:۔ اگر ہم سو گئے تو خوف ہے کہ کہیں یہ خوفناک آنکھوں والا جانور حملہ کر کے نقصان نہ پہونچائے۔ اس لئے۔

سپاہی نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔ اس لئے اسی وقت اسے بھگا دیں یا مار ڈالیں۔

سفیر:۔ ہاں!

یہ کہتے ہی وہ کمبل پھینک کر اٹھ کھڑا ہوا سفیر بھی اٹھ کھڑا ہوا چونکہ ابھی ان میں سے کوئی بھی نہ سویا تھا اس لئے ان دونوں کے اٹھتے ہی سب اٹھ کھڑے ہوئے اور تیر کمان اور تلواریں ہاتھوں میں لے لے کر مسلح ہونے لگے۔

سب کی نگاہیں گنجان درختوں کی طرف اٹھیں اور دیکھتی ہوئی دو چنگاریوں کو دیکھ رہی تھیں جو برابر چمک رہی تھیں اور ان کی چمک سے ان عیسائیوں پر خوف و دہشت کا غلبہ ہو رہا تھا۔

سفیر نے کہا میرے خیال میں یہ نہ جانور کی آنکھیں ہیں۔ نہ انسانوں کی بلکہ جن یا بھوت کی آنکھیں ہیں۔

تمام عیسائیوں پر دہشت سے لرزہ طاری ہو گیا۔ ایک سپاہی نے کانپتی ہوئی آواز سے کہا میرا بھی یہی خیال ہے اگر کوئی انسان یا جانور ہوتا تو ہمارے اٹھتے ہی بھاگ جاتا۔ ضرور یہ کوئی بھوت ہے۔ انسان کا دشمن بھوت جو ڈرا ڈرا کر ساتھیوں کو مار ڈالتا ہے۔

پہلی صدی ہجری میں عیسائی اوہام پرست تھے ذرا ذرا سی چیز سے ڈرتے اور بات بات سے شگون لیتے تھے۔

سفیر بھی ڈر رہا تھا۔ اس نے کہا بیشک یہی کہا جا سکتا ہے کیا ہمیں اس بھوت پر حملہ کر دینا چاہئے؟

ایک اور سپاہی نے کہا۔ نہیں حضور! ایسا نہ کیجئے خوف ہے کہ کہیں ہمارے حملہ کرتے ہی یہ الٹا ہم پر ہی نہ آ ٹوٹے۔

سفیر کے ساتھ ۲۵۔۳۰ تھے۔ سب کے سب خوف و دہشت سے کانپ رہے تھے ایک میں بھی یہ جرأت نہ ہوتی تھی جو ایک قدم بھی آگے بڑھ کر غور سے دیکھتا کہ کیا چیز چمک رہی ہے۔ سب ڈر کے سہمے گھبرائے خوف زدہ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے انگاروں کو دیکھ رہے تھے۔ ان کے دیکھتے ہی دیکھتے شاخیں اور ہٹیں اور ایک انسان درختوں سے آگے بڑھ کر آ کھڑا ہوا۔

اس کی پوشش بتا رہی تھی کہ وہ کوئی عرب ہے۔ یہ لوگ اسے دیکھ کر سخت حیران ہوئے ایک تو اس لئے کہ عرب آ کہاں سے گیا۔ دوسرے اس لئے کہ تنہا ایک عرب کو پچیس تیس آدمیوں کے سامنے آنے کی جرأت کیسے ہو گئی۔

اب ان کی حیرت زدہ نگاہیں پھر اس جگہ پہ پڑیں۔ جہاں انھوں نے چمکتی ہوئی نگاہیں دیکھی تھیں تو پھر انھیں چنگاریاں دہکتی ہوئی نظر آئیں۔ بالکل اسی طرح جیسے پہلے نظر آئی تھیں اب وہ اور بھی حیران ہوئے اور حیرت بھری نظروں سے کبھی عرب اور کبھی دہکتی ہوئی چنگاریوں کو دیکھنے لگے۔ ان کے دیکھتے ہی دیکھتے پھر شاخیں ہٹیں اور پھر ایک عرب نکل کر پہلے عرب کے پاس آ کھڑا ہوا۔ مگر فوراً ہی دو چنگاریاں بدستور چمکتی نظر آنے لگیں۔

سفیر اور اس کے سپاہیوں نے سمجھ لیا کہ گنجان جنگل میں عرب چھپے ہوئے تھے اور اب وہ ایک ایک کر کے باہر نکل رہے تھے۔ چونکہ انھیں یہ معلوم نہ تھا کہ کس قدر عرب ہیں اس لئے ان پر اس قدر خوف طاری ہو گیا کہ انکی صورتوں سے پریشانی اور آنکھوں سے گھبراہٹ کے آثار ظاہر ہونے لگے۔

اس زمانہ میں دنیا و جہان میں عربوں اور مسلمانوں کی شہرت تھی ہر قوم اور

ہر بہادر کے دل پر ان کی ہیبت چھائی ہوئی تھی جس کسی کو جہاں کہیں کوئی مسلمان نظر آجاتا وہ گھبرا جاتا تھا۔

چنانچہ یہ سب لوگ بھی ڈر گئے تھے عرب ایک ایک کر کے کچھ وقفہ کے بعد نکل کر آرہے تھے۔ جب وہ آٹھ ہو گئے تو عیسائیوں کی طرف بڑھے اور چند قدم چل کر رک گئے۔

اب وہ میدان میں آگئے تھے۔ ان پر چاندنی بکھر رہی تھی اور چاندنی میں ان کا لباس، ہتھیار اور چہرے وغیرہ سب چمک رہے تھے۔ ان کے ٹھہرتے ہی ان میں سے ایک شخص نے بھاری اور بلند آواز سے کہا۔ عیسائیو! میں دامس[1] ابوالہول ہوں۔ اور میرے ساتھی عرب ہیں وہ عرب جن کی بہادری کی دنیا میں

---

[1] ۔ دامس ایک غلام تھے ان کی کنیت ابوالہول تھی۔ نہایت بہادر اور دانش مند تھے۔ ایک مرتبہ قبیلہ ثمرہ نے انکی عدم موجودگی میں انکے خیمے پر ڈاکہ ڈالا اور جو کچھ ملا لوٹ کر لے گئے جب انھوں نے آکر حال سنا تو انھیں بڑا غصہ آیا اور وہ اپنے پیغہ کے کپڑوں کا پتارہ لیکر انتقام کیلئے روانہ ہوئے ثمرہ کے قبیلہ میں اس وقت ستر آدمی تھے وہ ایک پہاڑ کے دامن میں فروکش تھے۔ دامس نے رات کو پہاڑ پر پہنچ کر لکڑیاں کاٹیں اور انھیں گاڑ گاڑ کر کپڑے پہنا دیئے۔ وہ بالکل آدمی سے معلوم ہونے لگے۔ ابھی صبح نہ ہوئی تھی کہ انھوں نے ثمرہ والوں پر حملہ کر دیا اور جب ثمرہ والے ہوشیار ہو کر ان کے پیچھے لپکے تو وہ لڑتے انھیں قتل کرتے پیچھے ہٹنے لگے اور لکڑیوں کے پاس پہنچ کر بلند آواز سے بولے قسم ہے تم حرکت نہ کرنا ان ثمرہ والوں پر میں تنہا کافی ہوں۔ ثمرہ والوں نے جب نظر اٹھا کر دیکھا تو وہ ان لکڑیوں کو آدمی سمجھے اور شکست کھا کر بھاگ گئے۔ اسی طرح انھوں نے حلب کا قلعہ بھی فتح کیا تھا۔ مفصل حال دیکھنا ہو تو ہمارا ناول معشوقۂ حلب ملاحظہ کرو۔ (صادق سردھنوی)

دھاک ہے۔ اگر تم زندہ رہنا چاہتے ہو تو ہتھیار ڈال دو۔

عیسائیوں نے انھیں دیکھا وہ کل آٹھ ہی تھے۔ سفیر نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ دیکھو! ہم تیس بہادر ان آٹھ بزدلوں کے سامنے ہتھیار ڈال دیں۔ نہیں بڑی بزدلی کی بات ہے۔ دنیا کیا کہے گی۔ تلواریں کھینچ لو اور ان مغروروں پر حملہ کر کے انھیں قتل کر ڈالو۔

یہ کہتے ہی سفیر نے میان سے تلوار کھینچ کر بلند کی۔ اس کی دیکھا دیکھی تمام عیسائیوں نے تلواریں سونت لیں اور مسلمانوں کی طرف بڑھے۔ انھیں بڑھتے ہوئے دیکھ کر مسلمانوں نے بھی تلواریں کھینچ لیں۔ دامس نے پھر کہا۔ کیا جان ہی دینے کا ارادہ ہے؟

سفیر نے کڑک کر کہا۔ اب معلوم ہو جائے گا کہ کس کی جان جاتی ہے اور کون جان لیتا ہے۔ اگر تم زندگی چاہتے ہو تو ہماری اطاعت قبول کر لو۔

دامس نے کہا۔ بہت خوب، ہماری اطاعت کا ثواب دیکھنے والو! ہم پر حملہ کرو۔

اچھا، سفیر نے کہا۔ اور اپنے ساتھیوں کو حملہ کرنے کا اشارہ کیا۔ عیسائی جارحیت سے بڑھے اور مسلمانوں پر جا ٹوٹے۔ انھوں نے اس شدت سے حملہ کیا کہ باوجود انتہائی زور کے بھی مسلمانوں کو چند قدم پیچھے ہٹنا پڑا۔ لیکن وہ فوراً سنبھلے اور انھوں نے چار چار آدمیوں کے گروہ بنا کر ایک دوسرے سے پشت ملا کر نہایت جوش سے حملہ کیا۔

چونکہ عیسائیوں کی تعداد زیادہ تھی۔ اس لئے انھوں نے چاروں طرف سے انھیں گھیر کر ان پر تلواروں کی بارش شروع کر دی۔ جنگ شروع ہو گئی بہادر بڑھ بڑھ کر حملے کرنے لگے۔ عیسائی شور و غل کرنے لگے۔ زخمی چلانے لگے ان ہر سہ آوازوں کے بلند ہونے سے رات کا قدرتی سکوت ٹوٹ گیا۔ خاموش فضا میں گونج پیدا ہو گئی

اور ان کی آوازیں دور تک جانے لگیں۔

عیسائی مسلمانوں کو اپنے سے چوتھائی سمجھ کر شیر ہو گئے تھے۔ وہ بڑھ بڑھ کر اور جوش میں آ آ کر حملے کر رہے تھے۔ مسلمان نہایت استقلال مگر بڑی دیری اور کمال جوش سے لڑ رہے تھے۔ گویا انھوں نے سمجھ لیا تھا کہ ان کا کام عیسائیوں کو قتل کرنا ہے اور اس لئے وہ بڑے اطمینان سے جنگ کر رہے تھے۔

مسلمانوں نے کئی عیسائیوں کو مار ڈالا تھا اور کئی کو زخمی کر دیا تھا۔ زخمی عیسائی درد و کرب کی وجہ سے چلا رہے تھے۔ عیسائی ان کی دردناک آوازیں سن کر جوش و غضب میں بھر بھر کر حملے کر رہے تھے۔ مگر جب وہ حملہ کرتے تھے مسلمان انھیں تلواروں کی باڑھ پر رکھ کر انھیں پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیتے تھے اور وہ جس قدر بڑھتے تھے اس سے زیادہ پیچھے ہٹ جاتے تھے۔

سفیر نے بڑھ کر وامس پر حملہ کیا۔ وامس ایک اور عیسائی سے الجھ رہے تھے۔ اس کی تلوار ان کے شانے پر پڑی اور زخم لگا کر نکل گئی۔ وامس غصے سے سرخ ہو گئے انھوں نے جوش میں آ کر اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ تمام مسلمانوں نے سنبھل کر اس نعرہ کی تکرار کی۔ سارا میدان اس پر زور آواز سے گونج اٹھا۔ عیسائیوں پر ہیبت چھا گئی۔ مسلمانوں نے بڑھ بڑھ کر حملے شروع کر دیئے۔ وامس بھی غضب ناک ہو کر سفیر کی طرف جھپٹے۔

سفیر انھیں اپنی طرف لپکتے ہوئے دیکھ کر ڈر گیا۔ وہ پیچھے ہٹا۔ اس کے پیچھے ہٹتے ہی کئی عیسائی اس کے آگے اور وامس کے سامنے آ گئے۔ وامس نے پر زور حملہ کیا اور پہلے ہی حملہ میں ایک عیسائی کو مار ڈالا چونکہ وہ زخمی ہونے کی وجہ سے جوش و غضب میں بھرے ہوئے تھے اس لئے انھوں نے پہلے عیسائی کو مار کر دوسرے پر وار کیا اور اسے قتل کر کے تیسرے پر جھپٹے اسے

بھی ٹھنڈا کر دیا۔

جوں جوں وہ قتل کرتے جاتے تھے ان کا جوش بڑھتا جاتا تھا اور وہ بڑھ بڑھ کر حملے پر حملہ کر کے عیسائیوں کو کاٹ رہے تھے۔ وہ سفیر کی تلاش میں تھے۔ اس سے انتقام لینا چاہتے تھے اور اس لئے جو کوئی بھی ان کے سامنے آ جاتا تھا وہ اسے مار کر آگے بڑھ جاتے تھے۔

سفیر دیکھ رہا تھا۔ خوفزدہ اور گھبرائی ہوئی نظروں سے وامس کے حملوں کی شان سے وہ سمجھ گیا تھا وہ اسے بغیر قتل کئے نہ چھوڑیں گے۔ اس لئے اس پر ایسی دہشت طاری ہوئی کہ وہ میدان جنگ چھوڑ کر پیچھے ہٹا اور گھوڑے کے پاس پہنچ کر تلوار سے رسی کاٹ کر سنگی پیٹھ پر سوار ہوا اور بلند آواز سے بولا۔ عیسائیو! فضول جانیں نہ گنواؤ واپس لوٹو اور بھاگو!

یہ کہتے ہی اس نے گھوڑے کے مہمیز لگائی۔ وامس اسے تلاش کرتے پھر رہے تھے وہ اس کی آواز سن کر اس کی طرف لپکے اس نے گھوڑا دوڑا دیا۔ وامس اس کے پیچھے بھاگے نہایت تیزی سے اور دوڑ کر اس کے پاس پہنچ گئے انھوں نے بھاگتے بھاگتے اس پر حملہ کیا۔ تلوار اس کی ران پر پڑی اور گہرا زخم لگا کر نکلی۔ سفیر نے ایک خوفناک چیخ ماری۔ لیکن وہ گھوڑا دوڑا لے اڑا چلا گیا۔

چونکہ وامس کا دور تک بھاگنے کی وجہ سے سانس پھولنے لگا تھا اور وہ اس بات کو خوب سمجھ گئے تھے۔ کہ اب وہ گھوڑے کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتے اس لئے لوٹ آئے۔ سفیر کو بھاگتے ہوئے دیکھ کر عیسائیوں کی ہمتیں پست ہو گئی تھیں وہ بھی ادھر ادھر دیکھ کر جان بچانے اور بھاگنے کی فکر میں لگ گئے تھے۔ مسلمان ان پر برابر حملے کر رہے تھے اور ہر حملے میں ایک دو

عیسائیوں کو مار ڈالتے تھے اس سے عیسائیوں کی تعداد دم بدم گھٹتی چلی جا رہی تھی۔

جب دامس واپس آئے تو انھوں نے جوش میں آکر حملہ کیا۔ انھوں نے آتے ہی دو عیسائیوں کو مار ڈالا۔ ادھر مسلمانوں نے بھی پرجوش حملے کر کے عیسائیوں کو قتل کر دیا۔ اب عیسائی ایسے گھبرائے کہ انھیں میدان جنگ میں ٹھہرنا دشوار ہو گیا وہ جوں توں کر کے بھاگے اور سامنے والے گنجان درختوں میں جا گھسے مسلمانوں نے ان کا پیچھا کیا اور جنگل تک پہنچتے پہنچتے تین اور عیسائیوں کو مار ڈالا۔

عیسائی جنگل میں گھستے ہی غائب ہو گئے۔ چونکہ وہاں اندھیرا پھیلا ہوا تھا اس لئے مسلمان لوٹ آئے انھوں نے مُردوں کو شمار کیا۔ سترہ عیسائیوں کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں ایک مسلمان بھی پڑا تھا جو شدید طور پر زخمی ہو گیا تھا۔ انھوں نے فوراً اس کے زخموں پر عمامہ کی دھجیاں پھاڑ پھاڑ کر باندھیں اور دامس کے شانے پر بھی پٹی کس دی۔ اب انھوں نے عیسائیوں کا وہ تمام سامان جو وہ چھوڑ گئے تھے اور گھوڑے لئے ایک گھوڑے پر زخمی مسلمان کو سوار کر دیا اور ایک طرف چل پڑے۔

پانچواں باب

زخمی سفیر

سفیر گھوڑا دوڑائے نہایت تیزی سے بھاگا چلا جا رہا تھا اگرچہ اسے زخم کاری لگا تھا۔ لیکن وہ جان بچانے کے لئے زخم کی تکلیف کا خیال نہ کرتے ہوئے برابر گھوڑا دوڑائے چلا جا رہا تھا۔ گھوڑے کے تیز دوڑنے کی وجہ سے

زخم میں ہوا بھرنے سے تکلیف ناقابل برداشت حد تک بڑھ گئی تھی۔ مگر وہاں زندگی کے لالے پڑے ہوئے تھے اس لئے وہ درد و کرب کی تکلیف برداشت کر کے بغیر آگا پیچھا دیکھے چاندنی کی سفید چادر کو پھاڑتا بڑھا چلا جا رہا تھا اس پر مسلمانوں کی کچھ ایسی ہیبت طاری ہو گئی تھی کہ ذرا سا کھٹکا ہونے پر وہ اس خیال سے اچھل پڑتا تھا کہ کہیں کوئی مسلمان اسکے تعاقب میں نہ لگا چلا آ رہا ہو وہ دوڑتا ہوا بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ چونکہ ران میں زخم آنے کی وجہ سے اس کا ایک پیر بیکار ہو گیا تھا۔ اس لئے وہ اپنا توازن قائم نہ رکھ سکتا کبھی دائیں طرف اور کبھی بائیں طرف جھک جاتا تھا۔ اس کا وفادار گھوڑا باگ کے اشارے پر سرپٹ دوڑا چلا جا رہا تھا۔ سفیر کو یہ بھی معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کتنا فاصلہ طے کر آیا ہے اور اب کہاں ہے کتنی دیر اسے دوڑتے ہوئے گزر گئی ہے۔ اب اس کے زخم کی تکلیف اس قدر بڑھ گئی کہ ضبط کرنا دشوار ہو گیا اور اس پر نیم غشی طاری ہونے لگی۔ اس نے اس اندیشے سے کہ کہیں گھوڑے سے نیچے گر کر ہلاک نہ ہو جائے گھوڑے کو روکا اور آہستہ آہستہ چلنے لگا۔ مگر اس حالت میں بھی وہ شرابیوں کی طرح اِدھر اُدھر جھک رہا تھا سمجھ دار گھوڑا گویا سوار کی زبوں حالی کو سمجھ گیا تھا۔ اب وہ خود قدم قدم سنبھل سنبھل کر چل رہا تھا۔ وہ تھوڑی ہی دور اور چلا کہ اس کی آنکھیں بند ہونے لگیں اس نے ایک لمبی آہ کی اور بیہوش ہو کر گرا۔ اس کے گرتے ہی گھوڑا اس کے پاس کھڑا ہو گیا۔

اس وقت بھی رات کا قدرتی سکوت ہر طرف چھایا ہوا تھا۔ ہوا ساکت تھی کائنات خاموش تھی۔ چاند نصف اللیل پر آیا ہوا نور کی کرنیں بکھیر رہا تھا۔ درخت پودے پتے اور شاخیں سب گویا وجد کے عالم میں استغراقی کیفیت کے ساتھ

خاموش کھڑے رات کے کیف آور مناظر کا مشاہدہ کر رہے تھے۔

سفیر بیہوش پڑا رہا۔ ایک عرصہ تک بغیر ہاتھ پاؤں ہلائے ہوئے ایسے کہ ایک اجنبی اسے مردہ ہی خیال کرتا۔ رفتہ رفتہ اسے ہوش آنے لگا حواس درست ہونے لگے۔ ابھی اس نے آنکھیں نہ کھولی تھیں کہ اس کے کانوں میں لوگوں کے بولنے کی آوازیں آئیں وہ حیران ہوا اور اس نے گھبرا کر جلدی سے آنکھیں کھولیں۔

حیرت اسے اپنی حالت پر ہوئی اور خوف مسلمانوں کی آمد کے خیال سے ہوا وہ یہ سمجھا کہ شاید مسلمان آ گئے اور اسے قتل کر ڈالنے کا مشورہ کر رہے ہیں۔ جب اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو اسے عیسائیوں کی صورتیں نظر آئیں اس نے اطمینان کا سانس لیا اور چونکہ وہ کمزور ہو گیا تھا۔ نیز اچھی طرح ہوش بھی نہ آیا تھا اس لئے پھر اسکی آنکھیں بند ہو گئیں لیکن حواس قائم ہو چکے تھے۔ اس لئے وہ بولنے کی گفتگو سن اور سمجھ رہا تھا۔ صرف آنکھیں نہ کھلتی تھی۔ کچھ عرصہ کے بعد کسی نے اسے جھنجھوڑتے ہوئے کہا۔ اٹھو اٹھو! تمہاری یہ کیا حالت ہو گئی ہے

اس نے پھر آنکھیں کھولیں ادھر ادھر دیکھا دھوپ پھیلی ہوئی تھی وہ سمجھ گیا کہ دن نکل آیا ہے اور آفتاب اس قدر بلند ہو گیا ہے کہ دھوپ ہر طرف پھیل گئی ہے اب اس نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے شخص کو دیکھا اس کی نگاہیں کہہ رہی تھیں کہ اس نے اسے پہچان لیا۔ اس نے کمزور آواز سے کہا۔ آہ! وزیر اعظم صاحب!

اس وقت جو شخص اس کے اوپر جھکا ہوا تھا وہ تھاج کا وزیر اعظم ہی تھا۔ اس نے کہا۔ ہاں ہاں دیکھو تمہارا یہ حال کیسے ہو گیا۔

سفیر کے دل میں ٹیسیں اٹھ رہی تھیں اسے تکلیف ہو رہی تھی اس نے ہونٹ کو دانتوں میں دبا کر بے چینی کے عالم میں کروٹ لیتے ہوئے کہا آہ سخت تکلیف ہے۔

جان نکلی جا رہی ہے۔

وزیر اعظم۔ گھبراؤ نہیں شاہی طبیب کو طلب کر لیا گیا ہے۔ وہ عنقریب ہی آنے والے ہیں۔ دیکھو شہنشاہ تمہارے پاس کھڑے ہیں۔

سفیر نے آنکھیں کھول کر دیکھا پاس ہی یانس شاہی لباس پہنے اسے غور سے دیکھ رہا تھا۔ سفیر نے اسے سلام کیا۔ یانس نے سلام لیکر کہا۔ تمہیں کس نے زخمی کیا۔

سفیر نے رک رک کر کہا۔ حضور وحشی درندوں نے۔

یانس کو غصہ آیا۔ اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ آنکھیں لال انگارہ بن گئیں اس نے دریافت کیا۔ پرپول اور اس کے آدمیوں نے؟

سفیر:۔ نہیں حضور۔

یانس:۔ کیا بے رحم ڈاکوؤں نے۔

اس زمانے میں اس نواح میں ڈاکوؤں کا ایک گروہ قائم ہو گیا تھا۔ اس گروہ میں وہ مصیبت زدہ اور مظلوم لوگ شامل ہو گئے تھے جن کی جائدادیں اور گھر کا تمام سامان مال گزاری یا محصولات ٹیکس وصول کرنے والوں نے ضبط کر کے نیلام کر دیا جس سے تنگ آ کر اپنی زندگی بسر کرنے کے واسطے ان لوگوں نے راہزنی، ڈاکہ زنی، چوری اور خونریزی کا پیشہ اختیار کر لیا تھا۔

اس گروہ کے آدمی ملک کے مختلف حصوں میں بٹ گئے تھے اور وہ دن میں رات کو یا شام کو جب موقع پاتے ڈاکہ ڈالتے۔ اور جو کچھ ہاتھ آتا لوٹ کر چل دیتے جو سامنے پڑ جاتا اسے قتل کر ڈالتے اور ان کے ہی گھروں پر ڈاکہ ڈالتے جنہوں نے انکو پریشان کیا تھا اور جو کچھ ہاتھ آتا لوٹ لیتے۔ ان لٹیروں اور ڈاکوؤں سے ہر شخص تنگ تھا سبھی پریشان اور حکومت حیران تھی انہیں قابو میں لانے کی ہر چند کوشش کی گئی

لیکن وہ قابو میں نہ آئے۔ یانس نے سمجھا کہ شاید اس پر کسی ڈاکوؤں کے گروہ نے ہی حملہ کر کے زخمی کر دیا ہے۔

سفیر نے کہا نہیں حضور!

یانس نے حیرت بھری نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ پھر کس نے ایسی جرأت کی۔

سفیر:۔ مسلمانوں نے!

یانس اور اس کا وزیر اعظم اور تمام وہ لوگ جو وہاں کھڑے تھے مسلمانوں کا نام سن کر ایک دم چونک پڑے۔ یانس نے کہا۔ مسلمانوں نے..... مگر وہ تو ابھی جا بیسہ میں تھے۔ یہاں کہاں سے آ گئے!

سفیر تکلیف کی شدت سے بے چین ہو ہو کر برابر کروٹیں بدل رہا تھا۔ اس نے کہا حضور شیطان ہر جگہ پہنچ جاتا ہے یہ مسلمان بھی شیطان ہی ہیں جہاں گمان بھی نہ ہو وہاں آ موجود ہوتے ہیں۔

یانس:۔ تم سچ کہتے ہو۔ میرے خیال میں تو شیطان بھی ان سے پناہ مانگتا ہے مگر وہ شیطان زادے تمہیں مل کہاں گئے۔

سفیر:۔ یہاں سے قریب ہی میں اور میرے ہمراہی رات کو ٹھہرے ہوئے تھے کہ گنجان درختوں میں دو شعلے نظر آئے اور جب وہ بڑھ کر درختوں سے باہر نکلے تو دیکھنے پر معلوم ہوا کہ کوئی بدبخت مسلمان ہے۔ اس کے بعد پھر دو شعلے چمکے اور پھر ایک مسلمان بڑھ آیا۔ غرض اسی طرح سے ان کی آنکھیں دہکتے ہوئے انگاروں کی طرح سے چمک کر نظر آتی رہیں اور وہ بڑھ بڑھ کر باہر نکلتے رہے وہ کل آٹھ آدمی تھے میرے ساتھ تیس جوانمرد سپاہی تھے۔ ہم سب نے ان پر حملہ کیا۔ انھوں نے جنگ شروع کر دی کمبخت ایسے جان توڑ کر لڑے کہ ہمارے بہت سے آدمیوں کو مار ڈالا۔ میں فتح سے ناامید ہو کر گھوڑے

پر سوار ہو کر بھاگا ان میں سے ایک شیطان میرے پیچھے لگ گیا ہر چند میں نے گھوڑا تیز دوڑایا۔ مگر اس خبیث نے پیچھا نہ چھوڑا۔ آخر برابر میں آ کر حملہ کیا۔ میری ران میں زخم آیا۔ اور وہ اپنے خیال میں میرا خاتمہ کر کے ہی واپس لوٹا..... آہ

یانس اور تمام لوگوں کو اس کی باتیں سن کر حیرت ہو رہی تھی۔ یانس نے کہا تعجب ہے آٹھ مسلمانوں کو تیس عیسائی نہ قتل کر سکے اور نہ گرفتار کر کے لا سکے یہ بزدلی نہیں تو کیا ہے۔

سفیر:۔ حضور والا! ہم اپنے مقدور بھر لڑے بڑے جوش اور نہایت دلیری سے لڑے۔ لیکن ان خبیثوں کے سامنے ہماری ایک بھی پیش نہ گئی۔

یانس:۔ واہیات بات ہے۔ مسلمان بھی ہماری طرح انسان ہیں۔ جو دو ہاتھ دو پیر ہمارے ہیں وہی ان کے ہیں۔ پھر یہ کیا کہ وہ ہمیں قتل کر ڈالیں گرفتار کر لیں اور ہم کچھ بھی نہ کر سکیں؟

سفیر:۔ جہاں پناہ! خدا عیسائیوں کو مسلمانوں کے فتنہ سے بچائے بڑے ہی جفاکش اور دلیر لوگ ہیں۔

یانس نے برا سا منہ بنا کر کہا۔ تم وحشی مسلمانوں کی بہادری کی تعریف کرتے ہو؟ شرم کرو فرم! جس روز مجھ سے ان کا مقابلہ ہو گیا۔ اس روز آٹھیں بھی قدر و عافیت معلوم ہو جائے گی اور دنیا کو بھی معلوم ہو جائے گا کہ مسلمانوں کو بزدل عیسائیوں نے اپنا ہوا بنا رکھا تھا۔ اس وقت شاہی طبیب آ گیا یانس نے اس سے کہا۔ دیکھو یہ زخمی ہو گئے ہیں ان کی فوراً مرہم پٹی کرو۔

شاہی طبیب اظہار اطاعت کیلئے جھکا اور بڑھ کر سفیر کے پاس آیا۔ اور اس کے کپڑے اتروا کر زخم کی حالت دیکھنے لگا۔

چھٹا باب

روانگی

چونکہ زخم سے خون نکل نکل کر جم گیا تھا۔ اس لئے طبیب کو کچھ بھی معلوم نہ ہوا کہ کتنا گہرا زخم ہے۔ اس نے ایک سپاہی کو پانی لانے کے لئے کہا اور وہ دوڑ کر پانی لے آیا۔ طبیب نے زخم دھونا شروع کیا۔ جوں جوں وہ زخم دھوتا تھا سفیر کی روح کھنچتی تھی آخر جب اس نے دھو کر زخم دیکھا تو کافی گہرا اور نیا تھا۔ اس نے ٹانکے لگائے اور مرہم لگا کر پٹی کس دی۔ لیکن اس عرصہ میں شدتِ کرب و تکلیف سے سفیر بیہوش ہو گیا۔ یانس اس سے پرلیول کا جواب سننے کے لئے مضطرب تھا۔ اس کے ہوش میں آنے سے ایسی گفتگو کا سلسلہ ہو گیا تھا جس سے وہ اسکے متعلق کچھ دریافت ہی نہ کر سکا تھا اب اسے بیہوش دیکھ کر وہ اور بھی بے چین ہو گیا اس نے کہا بڑا ہی کمبخت اور بزدل ہے۔ کمبخت نے میرونہ کے متعلق کچھ بھی نہ بتایا۔ طبیب نے کہا۔ حضور! اب اسے کئی گھنٹے میں ہوش آئے گا۔

یانس کو اور بھی ناگوار گزرا۔ اس نے برہمی کی شان سے کہا۔ تمہیں طبیب کس احمق نے بنا دیا ہے کیا تعریف ہوئی تمہارے کمال کی۔ جب وہ شخص جس پر تم نے عمل جراحی کیا بے ہوش ہو گیا۔

طبیب زمانہ شناس تھا وہ سمجھ گیا کہ بادشاہ کچھ برہم ہو رہا ہے اس نے کھڑے ہو کر ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا۔ پیر و مرشد۔ اس میں میرا کمال ہی کیا کرے یہ ایک ایسے دل کا آدمی ہے کہ جراحی کے اوزار دیکھتے ہی بے ہوش ہو گیا

یانس:۔ جب تو تمہارا کوئی قصور نہیں ہے میں نے غلطی کی کہ اس شخص کو بہادر سمجھ کر فوج میں عہدہ دیدیا اور سفارت پر پرلیول کے پاس بھیجا کمبخت تیس آدمیوں کے ہوتے ہوئے آٹھ سلمانوں کو بھی قتل و گرفتار نہ کر سکا ایسے بزدل شخص کا میری فوج میں کیا کام۔ خیر جب اسے آرام ہو گا تو علیحدہ کر دوں گا اب اسے اٹھا کر گھوڑے پر بٹھاؤ۔ ایک سپاہی اسکے پیچھے بیٹھ جائے۔ چلو اب دھوپ تیز ہوتی جا رہی ہے۔

فوراً شاہی حکم کی تعمیل کی گئی۔ سفیر کو گھوڑے پر سوار کر کے ایک سپاہی پیچھے بیٹھ گیا۔ بادشاہ وزیر اور سب سپاہی بھی گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔ طبیب بھی سوار ہوا اور وہ شمال کی جانب چل پڑے۔ تقریباً دو گھنٹے چل کر وہ ایک عظیم الشان اور مستحکم قلعہ کے سامنے پہنچے اس قلعہ کی فصیل پہاڑ کی طرح بلند اور مضبوط تھی اس طرف تین نہایت شاندار اور بہت اونچے دروازے تھے۔

تینوں دروازے ایک دوسرے سے ایک ایک فرلانگ کے فاصلے پر تھے ان کے پھاٹک کھلے ہوئے تھے۔ اور ننگی تلواریں لئے ہوئے سنتری پہرہ دے رہے تھے۔ یہی قلعہ تھاج تھا یہ لوگ قلعہ میں داخل ہوئے جسطرف سے شاہی سواری گزری لوگ سلام کے لئے جھکتے چلے گئے۔

قلعہ اندر سے بھی نہایت شاندار تھا آبادی قرینہ سے تھی۔ مکان اچھے تھے عام شاہراہ سے گزر کر یہ لوگ قصر شاہی میں داخل ہوئے۔ یانس کو چونکہ سفیر سے پرلیول اور میرونہ کے متعلق بہت کچھ دریافت کرنا تھا۔ اس لئے وہ اسے بھی قصر میں ہی لے گیا۔ چنانچہ سپاہیوں نے اسے اتار کر ایک کمرے میں جا لٹایا۔ وہ ابھی تک بیہوش تھا سپاہی اور وزیر رخصت ہو کر چلے گئے۔ صرف طبیب رہ گیا

یاسن نے اس سے کہا۔
ذرا اسے دیکھو۔ کہ کب تک ہوش میں آجائے گا۔
طبیب اطمینان سے کوچ پر بیٹھ کر اس کی نبض دیکھنے لگا۔ دیر تک دیکھتا رہا کچھ وقفہ کے بعد کھڑا ہوا اور یاسن سے مخاطب ہو کر بولا عالی جاہ دوپہر کے بعد ہوش میں آنے کی توقع ہے۔
یاسن نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ کس قدر کمزور طبیعت کا انسان ہے یہ ایک ذرا سے زخم کی وجہ سے بیہوش ہو ہو جاتا ہے۔
طبیب:۔ بعض طبع ایسی ہی ہوتی ہیں حضور!
یاسن:۔ کوئی مفرح یا مقوی اعصاب دوا ہی دے دو اسے۔
طبیب:۔ بہتر ہے۔
اس نے اپنا چمڑہ کا تھیلا کھولا اور اس میں سے ایک شیشی نکال کر سفیر کے حلق میں اس کے چند قطرے ٹپکائے اور تھیلے کو بند کرتے ہوئے کہا۔ اب اسے بہت جلد ہوش آجائے گا حضور!
یہ کہتے ہی یاسن بیٹھ گیا ایک کرسی پر طبیب بیٹھ گیا۔ دونوں چپ چاپ سفیر کی طرف دیکھنے لگے۔ دیکھتے رہے یہاں تک کہ سفیر کے چہرہ پر سرخی کی جھلک نمودار ہوئی۔ اور تھوڑی ہی دیر میں اس نے آنکھیں کھولدیں۔ یاسن کو اس کے ہوش میں آنے سے بے حد خوشی ہوئی۔ اس نے اٹھ کر اس سے باتیں کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ طبیب نے کہا حضور ذرا دیر ٹھہر جایئے جب اسکے حواس درست ہو جائیں اور دل و دماغ میں سوچنے اور سمجھنے کی قابلیت پیدا ہو جائے اس وقت گفتگو کرنا مناسب ہوگا۔ اچھا! بادشاہ نے کہا اور پہلو بدل کر بیٹھ گیا۔ کچھ اور دیر میں سفیر اچھی طرح ہوش میں آگیا اب

یاسن اٹھ کر اس کے پاس ایک کرسی پر جا بیٹھا۔ اس نے اس سے دریافت کیا اب تو زخم میں زیادہ تکلیف نہیں ہے۔ سفیر نے جواب دیا۔ نہیں حضور!
یاسن:۔ تم بغیر کسی تکلیف کے باتیں کر سکتے ہو؟
سفیر:۔ جی ہاں!
یاسن:۔ اچھا تو بتاؤ پرلیول نے کیا جواب دیا۔
سفیر:۔ اس نے نسبت منظور کرلی۔
یاسن بیحد خوش ہوا۔ وہ ادھیڑ عمر کا تھا۔ اسکی داڑھی میں سفید بال آگئے تھے مگر ابھی تک وہ اپنے آپ کو بالکل نوجوان سمجھتا تھا۔ اس نے کہا جب تو تم انعام کے مستحق ہو۔
سفیر:۔ حضور کی ذرہ نوازی ہے ..... جب پرلیول نے نسبت منظور کرلی تو میں نے کہا شہزادی میرونہ سے بھی میرے سامنے اقرار کرا دیجئے۔
یاسن:۔ اور یہ تم نے نہایت دانشمندی کی بات کہی۔
سفیر:۔ شہزادی جو دی پہاڑ پر گئی ہوئی تھی۔ پرلیول مجھے وہیں لے گیا اور میرے سامنے شہزادی نے نسبت منظور کر کے اپنی رضامندی کا اظہار کیا۔
یاسن فرط مسرت سے بیخود ہوا جاتا تھا۔ اس نے کہا۔ کس قدر قابل تعریف کام کیا ہے تم نے۔
سفیر:۔ پرلیول نے کہا ہے کہ وہ دو تین روز میں شہزادی کو روانہ کر دے گا
یاسن نے مست و بیخود ہو کر کہا۔ گویا جس قدر میں میرونہ کے لئے بے چین ہوں اسی طرح وہ بھی بیکل ہو گئی ہے؟
سفیر:۔ جی ہاں۔
یاسن:۔ جذبۂ محبت اسی کا نام ہے۔

سفیر:۔ پریول نے یہ بھی کہا ہے کہ چونکہ اس نواح میں مسلمان مندلاتے پھر رہے ہیں اس لئے آپ کچھ لشکر بھیج دیں تاکہ شہزادی آرام و اطمینان کے ساتھ آجائے۔

یانس:۔ یہ بات پریول نے عقلمندی کی کہی۔ مگر اس حساب سے شہزادی روانہ ہو چکی ہوگی۔

سفیر:۔ جی ہاں!

یانس:۔ تو مجھے آج ہی لشکر روانہ کر دینا چاہئے!

سفیر:۔ مناسب تو یہی ہے۔

یانس نے فوراً دستک دی۔ ایک خادم حاضر ہوا۔ اس نے کہا۔ فوراً وزیر اعظم کو بلاؤ۔ خادم چلا گیا۔ یانس نے کہا۔ پریول تو میری نسبت کا پیغام سن کر بہت خوش ہوا ہوگا۔

سفیر:۔ کیوں خوش نہ ہوتا حضور!

یانس:۔ اور میرونہ!

سفیر:۔ فرط مسرت سے اس کے آنسو نکل آئے۔

یانس:۔ زیادہ خوشی میں ایسا ہی ہو جایا کرتا ہے۔

کچھ دیر بعد وزیر حاضر ہوا۔ یانس نے کہا۔ دیکھو تم اسی وقت دو ہزار لشکر لیکر استوار کی طرف چلے جاؤ۔ شہزادی میرونہ آرہی ہے چونکہ ہر طرف مسلمان بکھرے پڑے ہیں اس لئے اندیشہ ہے کہ کہیں وہ بدبخت اس گل اندام کو نقصان پہنچانے کی کوشش نہ کریں۔ اس لئے تم اسے بحفاظت و احترام نہایت آرام کے ساتھ لے آؤ۔ وزیر نے سر تسلیم خم کر کے کہا۔ بہت اچھا حضور!

یانس:۔ تم چل کر قلعہ کے پاس ٹھہرو ہم ابھی آتے ہیں۔

وزیر:۔ بہتر ہے۔

وزیر چلا گیا۔ سفیر نے کہا۔ میری خوش قسمتی سے حضور وہاں پہنچ گئے جہاں میں بے ہوش پڑا تھا۔ ورنہ جانور مجھے چٹ کر جاتے۔

یانس:۔ چونکہ مجھے تمہارے آنے کی خوشی سی لگی ہوئی تھی۔ اس لئے میں روزانہ تمہیں دیکھنے کے لئے دور تک چلا جایا کرتا تھا۔ آج بھی گیا تھا اتفاق سے تم اسی حالت میں پڑے ہوئے ملے۔ اچھا اب میں لشکر کو روانہ کر آؤں۔

یانس اٹھا اور کمرہ میں پہنچا اور وہاں کھانا کھا کر دوسرا لباس پہن کر باہر آیا۔ گھوڑے پر سوار ہوا جب وہ قلعہ کے باہر پہنچا تو وہاں وزیر معہ دو ہزار سواروں کے موجود تھا۔ یانس نے وزیر سے کہا۔ جاؤ اور تیزی سے جاؤ۔ اگر مسلمانوں سے مقابلہ ہو جائے تو جنگ سے گریز نہ کرنا۔ لڑنا اور ان سب کو قتل کر کے آنا۔

وزیر نے جھک کر کہا۔ ایسا ہی ہوگا حضور! اب وزیر نے لشکر کو بڑھنے کا اشارہ کیا۔ سوار بڑھے اور ان کے پیچھے وزیر چلا۔ یانس کھڑا ہو کر دیکھنے لگا جب وہ دور نکل گئے تب بادشاہ لوٹ کر قلعہ میں داخل ہو گیا۔

ساتواں باب

سرفروشان اسلام

واسن ابوالہول معہ مال غنیمت کے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ چل پڑے تھے وہ اسی جنگل میں گھس گئے جس میں سے نکل کر آئے تھے کچھ دور بڑھتے چلے گئے۔ بغیر کسی خوف و اندیشہ کے گنجان درختوں کی شاخوں کو ہٹاتے ہوئے کچھ فاصلہ طے کر کے وہ رک گئے۔ یہاں کٹی ہوئی لکڑیوں کے انبار لگے ہوئے

تھے۔ انھوں نے اس جگہ قیام کر دیا۔ سب سے پہلے آگ جلائی پانی گرم کیا اور زخمی مسلمانوں کے زخم دھو کر مرہم لگایا اور پٹی کس دی۔ اس کام سے فارغ ہو کر انھوں نے موٹی موٹی لکڑیاں الاؤ پر رکھ دیں، اور جب آگ خوب روشن ہو گئی تو اس کے چاروں طرف کمبل بچھا بچھا کر یہ آٹھوں پڑ گئے اور ایک ایک کمبل اوڑھ لیا یہ ملک سرد تھا سردی کا زمانہ تھا رات کو خوب جاڑا پڑتا تھا ان کے پاس اس قدر کمبل بھی نہ تھے جنہیں وہ اوڑھ کر سردی سے محفوظ ہو جاتے انھوں نے اسی لئے آگ روشن کر لی تھی تاکہ ہوا گرم ہو جائے اور وہ سردی سے امن میں رہیں وہ سب نہایت بے فکری سے سو گئے رات بھر آرام و اطمینان سے سوتے رہے صبح صادق کے وقت بیدار ہوئے ضروریات سے فراغت کر کے دامس نے اذان دی اور آٹھوں نے مل کر جماعت سے نماز پڑھی۔ نماز پڑھتے ہی دامس نے بلند آواز سے کہا۔

یاہ! یاہ! ان کے چند مرتبہ اس طرح کہنے سے ادھر ادھر سے بیسیوں خچر دوڑ کر وہاں آ گئے ان لوگوں نے ان پر لکڑیاں بار کرنا شروع کر دیں۔ عیسائیوں کے جو گھوڑے ان کے ہاتھ لگے تھے۔ ان پر بھی لکڑیاں لاد دیں اور باقی سامان لکڑیوں کے اوپر رکھ کر وہاں سے چل پڑے۔

یہ گنجان جنگل دور تک پھیلا ہوا تھا۔ کئی گھنٹے میں طے ہوا جب یہ جنگل سے باہر نکلے تو آفتاب بہت کچھ اونچا ہو چکا تھا۔ اور دھوپ سبزہ زار میدان میں بکھری پڑی تھی وہ وہاں سے جابیہ کی طرف چلتے رہے۔ ان کے بائیں ہاتھ پر پہاڑ تھا اور پہاڑ کے دوسری طرف قلعہ تھاج تھا۔ لیکن پہاڑ اسقدر اونچا تھا کہاں سے قلعہ کی فصیل نظر نہ آتی تھی وہ پہاڑ کو چھوڑ کر اور کسی قدر گھوم کر کھلے ہوئے میدان میں سفر کرنے لگے۔ صبح سے دوپہر ہوئی

اور دوپہر سے تیسرا پہر۔ انہوں نے یہاں ٹھہر کر ظہر کی نماز پڑھی اور پھر روانہ ہو گئے۔ عصر کے وقت وہ ایک ایسے کھلے ہوئے میدان میں پہنچے جو حد نگاہ تک پھیلا ہوا تھا۔ اس میدان میں ایک درخت کا بھی نام نہ تھا لیکن اس میں سینکڑوں خیمے قطار در قطار کھڑے دور تک پھیلتے چلے گئے تھے یہ لوگ ان خیموں کی طرف بڑھتے چلے گئے جب اور قریب پہنچے تو آدمی چلتے پھرتے نظر آنے لگے یہ عرب تھے ان کی عربی پوشاک دور سے ہی نظر آ رہی تھی ایک خیمے پر اسلامی پرچم لہرا رہا تھا یہ اسلامی لشکر تھا اس میدان میں شیران اسلام ٹھہرے ہوئے تھے۔ جب لوگ لشکر کے بالکل ہی قریب پہنچ گئے تو چند مسلمان ان کی طرف بڑھ کر آئے اور انھوں نے ایک زبان ہو کر دریافت کیا

کہاں چلے گئے تھے تم دامسؓ؟

میں لکڑیاں لینے گیا تھا۔

ایک شخص نے پوچھا۔ لیکن رات کہاں رہ گئے تھے تم!

دامسؓ:۔ میں دور نکل گیا تھا۔ واپس ہی نہ آ سکا۔

وہی شخص:۔ رات بھر امیر عیاضؓ اور سارے مسلمان تمہارے نہ آنے کی وجہ سے پریشان اور بے چین رہے۔

عیاضؓ بن غنم الاشعری اس لشکر کے سردار تھے۔ ہم ۱۷ھ کے واقعات قلم بند کر رہے ہیں۔ اس وقت امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ خلیفہ تھے۔ فاروقی حکومت کا دبدبہ اطراف عالم میں پھیلا ہوا تھا۔ دنیا بھر کے بادشاہ اور دنیا بھر کی قومیں آپ کا نام اور آپ کے کارنامے سن چکی تھیں۔ آپ مدینہ منورہ میں رہتے تھے۔ گویا وہی اسلامی دار الخلافہ تھا اور مسلمان نجد، یمن، حجاز، شام، عراق، آرمینیا، ارض ربیعہ وغیرہ میں بکھرے پڑے

تھے لیکن ان تمام مسلمانوں کی باگ ڈور آپ کے ہاتھ میں تھی اور ہر مسلمان آپ کے حکم پر چلنا لازمی اور ضروری سمجھتا تھا ناممکن تھا کہ کوئی شعائر اسلام سے ذرہ بھر بھی ہٹ جائے خدا اور خدا کے رسولؐ سے کوئی بھی سرتابی کر سکے

جب مسلمانوں نے ملک شام اور مصر فتح کر لئے اور ہرقل اعظم کی عظیم الشان سلطنت کا تختہ الٹ دیا تو وہاں سے عیسائی بھاگ بھاگ کر ارض ربیعہ میں پہنچ گئے اور مسلمانوں کو طرح طرح کی دھمکیاں دینے لگے۔ چنانچہ عمرؓ فاروق نے حضرت عیاضؓ کو آٹھ ہزار لشکر کے ساتھ دیار بکر اور ارض ربیعہ میں بھیجا تھا اور انھیں ہدایت کر دی تھی کہ وہ قلعہ یا شہر پر حملہ کریں۔ پہلے وہاں کے بادشاہ کو صلح کی دعوت دیں۔ اگر صلح کر لے تو اس سے کسی قسم کا تعرض نہ کریں اور اگر صلح نہ کرے تو لڑیں لیکن اس بات کا خیال رکھیں کہ کھیتی کو پامال نہ کریں پھلدار درخت نہ کاٹیں۔ گرجے نہ گرائیں۔ عورتوں، بچوں اور بوڑھوں بیماروں پادریوں اور معذور و اپاہج لوگوں کو قتل نہ کریں امان چاہنے والوں کو فوراً امان دیں۔ جو وعدہ کریں اسے پورا کریں۔ نماز کسی حالت میں بھی قضا نہ کریں۔ اسوۂ حسنہ اور خلق محمدی کا نمونہ بنے رہیں چنانچہ تمام مسلمان ان احکام کی پوری پوری پابندی کرتے تھے۔

حضرت عیاضؓ نے دیار بکر میں جو جزیرے کے نام سے مشہور ہے داخل ہو کر قرقیاماکسین، سمسانیہ، ماردین، رہاحران، راس العین، دادا دبیر اور میاناراتین وغیرہ مشہور قلعہ جات فتح کر کے ان پر اسلامی پرچم لہرا دیئے تھے اب وہ قلعہ تھاج کی طرف بڑھ رہے تھے۔ دامسؓ غلام تھے لیکن ان کے مالک نے انھیں آزاد کر دیا تھا اور حضرت عمرؓ فاروق نے تمام غلاموں پر سردار مقرر کر کے مصر کے ایک حصے کا گورنر بنا دیا تھا۔

اسلام سے پہلے ہر ملک میں غلاموں کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ ان کے مالک یا آقا ان پر طرح طرح کے مظالم کرتے تھے۔ ان سے ان کی طاقت سے زیادہ کام لیتے تھے انھیں جانوروں سے بدتر سمجھتے تھے اور اس قدر تنگ کرتے تھے کہ وہ یا تو خودکشی کر لیتے تھے یا کام کرتے کرتے مر جاتے تھے۔ لیکن اسلام نے جہاں سب کے حقوق مقرر کئے وہاں غلاموں کے حقوق بھی قائم کئے۔ اور انھیں ذلت و پستی کے گڑھے سے نکال کر مالک اور آقا کے دوش بدوش لا کھڑا کیا اور کل مومن خواہ سارے مسلمان بھائی ہیں کی وجہ سے غلام اور آقا ایک ہو گئے۔

دامس نے کہا مجھ سے غلطی ہو گئی کہ میں دور نکل گیا اور رات واپس آ نہ سکا اب یہ سب لشکر اسلام میں داخل ہو گئے۔ ہر مسلمان جو ملتا تھا دامس کو دیکھ کر خوش ہو جاتا تھا اور کہتا تھا کہ خدا کا شکر ہے جو تم آ گئے۔ دامس ان کا شکریہ ادا کرتے بڑھتے چلے جا رہے تھے۔ آخر وہ اپنے حصے پر پہنچے لکڑیاں اتار کر ایک طرف ڈھیر کر دیں اور عیاضؓ سے ملنے کے لئے چلے۔ اب آفتاب غروب ہونے کے قریب پہنچ گیا تھا۔

مسلمان وضو کر کے مغرب کی نماز پڑھنے کے لئے ایک میدان میں جمع ہو رہے تھے دامس اور ان کے ساتھیوں نے بھی وضو کیا اور وہ بھی وہاں پہنچ گئے جہاں مسلمان جمع تھے۔ تھوڑی دیر میں آفتاب غروب ہو گیا اور سب مسلمانوں نے ایک جگہ کھڑے ہو کر نہایت بلند آواز سے اذان دی اذان کے بعد صفیں مرتب کر کے مغرب کی نماز پڑھی۔

چونکہ ہزاروں آدمی تھے۔ اس لئے کسی فرش کا انتظام نہ تھا۔ عرب گھاس پر کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے جب دامس نماز پڑھ کر لوٹے تو دامسؓ

عیاضؓ کے خیمے پر پہنچے اس وقت عیاضؓ جو کہ لشکر کے سپہ سالار تھے آگ دھونک رہے تھے اور ان کا غلام آٹا گوندھ رہا تھا۔ دامس نے سلام کیا۔

عیاضؓ انھیں دیکھ کر خوش ہو گئے انھوں نے سلام کا جواب دیکر کہا۔ آؤ بیٹھو دامس تم کہاں چلے گئے تھے میں اور تمام مسلمان تمہارے نہ آنے کی وجہ سے سارا دن اور ساری رات بے قرار رہے۔

دامس ان کے پاس ہی بیٹھ گئے۔ انھوں نے کہا۔ میں لکڑیاں لینے گیا تھا چونکہ دور تک درختوں کا نشان نہ تھا میں بڑھتا چلا گیا۔ آخر جب لکڑیاں ملیں تو واپس آنے کا وقت نہ رہا۔

عیاضؓ :۔ مگر تمہیں دور نہیں جانا چاہئے تھا۔ دشمنوں کا ملک ہے ہر طرف دشمن پھیلے ہوئے ہیں۔ مسلمانوں کے لئے ہر قدم پر خطرہ ہے۔

دامس :۔ کچھ خدا کی یہ مرضی تھی کہ میں دور نکل جاؤں۔ رات کو ہم ایک گنجان جنگل میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ میرے ایک ساتھی نے کچھ عیسائیوں کو جنگل کے قریب ٹھہرے ہوئے دیکھا۔ اس نے مجھے آکر اطلاع دی۔ میں سب مسلمانوں کو لیکر ان پر جا ٹوٹا وہ بھی ہوشیار تھے۔ ہم آٹھ تھے وہ تیس۔ انھوں نے بھی خوب ہمارا مقابلہ کیا۔ لیکن آخر کار شکست کھائی۔ کچھ آدمی مارے گئے۔ کچھ بھاگ گئے ہم نے ان کے سامان اور گھوڑوں پر قبضہ کر لیا اور صبح ہوتے ہی اس طرف چلے آئے۔

عیاضؓ نے خوش ہو کر کہا خوب کیا یہ تم نے کچھ معلوم ہوا وہ کون لوگ تھے کہاں جا رہے تھے۔

دامس کچھ بھی معلوم نہ ہو سکا۔ جو زخمی ہوئے وہ مر گئے اور جو زندہ تھے وہ سب بھاگ گئے۔

عیاضؓ :۔ خیر خدا کا شکر ہے کہ تم آ گئے۔

عیاضؓ برابر آگ جلاتے اور ہنڈیا دیکھتے جاتے تھے۔ غلام آٹا گوندھ چکا تھا اور وہ اب روٹی پکانے کی تیاری کر رہا تھا۔ عیاضؓ نے کہا۔ آج تمہاری وجہ سے ہمیں یہاں قیام کرنا پڑا۔ صبح ہم تھاج روانہ ہوں گے۔ تم بھی جا کر تیاری کر لو۔

بہتر ہے کہہ کر دامس اٹھے اور سلام کر کے چلے گئے۔ اسلامی لشکر کافی دور میں پھیلا ہوا تھا۔ جس طرف سے گزرے انھوں نے مسلمانوں کو کھانا تیار کرتے دیکھا۔

مسلمان نہایت بے فکری اور بڑے اطمینان سے کھانا تیار کر رہے تھے۔ دامس نے بھی اپنے خیمہ پر پہنچ کر کھانا تیار کرنا شروع کر دیا۔ تھوڑی دیر میں عشار کی اذان ہو گئی اور مسلمان تمام کام چھوڑ کر نماز پڑھنے کے لئے چلے گئے جب نماز پڑھ کر آئے تو دس دس پندرہ پندرہ آدمیوں نے ایک ایک جگہ بیٹھ کر کھانا کھانا شروع کیا۔ انھوں نے رسول خدا حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ سے سن رکھا تھا کہ مل کر کھانے میں برکت ہے اس لئے وہ مل کر کھانا کھاتے کھانا کھا کر وہ گروہ در گروہ آگ کے گرد بیٹھ جاتے اور کہیں کسی نے قرآن شریف کی تلاوت شروع کر دی کوئی حدیث شریف بیان کرنے لگا۔ کسی نے تازہ جنگی واقعات سنانے شروع کر دیئے اور پاس بیٹھنے والے خاموش بیٹھ کر سننے لگے۔ جب رات زیادہ آگئی تو انھوں نے سونے کی تیاریاں شروع کیں اور خیموں، چھولداریوں میں گھس کر سو گئے۔ صبح سویرے بیدار ہوئے ضروریات سے فراغت کر کے نماز پڑھی۔ اور نماز پڑھتے ہی ڈیرے خیمے لادنے لگے۔

اس لشکر کے ساتھ عورتیں بھی تھیں۔ عورتوں کے خیمے بھی اکھاڑے گئے اور باربرداری کے چھکڑے واونٹ روانہ کر دیئے گئے۔ تھوڑی دیر میں پیدل فوج روانہ ہو گئی اور ان کے پیچھے عورتیں چلیں۔ عورتوں کے ساتھ بچے بھی تھے۔ جب وہ کچھ دور نکل گئے تب تمام سوار روانہ ہوئے اور یہ تمام لشکر کچھ دور چل کر دامن کوہ میں غائب ہو گیا۔

آٹھواں باب

بے چینی

قیس رضؓ ملک مصر میں مقیم تھے۔ حضرت فاروق رضؓ کا حکم پہنچا تھا کہ وہ کم سے کم ایک ہزار لشکر لیکر عیاض رضؓ کی امداد کریں۔ چنانچہ وہ ایک ہزار لشکر لیکر آئے تھے۔ لیکن قلعہ استوار کے قریب پہنچ کر لشکر نے ایک روز قیام کر دیا۔ یہ شکار کے بے حد شوقین تھے۔ شکار کھیلنے کے لئے نکل کھڑے ہوئے چونکہ راستہ سے ناواقف تھے۔ اس لئے کچھ دور چل کر راستہ بھول گئے اور بھٹک کر جودی پہاڑ پر جا نکلے۔ انھوں نے ہاتھ پھیلا کر میرونہ کو اپنی آغوش میں لے لیا اور اس طرح اس کی جان بچ گئی۔ لیکن اس احسان کا معاوضہ شہزادی کی جانب سے کیا ملا۔ بے مروتی اور بے مہری کج ادائی۔

جب وہ مریم کے ساتھ روانہ ہوئی تو اس شان سے گویا قیس نے اس کے ساتھ کوئی احسان نہیں کیا ہے۔ بالکل اجنبی بن کر اس کی یہ سرد مہری اور کج ادائی دیکھ کر قیس کے دل پر عیسائیوں کی بیوفائی کا نقش بیٹھ گیا۔

چونکہ میرونہ حسین تھی۔ اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن تھا۔

اس لئے اس کی صورت قیس کے دل میں نقش ضرور ہو گئی۔ لیکن وہ جذبات کے غلام اور نفس کے مطیع نہ تھے۔ اس لئے باوجود اس کی صورت ان کے دل پر نقش ہو جانے کے ان کے جذبات میں ہیجان نہیں پیدا ہوا۔ البتہ وہ اس واقعہ سے متاثر ضرور نظر آتے تھے۔ لیکن بالکل اس طرح جیسے کوئی اچھا خواب دیکھے اور بیدار ہو کر اس پر غور کرنے لگے۔ وہ چلتے رہے اور سوچتے رہے میرونہ کے متعلق۔ آخر جب وہ پہاڑ سے نیچے اتر آئے تو قیاساً ایک سمت کو اس لئے چل دیئے کہ شاید ان کا لشکر اس طرف ہو اور وہ لشکر میں پہنچ جائیں۔ تمام دن چلتے رہے۔ تیز چلتے رہے لیکن لشکر کا کچھ پتہ نہ چلا۔

جب نماز کا وقت ہوتا وہ برابر نماز پڑھتے رہے۔ جب دن چھپ گیا اور انھوں نے مغرب کی نماز بھی پڑھ لی تو ان کا ارادہ قیام کرنے کا ہوا۔ لیکن پھر کچھ سوچ کر روانہ ہو گئے۔

چونکہ چاند کی وسطی تاریخیں تھیں اس لئے ابھی چاند نہیں نکلا تھا اسی وجہ سے ہر طرف اندھیرا پھیلا ہوا تھا صاف و شفاف آسمان پر ستارے چمک رہے تھے اور ان کی ضیا پاشی سے لمعات نور تاریکی کی کثیف فضاؤں کو چیرتے ہوئے زمین تک آ رہی تھیں جن سے صرف اس قدر روشنی تھی جس سے قریب کی چیز نظر آ جاتی تھی۔

راستوں سے ناواقف بڑھے چلے جا رہے تھے۔ انھوں نے کچھ دور چل کر عشاء کی نماز پڑھی اور پھر چل پڑے چلتے رہے۔ ذرا تیز باگیں اٹھائے یہاں تک افق مشرق سے چاند سر نکال کر جھانکنے لگا اسے طلوع ہوتے دیکھ کر تاریکی کی چادر سمٹنے اور روشنی کی چادر پھیلنے لگی۔ قیس نے مشرق کی طرف دیکھا انھیں ایک سرخ رنگ کا ایسا گولا جس میں کہیں کہیں سیاہی بھی

تھی افق میں تیرتا نظر آیا۔ یہ چاند تھا۔

اس وقت ہر طرف خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ انسان تو انسان حیوان کے بھی بولنے کی آواز نہ آرہی تھی۔ ہوا ساکن تھی اور اس لئے درخت بھی اپنی شاخیں سمیٹے پتوں کی چادریں اوڑھے چپ چاپ کھڑے تھے۔ قیس اب بھی برابر بڑھے چلے جارہے تھے۔ بلا یہ معلوم کئے کہ وہ منزل مقصود سے دور جاتے ہیں یا قریب۔

تھوڑی ہی دیر میں چاند کسی قدر اونچا ہوگیا اور اس کی ٹھنڈی اور روشن کرنیں تجلی برسانے لگیں۔ چاندنی کی سفید چادر پھیل گئی اور حد نگاہ تک نور کی بارش ہونے لگی۔ لیکن قیس اب بھی چلے جارہے تھے۔ کچھ دور چل کر جب انھیں آگ جلتی نظر آئی۔ متعدد جگہ شعلے بلند ہو رہے تھے۔ وہ سمجھ گئے کہ یا کوئی قافلہ ٹھہرا ہوا ہے یا لشکر ہے وہ بغیر یہ خیال کئے ہوئے کہ وہ کون لوگ ہوں گے آگ کی طرف چل پڑے۔ کچھ دور چل کر جب وہ آگ کے قریب پہنچے تو آگ کی روشنی میں کچھ عربوں کی صورتیں نظر آئیں۔ وہ بیحد خوش ہوئے اور انھوں نے گھوڑے کو ذرا اور تیز کیا خاموش فضا میں گھوڑے کے سموں کی آواز سنکر وہ عرب جو آگ کے گرد بیٹھے تھے حیران ہو کر دیکھنے لگے۔ جب قیس قریب پہنچے تو کئی عرب اٹھ کر ان کی طرف چلے یہ لشکر قیس ہی کا تھا۔ عربوں نے قیس کو دیکھ کر پہچان لیا تھا۔ انھوں نے قریب آکر کہا۔ خدا کا شکر ہے کہ آپ آگئے۔

قیس ان کے پاس پہنچ کر رکے۔ انھوں نے فرمایا۔ میں راستہ بھول گیا تھا بڑی مشکل سے یہاں تک پہنچا ہوں۔

ایک اعرابی نے کہا۔ ہم سب سخت پریشان تھے کل اور آج سارا سارا دن

ڈھونڈتے پھرے۔

قیس:۔ میری حماقت نے مجھے بھی پریشان کر دیا اور تمہیں بھی پریشانی میں ڈالا

دیہاتی اعرابی:۔ اب رات زیادہ آگئی ہے۔ لہٰذا آپ اپنے خیمہ میں چل کر آرام کریں

قیس:۔ اور تو سب طرح سے خیریت ہے۔

دیہاتی اعرابی:۔ جی ہاں! خیریت ہے۔ کوئی خاص بات نہیں ہوئی۔

قیس وہاں سے بڑھے اور خیموں کے سامنے سے گزرنے لگے۔ ہر خیمہ کے سامنے چنگاری پڑی دمک رہی تھیں جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ مسلمان کچھ ہی دیر پہلے آگ جلاتے رہے تھے اور اب آگ کے گرد پڑے سو رہے تھے۔ جو لوگ قیس کو لشکر کے کنارے پر ملے تھے۔ وہ محافظ یا پہرہ دار تھے جو جگہ جگہ آگ کے گرد بیٹھے تھے۔ قیس چل کر اپنے خیمے پر پہنچے ان کا غلام بیٹھی نیند سو رہا تھا انھوں نے خاموشی سے اپنا گھوڑا باندھا اور زین کھول کر رکھ دیا۔ اور غلام کے قریب کمبل بچھانے لگے۔ آہٹ سے غلام کی آنکھ کھل گئی۔ وہ گھبرا کر اٹھا اور قیس کو دیکھ کر خوش ہوتے ہوئے بولا۔ آہا! میرے آقا! میرے مولا شکر ہے خدا کا شکر ہے کہ آپ آگئے۔ میں اسوقت خواب میں آپ ہی کو دیکھ رہا تھا۔

قیس نے کہا۔ میرے بھائی میری وجہ سے تمہیں اور تمام مسلمانوں کو بڑی پریشانی اٹھانی پڑی ہے۔

غلام نے کہا۔ ہاں ہم سب پریشان تھے سخت پریشان! آپ کہاں چلے گئے تھے۔

قیس:۔ میں راستہ بھول گیا تھا۔

غلام:۔ اچھا میں آپ کے لئے کھانا تیار کرلوں۔

قیس:۔ اگر رات کا کچھ بچا کھچا ہے تو لے آؤ۔

غلام:۔ رات کا کہاں سے آتا۔ جب سے آپ گئے ہیں میں نے کھانا پکایا ہی کب ہے

قیس نے حیرت سے غلام کو دیکھ کر دریافت کیا۔ کیوں نہ پکایا تم نے؟

غلام:۔ کسکے لئے پکاتا۔ کیا اپنے لئے! کس قدر قابل شرم بات تھی۔ کہ میرا آقا بھوکا بھٹکتا پھرتا ہو اور میں کھانا کھاؤں۔ نہ یہ مجھ سے ہوسکا ہے اور نہ کسی اور مسلم غلام سے ہو سکے گا۔

قیس نے اس کی گفتگو سن کر بہت زیادہ اثر لیا۔ اور انھوں نے کہا افسوس تم میری وجہ سے بھوکے رہے۔ اب آدھی رات آگئی ہے اس وقت رہنے دو صبح کو تیار کرنا اب تم سو رہو۔

بہت خوب غلام نے کہا اور پھر پڑ گیا قیس بھی کمبل اوڑھ کر پڑ گئے اور تھوڑی ہی دیر میں دونوں ہی سو گئے جب وہ اٹھے تو صبح کی اذان ہو رہی تھی انھوں نے ضروریات سے فراغت کر کے نماز پڑھی۔ مسلمان قیس کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے سب نے انھیں انکی واپسی پر مبارکباد دی۔ قیس کو صبح یہ معلوم ہوا کہ بہت سے لوگ انھیں تلاش کرنے کے لئے گئے ہوئے ہیں۔ وہ ان کی واپسی کے انتظار میں وہیں ٹھہر گئے۔ دوسرے روز انھیں تلاش کرنے والے سب آگئے۔ تیسرے روز دوپہر کا کھانا کھا کر یہ لوگ جابیہ کی طرف روانہ ہوئے۔ انھوں نے الیسار استہ اختیار کیا جو استوار سے بچ کر نکل جاتا تھا۔ وہ مغرب کے وقت تک چلتے رہے اور رات ہونے پر ٹھہر گئے دوسرے روز پھر چل پڑے اور پھر سارا دن چلتے رہے۔ شام کو پھر قیام کیا۔ علی ہذا القیاس اب وہ استوار سے بہت کچھ آگے بڑھ گئے تھے۔

اس وقت ان کا قیام ایک پہاڑ کے دامن میں تھا کچھ ہی فاصلہ پر پہاڑ کی سر بفلک چٹانیں کھڑی تھیں۔ عشار کی نماز پڑھ کر مسلمان سونے کی تیاریاں کرنے لگے۔ قیس اپنے غلام کے قریب کمبل بچھا کر پڑ گئے۔

اور دونوں سو گئے۔ دفعتہً قیس کی آنکھ کھل گئی۔ وہ کچھ بے چین نظر آرہے تھے کچھ عجیب نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھ رہے تھے وہ آہستہ سے اٹھے اور تلوار ڈھال لیکر چلے ابھی وہ دو قدم بھی نہ گئے کہ غلام اٹھا اور اس نے کہا۔ میرے آقا اس وقت آپ کہاں جا رہے ہیں۔ قیس نے پلٹ کر غلام کو دیکھتے ہوئے کہا۔ کیا تم جاگ رہے ہو۔

غلام:۔ ہاں! اتفاقیہ میری آنکھ کھل گئی ہے۔

قیس:۔ مجھے کوئی پکار رہا ہے!

غلام:۔ لیکن میں نے تو کوئی آواز نہیں سنی۔ حالانکہ میں دیر سے جاگ رہا ہوں

قیس:۔ میں نے سنی ہے۔ کانوں سے نہیں دل سے۔

میرے مالک دل کی آواز بغیر محبت کے نہیں آیا کرتی۔

قیس:۔ شاید اس میں محبت ہی کو کچھ دخل ہو۔

غلام:۔ مگر آپ کس سے محبت کرنے لگے ہیں!

قیس:۔ میں تمہیں واپس آکر بتاؤں گا۔

غلام اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے بھی تلوار اور ڈھال لیکر کہا۔ آپ کا تنہا جانا مناسب نہیں ہے۔ میں بھی چلوں گا۔

قیس کچھ سوچنے لگے۔ کچھ وقفہ کے بعد انھوں نے کہا۔ اچھا آجاؤ!

دونوں خاموشی سے چل پڑے۔ مسلمان نہایت آرام و اطمینان سے کمبلوں پر پڑے سو رہے تھے۔ جب وہ لشکر گاہ کے کنارے پر پہنچے تو دور انھوں نے لشکریوں کے محافظوں کو دوسری طرف جاتے ہوئے دیکھا۔ وہ خاموشی سے پہاڑ کی طرف بڑھے۔ اس وقت چاند نکل آیا تھا۔ چاندنی بکھری پڑی تھی۔ یہ دونوں نہایت تیزی سے چل کر پہاڑ پر چڑھنے لگے۔ راستہ میں

قیس نے میرونہ کا تمام واقعہ سنا کر کہا۔ شاید میں نے خواب دیکھا ہے۔ کہ میرونہ پہاڑ پر موجود ہے۔ دل سخت پریشان اور غمزدہ ہے وہ مجھے آواز دے رہی ہے تب میری آنکھ کھلی تب بھی اس کی آواز میرے کانوں میں آتی رہی۔ غلام کا نام شاہد تھا۔ اس نے کہا عجیب بات ہے یہ تو میں تو اسے واہمہ یا محض فریب خیال ہی کہہ سکتا ہوں۔

قیس:۔ مگر میں ایسا نہیں سمجھتا۔ جب دو دلوں میں سچی محبت پیدا ہو جاتی ہے تو ایک دوسرے کی آواز سینکڑوں کوس کے فاصلے پر بیٹھے سن سکتے ہیں۔

شاہد:۔ یہ آپ بالکل سچ فرما رہے ہیں۔ محبت کی دنیا نرالی ہے۔

اب یہ دونوں پہاڑ کے اوپر پہنچ کر ایک تنگ درّہ کو عبور کرنے لگے تھے۔ دونوں تیز جا رہے تھے گویا کوئی کشش انھیں کھینچے لئے جا رہی تھی۔ درّہ بہت لمبا تھا۔ جب انھوں نے اسے طے کر لیا تو وہ ایک ایسی جگہ پہنچے جہاں سینکڑوں چھوٹی بڑی چٹانیں بکھری پڑی تھیں۔ ہر چٹان چٹان کا ہر پتھر۔ پتھر پر کھڑا ہوا ہر درخت یا پودا چاندنی کا سفید نورانی لباس پہنے ہوئے تھا۔ یہ دونوں برابر چلتے رہے بڑھتے رہے اونچی نیچی چٹانوں کے پاس سے گزرتے رہے۔ کچھ دور چل کر انھوں نے چیخ کی آواز سنی۔ دونوں حیران ہو کر کھڑے ہو گئے۔ ابھی ان کی حیرت دور نہ ہوئی تھی کہ ایک گرجدار آواز آئی۔ خبردار! اب آواز نکالی تو سر اڑا دیا جائے گا۔

اس کے بعد خاموشی چھا گئی۔ چونکہ رات آدھی سے زیادہ گزر گئی تھی اس لئے پہاڑ کا ذرہ ذرہ خاموش تھا ہر طرف سکوت و سکون چھایا ہوا تھا

یہ دونوں حیران بنے ایک دوسرے کو کھڑے دیکھ رہے تھے۔ کچھ وقفے کے بعد قیس نے شاہد سے دریافت کیا۔ تم نے سنا۔

شاہد نے جواب دیا۔ جی ہاں سنا۔

فوراً ہی خاموش فضا کو چیرتے ہوئے پھر آواز آئی قیس .... قیس۔

قیس اس آواز کو سن کر بے چین ہو گیا۔ تڑپ گیا۔ وہ بے تحاشہ اس طرف بھاگا جس طرف سے آواز آ رہی تھی۔ شاہد بھی اس کے پیچھے دوڑا۔ دونوں بھاگتے ہوئے چٹان کے پیچھے غائب ہو گئے۔

نواں باب

سیاہ پوش

پریول کو یہ امید نہ تھی کہ اسکی بیٹی میرونہ آسانی سے اسکا کہا مان جائے گی اس نے پہلے بھی اس سے دریافت کیا تھا اور اس کے انکار پر اس نے سمجھ لیا تھا کہ اسے یانس سے نفرت ہے اسی لئے اس نے یانس سے معذرت کہلا بھیجی تھی۔ لیکن یانس نے میرونہ کے حسن کی تعریف سنی تھی اسے بتایا گیا تھا کہ وہ دنیا کی حور، حسن کی ملکہ اور نزاکت کا پیکر ہے۔ اس لئے وہ اسے حاصل کرنے کے لئے جنگ پر آمادہ ہو گیا۔ اس نے پریول کو کہلا بھیجا کہ یا تو وہ اپنی بیٹی کو شادی کرنے کے لئے اس کے پاس بھیج دے ورنہ لڑنے کے لئے تیار ہو جائے۔

یانس کو اپنی فوجی طاقت پر اس قدر غرّہ تھا کہ وہ کسی بادشاہ کے پاس کسی حالت میں بھی جانا اپنی کسر شان سمجھتا تھا۔ چنانچہ اس نے کئی لڑکیوں

سے باضابطہ شادی کیا۔ مگر ہر لڑکی شادی کرنے کے لئے اس کے قلعہ میں اس کے پاس بھیجی گئی وہ کبھی کسی لڑکی کو لینے نہیں گیا چونکہ پرلول اس سے بہت ڈرتا تھا اسلئے اسے لڑنے کا حوصلہ نہ ہوا اور باوجود اسکے وہ خوب سمجھتا تھا کہ یانس حریص حسن ہے وہ جس لڑکی سے شادی کرتا ہے اسکے شباب کی لطافتوں سے لطف اندوز ہو کر چند ہی روز کے بعد اسے قتل یا قید کر دیتا ہے اسکے علاوہ اسے اچھی طرح معلوم تھا کہ اس کی بیٹی اس سے سخت نفرت کرتی ہے مگر اس پر بھی اس نے اسے مجبور کر کے اپنے ملک اور اپنی جان پر صدقہ کرنے کا ارادہ کر لیا۔

میرونہ کے اقرار کرنے پر اسے بڑی مسرت ہوئی۔ وہ اسے خیمے کے اندر لے گیا اور میٹھی میٹھی باتیں کر کے اسے اور ہموار کرنے لگا۔ دوپہر کا کھانا کھا کر وہ اسے اور اسکے محافظوں کو لیکر قلعہ کی طرف چل پڑا۔ قلعہ کچھ زیادہ دور نہ تھا شام کے وقت وہ قلعہ میں داخل ہو گیا۔

یہ قلعہ بھی شاندار اور اچھا خاصا وسیع تھا۔ مگر اس کی فصیل اس قدر مضبوط اور اونچی نہ تھی جس قدر تھاج کی تھی لیکن قلعہ کے اندر عمارتیں تھاج سے بہتر اور شاندار تھیں۔ وہ شہزادی معہ مریم کے قصر شاہی میں پہنچے چونکہ رات ہو گئی تھی اسلئے تمام قصر میں مشعلیں اور بتیاں روشن تھیں اور ان کی روشنی سے تمام قصر اور قصر کی ہر چیز جگمگا رہی تھی۔ یہاں پہنچ کر دونوں الگ الگ ہوئے اور اپنے اپنے کمرے میں چلے گئے۔ دونوں نے کچھ دیر آرام کر کے کھانا کھایا اور پڑ کر سو رہے۔

صبح بیدار ہوتے ہی پرلول نے میرونہ کو تھاج بھیجنے کے لئے تیاری شروع کر دی۔ ادھر نقارے اور باجے بجنے لگے۔ سارے قلعہ میں شہرت ہو گئی

کہ میرونہ کی شادی یانس کے ساتھ ہونے والی ہے۔ رعایا میں بھی شادیانے بجنے اور رقص و سرود کی محفلیں گرم ہونے لگیں۔ سارے دن قصر شاہی سے لے کر امیروں کے محلوں، غریبوں کے مکانوں اور جھونپڑیوں میں ناچ گانا ہوتا رہا۔ رات کو عیش و نشاط کی انجمنوں میں اور بھی ترقی ہو گئی۔ اور ساری رات استوار کے باشندے جاگتے رہے۔ کچھ عبادت کرنے کی غرض سے نہیں۔ بلکہ ناچ گانا سننے کی غرض سے دوسری صبح کو جب آفتاب ذرا بلند ہوا تو پرلول نے بیش قیمت زیورات، بیش بہا جواہرات اور قیمتی ریشمی کپڑے۔ سونے چاندی کے برتن صندوقوں میں بند کرا کر میرونہ کو رخصت کر دیا اور دو ہزار سوار ساتھ کر دیئے۔

پرلول بھی اس بات کو خوب جانتا تھا اس لئے اس نے جلدی سے جلدی اسے رخصت کر دیا۔ کیونکہ اسے خیال ہوا کہ کہیں میرونہ اپنا خیال نہ بدل دے حقیقت یہ ہے کہ میرونہ نے اپنے جذبات اور احساسات ہی کو نہیں بلکہ اپنی جان کو بھی اپنے باپ کے اوپر قربان کرنے کا ارادہ کر لیا تھا اور اسی وجہ سے وہ بغیر چوں چرا کئے پرلول کے کہنے پر چل رہی تھی۔

جب وہ قصر شاہی سے نکلی تو اس کی آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے تھے اور اسکی شان رونے کی سی تھی۔ اسے بچپن سے لیکر آج تک کا زمانہ اسی قصر میں گزرا تھا اسے اس کے چپہ چپہ سے محبت تھی۔ اس لئے گھر کو چھوڑتے ہوئے اسے جس قدر بھی ملال ہوتا وہ کم تھا۔ لیکن یہ ملال اس وجہ سے اور بھی بڑھ گیا تھا کہ اب اسے اپنی زندگی میں پھر اس قصر میں آنے کی بالکل امید نہ تھی۔

چنانچہ وہ در و دیوار کو حسرت بھری نظروں سے دیکھ کر رخصت ہو رہی تھی۔ اس کا چہرہ کہہ رہا تھا کہ اس کا دل امڈا آ رہا ہے لیکن وہ ضبط

کر رہی ہے۔ اس کی والدہ کا انتقال ہو چکا تھا اس کی سوتیلی ماں موجود تھی لیکن وہ اس سے ناخوش رہتی تھی اور اس لئے وہ اسے رخصت کرنے کے لئے نہ آئی تھی البتہ پریول اسکے ساتھ تھا وہ بھی شاید اس لئے کہ کہیں میرونہ اب بھی اپنی رائے نہ بدل دے اور وہ جانے سے انکار نہ کر دے۔ اس کی دایہ مریم جس نے پرورش کیا۔ قصر کے دروازے سے ہی رخصت کر کے چلی گئی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کے گرد خود غرض لوگوں کا ہجوم تھا اور اس بے کس اور غریب کو خود غرضی کی بھینٹ چڑھایا جا رہا تھا۔ پریول اس کے ساتھ قلعہ کے باہر نکل کر کچھ دور چلا آخر رک کر اس سے رخصت ہونے کے لئے لوٹنے لگا۔ لیکن لوٹنے سے پہلے اسے پیار کرنے لگا۔ اب تک تو میرونہ دل پر پتھر کی سل رکھ کر ضبط کرتی رہی لیکن اب نہ ہو سکا۔ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ اس قدر روئی کہ ہچکی بندھ گئی۔ پریول ڈر گیا کہ کہیں اب وہ جانے سے انکار نہ کر دے۔ اس کا چہرہ اور چہرہ کی شان بتا رہی تھی کہ وہ اسے جلدی سے دھکا دے کر بھاگنا چاہتا ہے۔

اس نے کہا بیٹی حوصلہ کرو۔ رونے سے فائدہ ہی کیا ہے۔ تم شاید یہ سمجھ رہی ہو کہ پھر استوار نہ آسکوں گی۔ یہ خیال فضول ہے۔ جب تم آنا چاہو گی۔ میں فوراً لے آؤں گا۔"

میرونہ نے اشک آلود نظروں سے دیکھ کر کہا۔ اگر انہوں نے (یاسن نے) نہ بھیجا تب بھی؟

پریول نے کہا۔ ہاں جب بھی اس کی یہ طاقت نہیں ہے کہ تجھے آنے نہ دے

میرونہ:۔ اگر نہ آنے دیا۔ تو آپ کیا کریں گے؟

پریول:۔ میں اس سے لڑوں گا۔

میرونہ:۔ جب یہ بات ہے تو ابھی کیوں نہیں لڑتے۔

پریول نے سر کھجلاتے ہوئے کہا۔ ابھی مناسب نہیں ہے بیٹی؟

میرونہ کچھ بچہ نہ تھی۔ وہ سب کچھ سمجھتی تھی جانتی تھی کہ اسے بہکایا جا رہا ہے۔ لیکن کر ہی کیا سکتی تھی اگر ماں زندہ ہوتی تو شاید نہ جاتی۔ لیکن اب جانا ضرور تھا۔ اس لئے اس نے آنسو پونچھتے ہوئے ضبط کر کے کہا۔ اچھا ابا جان رخصت۔ کبھی اگر یاد آجاؤں تو دعائے خیر سے یاد کر لیا کرنا۔

پریول نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ تو ہر وقت مجھے یاد آئے گی۔ اور میں ہر وقت تیرے لئے دعا کرتا رہوں گا۔

میرونہ نے اپنا چاند سا منھ اوپر اٹھایا پریول نے اس کی پیشانی پر بوسہ دیا اور واپس لوٹ چلا۔ میرونہ نے زیر لب ایک لمبی آہ کی اور قافلہ چل پڑا چونکہ اس کے ساتھ دو ہزار سوار اور بہت کچھ سامان سے لدے ہوئے خچر اور گھوڑے تھے۔ اس لئے ان کا سلسلہ دور تک پھیلا ہوا تھا۔ یہ قافلہ یا لشکر شام تک چلتا رہا۔ جب دو گھڑی دن باقی رہ گیا تو انھوں نے ایک کھلے ہوئے میدان میں قیام کر کے خیمے نصب کر دیئے۔ چونکہ میرونہ کو خوش رکھنے کے لئے امیروں، رئیسوں کی لڑکیاں جو اس کی ہمسن تھیں اس کے ساتھ آئی تھیں۔ اس لئے اس کے خیمے کے قریب ہی ان کے خیمے نصب کئے گئے تھے اور سب کے خیموں کے گرداگرد لشکریوں کے خیمے نصب ہوئے۔

رات کو جب میرونہ کھانا کھا کر بیٹھی تو ساری لڑکیاں اور کئی ناچنے

اور گانے والی کنیزیں اس کے خیمہ میں گھس آئیں۔ اس کے خیمہ میں کافی روشنی ہو رہی تھی وہ آکر اس کے پاس بیٹھ گئیں اور انھوں نے اسے چھیڑنا شروع کیا۔ لیکن وہ غمزدہ تھی۔ اس کا دل ٹوٹ چکا تھا۔ اس لئے اسے مذاق اچھا نہ معلوم ہوا اور اس نے مذاق کرنے سے روک دیا۔

اسے افسردہ خاطر دیکھ کر کنیزوں نے ناچنا گانا شروع کر دیا۔ لیکن وہ ان سے اکتا گئی۔ اور ناچ وگانا بھی بند کرا دیا۔ کچھ دیر بعد وہ رفع حاجت کا بہانہ کر کے کوچ پر جا پڑی۔ اور تھوڑی دیر لڑکیاں اور کنیزیں بیٹھ کر چلی گئیں۔ آدھی رات تک وہ بے چین ہو کر کروٹیں بدلتی رہی۔ آخر آدھی رات کے بعد سو گئی۔

صبح اٹھتے ہی ضروریات سے فراغت کر کے پھر یہ لشکر روانہ ہوا۔ دوپہر کے قریب پہاڑ آگیا اور یہ لوگ اس پر چڑھ کر اسے عبور کرنے لگے۔ سارا دن چلتے رہنے کے بعد وہ لوگ پہاڑ سے نیچے اترے چونکہ اب دن چھپنے والا تھا اس لئے انھوں نے پہاڑ کے دامن میں اس کی چٹان کے نیچے قیام کر دیا۔

شہزادی کے خیمے چٹان کے برابر نصب کئے گئے اور لڑکیوں کے اس کے برابر میں اور لشکر ان سے آگے کھلے ہوئے میدان میں خیمہ زن ہوا۔ آج بھی میرونہ کھانا کھا کر سویرے ہی کوچ پر جا پڑی۔ لڑکیاں اور کنیزیں کل کی طرح آکر جلد ہی چلی گئیں۔

دراصل وہ بے حد غمگین تھی اور بڑھاپا اوپر سے کچھ بھی نہ کرنے دیتا تھا۔ وہ کوچ پر پڑی ہوئی کروٹیں بدلتی رہی۔ نہ معلوم اسے کیا خیال آیا کہ وہ رونے لگی وہاں کون تھا جو اس غریب کو تسلی دیتا۔ ہاں شمع تھی

جو اس کی طرح جل جل کر گھلی جا رہی تھی۔ اس وقت آدھی رات آگئی تھی خیمہ میں خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ خیمہ سے باہر بھی سکوت طاری تھا تمام سپاہی غفلت کی نیند پڑے سو رہے تھے۔ ابھی میرونہ رو رہی تھی کہ کچھ کھٹکا ہوا اس نے یہ خیال کر کے کہ شاید کوئی کنیز آرہی ہے جلدی سے اپنے آنسو پونچھ ڈالے اور سر سے پیر تک شال لپیٹ کر اس طرح پڑ گئی جیسے وہ سو رہی ہے تھوڑی ہی دیر میں اس نے پیروں کی چاپ سنی۔ اس نے شال ہٹا کر منہ کھولا۔ جونہی اس کی نظر سامنے گئی۔ اس نے تین سیاہ پوشوں کو کھڑے ہوئے دیکھا خوف و دہشت سے۔ اس کا چہرہ فق پڑ گیا۔ گلا خشک ہو گیا۔

تینوں سیاہ پوش لمبے لمبے قد کے تھے۔ یا خوف کی وجہ سے میرونہ کو عام انسانوں سے زیادہ لمبے نظر آئے۔ وہ سیاہ پاجامے اور اونچے اونچے رانوں تک لمبے کوٹ پہنے ہوئے تھے کوٹ کے دامنوں پر کٹاؤ بنے ہوئے تھے۔ چہرے سیاہ نقابوں سے چھپائے ہوئے نہایت خوفناک نظر آرہے تھے۔

میرونہ سہمگیں نظروں سے بے حس و حرکت پڑی ہوئی انہیں دیکھتی رہی دفعتہً انھوں نے تلواریں میانوں سے کھینچیں اور اس کی طرف بڑھے میرونہ اس نظارہ کو دیکھنے کی تاب نہ لا سکی۔ وہ کانپنے لگی۔ اس نے چیخیں مارنا چاہیں۔ لیکن گلا خشک ہو چکا تھا۔ چیخ نہ نکل سکی۔ جونہی سیاہ نقاب پوش بھوت اس کے اور قریب پہنچے وہ فرط خوف و دہشت سے بے ہوش ہو گئی۔

دسواں باب

خون آرزو

یانس کو میرونہ سے غائبانہ محبت ہوگئی تھی اس لئے اس کے آنے کا اسقدر انتظار تھا کہ ایک ایک گھڑی گن گن کر کاٹ رہا تھا۔ کسی کام میں اس کا دل نہ لگتا تھا۔ وہ روزانہ شام کے وقت استوار کے راستہ پر دور تک جاتا رہا اور جب بالکل ہی دن چھپنے لگتا تب لوٹ آتا۔

اس نے منادی کے ذریعہ سے اپنی تمام رعایا کو بتا دیا کہ شہزادی میرونہ اس کے شبستانِ حرم کو آباد کرنے کے لئے آرہی ہے۔ چونکہ شہزادی کے حسن و جمال کا ہر شخص نے شہرہ سن رکھا تھا۔ اس لئے سب اسے دیکھنے کے لئے بیچین ہو رہے تھے۔ ایک روز جبکہ چھ گھڑی دن باقی رہ گیا تھا یانس بھی سو سوا سو سواروں کے ایک دستے کے قلعہ سے باہر نکلا اور استوار کیطرف چلا ابھی وہ تھوڑی ہی دور گیا تھا کہ اس طرف سے ایک عیسائی سوار آتا ہوا ملا اس نے نہایت ادب سے بادشاہ کو سلام کیا اور کہا۔ جہاں پناہ! استوار کیطرف سے لشکر آرہا ہے۔

یانس اس نوید روح پرور کو سن کر بہت خوش ہوا۔ اس نے جوش مسرت سے خوش ہوتے ہوئے کہا کیا شہزادی میرونہ آرہی ہے۔

سوار:۔ جی ہاں۔

یانس:۔ آج جس قدر بھی میں اور میری رعایا خوش ہوں وہ کم ہے۔ میرونہ حسن کی ملکہ ہے۔ حوروں جیسی نزاکت کی مالک ہے۔ اسکے جمال جہاں آرا کی

شہرت سارے زمانہ میں ہے۔

اس نے سوار سے مخاطب ہو کر دریافت کیا تو نے شہزادی کو دیکھا ہے سوار نے جھک کر جواب دیا۔ نہیں حضور!

یانس:۔ شاید اس نے اپنے چاند سے چہرے پر نقاب ڈال رکھا ہوگا۔

سوار:۔ میں نہیں کہہ سکتا۔

یانس:۔ شاید تجھ اس کے سامنے جانے کی جرات نہیں ہوئی۔

سوار:۔ عالی جاہ! یہ بات تو دنیا جانتی ہے کہ شہزادی پیکر حسن و جمال ہے اس کے روئے منور کے سامنے چودھویں رات کے چاند کی بھی کوئی حقیقت نہیں ہے

یانس:۔ تو سچ کہہ رہا ہے۔

سوار:۔ میں انھیں دیکھنے کی جرات ہی نہیں کر سکتا تھا۔ میں تو.....

یانس نے جلدی سے قطعہ کلام کرتے ہوئے کہا۔ تو تو۔

سوار:۔ لشکر کو دور سے آتا ہوا دیکھ کر حضور کو اطلاع کرنے کے لئے دوڑا چلا آیا

یانس:۔ تو نے نہایت اچھا کیا یہ۔ شاید تو بھی روزانہ میری طرح قلعہ سے نکل کر اسے دیکھنے کے لئے آیا کرتا تھا۔

سوار:۔ جی ہاں!

یانس:۔ کس لئے؟

اس کے چہرہ سے کچھ برہمی کے آثار نمودار ہوئے اس برہمی میں رشک و رقابت کی جھلک پائی جاتی تھی۔ سوار نے اس کا چہرہ دیکھ کر سمجھ لیا کہ بادشاہ ناخوش ہوگیا ہے۔ اس نے کہا۔ جہاں پناہ! اسلئے کہ چاہتا تھا کہ شہزادی صاحبہ کے آنے کی اطلاع پہلے میں حضور کو دوں اور اس صلہ میں انعام کا مستحق ہو جاؤں

یانس سمجھا تھا کہ وہ شہزادی کے حسن و جمال کا شہرہ سن کر اسے دیکھنے کے لئے آیا کرتا تھا اسی وجہ سے وہ ناخوش ہو گیا تھا۔ مگر جب سوار نے انعام لینے کی بابت کہا تب اس کا اطمینان ہو گیا۔ اس نے خوش ہو کر کہا۔ تجھے انعام دیا جائے گا۔

اب وہ اپنے سپاہیوں کی طرف مخاطب ہو کر بولا۔ تم میں سے پانچ سو سوار دوڑ جائیں اور قلعہ میں منادی کرا دیں کہ شہزادی میرونہ آ گئی ہے۔ اس کا استقبال کرنے کے لئے سب لوگ قلعہ سے باہر نکل آئیں۔

فوراً پانچسو سوار لوٹے اور گھوڑے دوڑا کر قلعہ کے اندر پہنچے انھوں نے جاتے ہی شہزادی کے آنے کی منادی کرا دی۔ اس منادی کو سنتے ہی لوگ جوق در جوق اس کے استقبال کے لئے قلعہ سے باہر نکلنے لگے۔ سواروں کے رسالے بھی مسلح ہو کر نکلے اور دور تک راستے کے دونوں کناروں پر کھڑے ہوتے چلے گئے۔ ان کے پیچھے عوام قطار در قطار پھیلتے گئے۔ تھوڑی ہی دیر میں قلعہ کے سامنے والے میدان میں انسانوں کا متحرک سمندر نظر آنے لگا۔

یانس ابھی تک اسی جگہ کھڑا تھا جہاں سوار اس سے ملا تھا۔ وہ اسوار کی طرف دیکھ رہا تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں اس طرف سے غبار اڑتا نظر آیا۔ وہ اس غبار کو دیکھ کر بڑا خوش ہوا۔ لشکر اور عوام الناس کے ساتھ نقیبں اور پادری بھی آئے تھے اور یہ مقدس مذہبی جماعت قلعہ کے دروازے کے قریب ہی آ کھڑی ہوئی تھی ان سب کی نگاہیں غبار کی طرف لگی ہوئی تھیں۔ سب شہزادی کو دیکھنے کے اشتیاق میں گردنیں اٹھائے دیکھ رہے تھے۔ غبار دمبدم بڑھتا چلا آ رہا تھا۔ شوق ملاقات

سے یانس کا دل اس کے سینے میں اچھل رہا تھا۔

تھوڑی دیر میں غبار کا دامن چاک ہوا اور سوار آتے ہوئے نظر آئے چونکہ سب سے آگے یانس اور اس کے سوار تھے اس لئے آنے والے سواروں کو سب سے پہلے انھوں نے ہی دیکھا۔ وہ سواروں کو دیکھ کر حیران و ششدر رہ گئے۔ یہ عیسائی سوار نہیں تھے۔ بلکہ عربی شیر تھے غازیان اسلام پرجوش مجاہدین۔

انھیں دیکھتے ہی یانس اور اس کے سواروں کے دل ڈوب گئے شہزادی کے آنے کی ساری مسرت خاک میں مل گئی۔ یانس کی آرزوؤں کا خون ہو گیا وہ سوار جو لشکر کے آنے کی خبر لایا تھا۔ یانس نے بگڑنے کی شان سے اس سے کہا۔ کمبخت تو تو کہتا تھا کہ شہزادی میرونہ آ رہی ہے۔

سوار شرمندہ اور خوفزدہ معلوم ہو رہا تھا۔ اس نے کہا۔ عالی جاہ! میں نے دور سے اس لشکر کو آتے ہوئے دیکھا اور یہ سمجھ کر کہ شہزادی صاحبہ تشریف لا رہی ہیں۔ حضور کو اطلاع کرنے کے لئے دوڑا چلا آیا۔

یانس نے غصہ میں بھر کر کہا۔ شریر شیطان! تو مجھے دھوکہ دینے کے لئے آیا تھا معلوم ہوتا ہے کہ تو مسلمانوں سے ملا ہوا ہے۔ دیکھ تجھے کیسی سخت سزا دیتا ہوں۔ اس نے سپاہیوں کی طرف دیکھ کر کہا۔ اس بدمعاش کو گرفتار کر لو۔ سوار یہ سنتے ہی کانپ گیا۔ دو سواروں نے بڑھ کر اسے گرفتار کر لیا۔

شیران اسلام بڑھے چلے آ رہے تھے۔ اسلامی لشکر دور تک پھیلا ہوا تھا۔ چونکہ اب وہ صاف طور پر نظر آنے لگے تھے۔ اس لئے ہر شخص نے انھیں دیکھ لیا تھا۔ تمام لوگ انھیں دیکھ کر گھبرا گئے سب سے پہلے پادری

اور نہیں خاموشی سے بھاگ کر قلعہ کے اندر جا گھسے۔ ان کے جاتے ہی عوام الناس خوفزدہ ہو کر چل دیئے۔ اور قلعہ کی طرف بھاگے چونکہ وہ دور تک پھیلے ہوئے تھے اس لئے ہر طرف افراتفری پھیل گئی۔ ان کے بدحواس ہو کر بھاگنے کی وجہ سے سواروں کے حوصلے بھی پست ہو گئے اور انھوں نے بھی بھاگنا چاہا۔ لیکن ابھی تک یانس نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ یہ کمبخت کہاں سے آئے اگر میرا بس چلتا تو ان میں ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑتا اگر یہ دو چار دن بعد اس وقت آتے جب میری محبوبہ میرونہ آ لیتی تو ان کا آنا اس قدر شاق نہ گزرتا جس قدر اب گزرا۔ مگر یہ پورے شیطان ہیں۔ جس وقت اور جہاں دیکھو موجود! مردست ان سے لڑنا بھی ٹھیک نہیں ہے واپس ہی چلنا چاہئے۔ یہ کہتے ہی واپس لوٹا اسکے ساتھ ہی سوار بھی لوٹ پڑے عام لوگ ابھی تک بھاگ بھاگ کر قلعہ میں گھس رہے تھے۔ چونکہ ان کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ اس لئے دروازہ ان سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ یانس دروازہ کے پاس کھڑا انھیں بھاگ بھاگ کر قلعہ کے اندر جاتے دیکھ رہا تھا۔ چونکہ وہ خود بھی جلد سے جلد قلعہ میں داخل ہونا چاہتا تھا۔ لیکن راستہ رکا ہوا تھا۔ عام لوگ بڑی بدحواسی سے بھاگ بھاگ کر گھس رہے تھے۔ اس لئے ابھی اسے راستہ نہ ملا تھا نہ ابھی کچھ دیر راستہ ملنے کی توقع تھی اسے اندیشہ تھا کہ کہیں مسلمان آتے ہی حملہ نہ کر دیں۔ اس لئے وہ کبھی قلعہ میں داخل ہونے والوں کو اور کبھی پھر کر مسلمانوں کو دیکھ رہا تھا۔ جب زیادہ دیر ہو گئی تو اس نے کہا۔

یہ کمبخت قلعہ کے اندر رہنے والے بھی سارے باہر نکل آئے۔ بدبختوں نے یہ نہ سوچا کہ پہلے تحقیق تو کر لیں۔ سب بیوقوف ہیں یہ!

اسے تو غصہ آ رہا تھا۔ مسلمانوں پر۔ لیکن ان پر تو اس کا کچھ بس نہ چل سکتا تھا۔ اس لئے اوروں کو برا بھلا کہہ رہا تھا۔ آخر خدا خدا کر کے راستہ صاف ہوا اب وہ جلدی سے قلعہ میں داخل ہوا اس کے بعد ہی سارا لشکر بھی آ گیا۔ قلعہ کا پھاٹک بند کرا دیا گیا وہ لشکر فصیل کے اوپر پہنچ کر چاروں طرف پھیل گیا۔ یانس بھی دروازہ کے اوپر والے برج میں کھڑا ہو کر دیکھنے لگا۔ اسلامی لشکر کچھ دور آ کر فصیل سے ذرا فاصلہ پر رک گیا۔ مجاہدین اسلام میدان میں پھیل گئے۔ اور جلد جلد خیمے نصب کرنے لگے۔

ان کے آنے اور خیمہ زن ہونے میں اتنی دیر لگ گئی کہ دن چھپ گیا۔ دن چھپتے ہی اسلامی لشکر میں سے اذان کی آواز بلند ہوئی۔ یانس اور اس طرف کھڑے ہونے والے سپاہیوں نے سنا انھیں خدا کا نام پکارا جانا اور اس کی بڑائی و پاک اور یکتائی کی اس طرح تعریف کرنا بہت برا معلوم ہوا لیکن وہ کچھ نہ کر سکتے تھے۔ فصیل اور برجوں میں کھڑے مسلمانوں کی حرکات کو دیکھ رہے تھے۔

اذان کے بعد مسلمانوں نے قلعہ کے سامنے والے میدان میں جمع ہو کر نماز پڑھی اور نماز پڑھ کر کھانا تیار کرنے میں مصروف ہو گئے یانس بھی سپاہیوں کو مستعدی سے پہرہ دینے کی ہدایت کر کے واپس لوٹا اور قصر میں داخل ہو کر اپنے کمرہ میں آیا اور سر پکڑ کر کوچ پر بیٹھ گیا

گیارہواں باب

کشش محبت

میرونہ سیاہ پوشوں کو اپنی طرف بڑھتے ہوئے دیکھ کر فرط خوف و دہشت سے بیہوش ہو گئی تھی۔ وہ سیاہ شال اوڑھے ہوئے تھی جو سینہ تک آکر رہ گئی تھی۔ اس کا چاند سا منھ کھلا ہوا تھا اگرچہ بیہوشی کی وجہ سے چہرے کا گلابی رنگ اڑ گیا تھا۔ لیکن وہ اب بھی حسین معلوم ہو رہی تھی اور سیاہ شال اوڑھنے کی وجہ سے اس کا چہرہ اور بھی چمک رہا تھا۔ تینوں سیاہ پوش اس کے قریب آکر کھڑے ہوئے ان میں سے ایک نے کہا۔ یہ وہ فتنہ روزگار ہے۔ جس کی نگاہ ناز نے ہمیں بسمل کر رکھا ہے۔ اچھا اسے اٹھاؤ اور خاموشی سے لے چلو بغیر کچھ کہے اور کچھ بولے ہوئے دو آدمی اس کے اوپر جھک گئے۔ اور انھوں نے اسے اسی شال میں جو وہ اوڑھے ہوئے تھی لپیٹ کر نہایت آہستہ سے اٹھایا۔ ان میں سے ایک اس کو گود میں لے کر اس کا سر اپنے شانہ پر رکھ کر اور بائیں ہاتھ سے اسے پکڑ کر داہنے میں تلوار لے کر چلا۔ باقی دو میں سے ایک اس کے آگے اور دوسرا پیچھے ہوا۔ اور یہ تینوں اشخاص اس آہستگی کے ساتھ جس طرف سے آئے تھے دبے قدموں چلے

آگے والے نے بڑھکر دروازہ کا پردہ اٹھایا اور میرونہ کو اٹھا کر لیجانے والا جھک کر باہر نکل گیا۔ اس کے جاتے ہی یہ دونوں پھر خیمے میں آئے اور انھوں نے وہ تمام زیورات اٹھائے جو شہزادی نے سونے سے پہلے اتار

کر کوچ پر رکھ دیئے تھے۔ اور جو شمع کی روشنی میں جگمگا رہے تھے۔

زیورات لے کر یہ دونوں خیمہ سے باہر آئے۔ یہاں ان کا تیسرا ساتھی ابھی تک کھڑا ان کے آنے کا انتظار کر رہا تھا۔ اس وقت چاند نکل آیا تھا اور چاندنی اچھی طرح پھیل گئی تھی۔ یہ تینوں خیموں کے سایہ میں چاندنی سے بچتے چلے جا رہے تھے۔ چونکہ رات زیادہ آگئی تھی اس لئے خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ اس سکوت کو توڑنے کے لئے کبھی کبھی لشکر کے محافظوں کی آواز آجاتی تھی۔ لیکن ان کی آواز سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ لشکر کے دوسرے کنارے پر ہیں۔ دراصل چونکہ اس طرف اونچی اونچی چٹانیں تھیں اس لئے یہاں پہرہ والوں کی ضرورت نہ سمجھی گئی تھی۔ حالانکہ دانشمندی یہ تھی کہ شہزادی کے خیمے لشکر کے بیچ میں ہی نصب کرائے جاتے۔

یہ سیاہ پوش کچھ دور چل کر درہ میں داخل ہوئے اور اب بے خوفی سے چلنے لگے۔ یہ درہ نہایت مہیب اور تنگ تھا۔ اس کے دونوں طرف اونچی اونچی چٹانیں اٹھتی چلی گئی تھیں۔ یہاں بالکل اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ جب چاند چٹان کے اوپر ہی آجاتا تھا تب اس درہ میں روشنی ہوتی تھی۔

یہ خاموشی سے بڑھے چلے جا رہے تھے۔ کچھ دور چل کر درہ ختم ہوا اور یہ ایک اونچی چٹان پر جا کھڑے ہوئے یہاں چاندنی پھیلی ہوئی تھی ان کے پہنچتے ہی اور بیس پچیس لوگ اسی قسم کا لباس پہنے جیسا کہ یہ پہنے ہوئے تھے۔ پتھروں کے پیچھے سے نکل نکل کر ان کے پاس آگئے۔

ان میں سے ایک نے آتے ہی دریافت کیا کہئے کامیابی ہوئی۔

انمیں سے ایک شخص نے جواب دیا کامیابی کیوں نہ ہوتی۔ جس کام کو

کلیوس کرنا چاہے اور اس میں کامیابی نہ ہو۔ یہ ناممکن ہے۔ اب تینوں نے بھی اپنے نقاب اتار ڈالے۔ یہ تینوں جوان قوی الجثہ انسان تھے ان کی آنکھیں اور ان کے چہرے بتا رہے تھے کہ وہ بیرحم اور سنگدل انسان ہیں۔ جو انسانوں کو مار ڈالنا کوئی بات ہی نہیں سمجھتے۔

ایک شخص نے کہا۔ اگر شہزادی ہاتھ آگئی ہے تو بڑی کامیابی ہوئی۔

کلیوس نے کریہہ آواز سے قہقہہ لگا کر کہا۔ شہزادی ہی کو لایا ہوں تم دیکھ کر اطمینان کر لو نا!

جو شخص میرونہ کو لئے ہوئے تھا۔ اس نے اسے آہستہ سے پتھر پر لٹا دیا تھا۔ سب شہزادی کو دیکھنے کے لئے جھک گئے۔

میرونہ ابھی تک بے ہوش تھی۔ اس کا حسین چہرہ چاندنی میں جگمگا رہا تھا۔ سب اسے دیکھ رہے تھے۔ نہایت غور اور بڑی حیرت سے آخر ان میں سے ایک شخص نے ٹھنڈا سانس بھر کر کہا۔ کیسی پاکیزہ اور نورانی صورت ہے۔

دوسرے نے کہا۔ اور کیسی معصوم۔

تیسرا بولا۔ حور صفت ہے۔

کلیوس نے کہا۔ نہیں..... رشک حور ہے یہ۔ ذرا پیچھے ہٹ جاؤ۔ تاکہ اسے ہوش آجائے۔

سب پیچھے ہٹ کر پتھر پر بیٹھ گئے۔ ایک شخص نے کلیوس سے دریافت کیا۔ حضور یہ بے ہوش کیسے ہو گئیں۔

کلیوس نے جواب دیا۔ غالباً ہمیں دیکھ کر! جب ہم پہنچے ہیں تو یہ جاگ رہی تھی۔

اب یہ لوگ دور سے بیٹھے ہوئے نازآفریں میرونہ کو دیکھ رہے تھے۔

کلیوس ذرا اس کے قریب بیٹھا اس کے روئے منور کو دیکھ رہا تھا تھوڑی دیر کے بعد میرونہ نے آنکھیں کھولدیں۔ اور گھبرائی ہوئی نظروں سے ادھر ادھر دیکھا اور چہروں سے گزر کر جب اس کی نگاہ کلیوس پر پڑی تو وہ پھر مبہم اور سہمگیں نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

کلیوس اسے ہوش میں دیکھ کر بہت خوش ہوا اس نے ذرا اور بڑھ کر کہا۔ شہزادی میرونہ نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ اسے خوفزدہ نظروں سے دیکھتی رہی۔

کلیوس نے پھر کہا۔ تم نے مجھے پہچانا شہزادی!

میرونہ نے کچھ جرأت کر کے کہا۔ نہیں۔

کلیوس:۔ شاید تم مجھے بھول گئیں۔ میں بولص کا بیٹا ہوں۔ عدم ادائے مالگزاری میں مجھے گرفتار کر کے جب تمہارے والد کے سامنے پیش کیا گیا اور انھوں نے میری تمام جائداد ضبط کر کے مجھے قید خانہ بھیجنے کا حکم دیا۔ تب تم نے بادشاہ سے میری سفارش کی تھی۔ اور تمہاری سفارش پر مجھے جلا وطن کر دیا گیا تھا۔

کلیوس کی گفتگو سے میرونہ نے یہ اندازہ لگایا کہ وہ اس کا بدخواہ نہیں ہے اس خیال سے اس کا خوف کچھ کم ہونے لگا۔ اس نے کہا۔ ہاں مجھے یاد آگیا۔ یہ شاید ایک سال کی بات ہے۔

کلیوس:۔ جی ہاں۔

میرونہ:۔ اب تم کہاں رہتے ہو۔

کلیوس:۔ پہاڑوں کے غاروں میں!

میرونہ نے حیرت سے اس کی طرف دیکھ کر دریافت کیا۔ کیوں؟

کلیوس:۔ اور میرے لئے کہاں جگہ ہے؟

میرونہ:۔ شہر میں!

کلیوس:۔ اس قابل کہاں رہا ہوں میں!

میرونہ:۔ میں بادشاہ سے سفارش کر کے تمہارا سب سامان واپس دلا دوں گی

کلیوس:۔ اب اس کی ضرورت نہیں رہی ہے!

میرونہ:۔ کیوں؟

کلیوس:۔ اس لئے کہ میرے پاس بے حد دولت جمع ہو گئی ہے۔

اب میرونہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اس نے حیرت بھری نظروں سے اسے دیکھ کر کہا دولت کہاں سے آ گئی تمہارے پاس۔

کلیوس:۔ میں نے قوت بازو سے حاصل کی ہے۔

میرونہ:۔ کس طرح؟

کلیوس:۔ میں ڈاکوؤں کا سردار بن گیا ہوں۔

میرونہ نے خوف اور حیرت بھری نظروں سے اسے دیکھ کر کہا۔ ڈاکو بن گئے ..... کیا شریفوں کے لئے یہ پیشہ اختیار کرنا مناسب ہے۔

کلیوس:۔ کیوں نہیں۔ بادشاہ بھی ڈاکو ہی ہیں۔ وہ غریب رعایا کے مال پر ڈاکے ڈالتے ہیں۔ ہم امیروں کو لوٹتے ہیں۔ انصاف کی نظروں میں دونوں ڈاکو ہیں مگر فرق صرف اتنا ہے کہ وہ مہذب ڈاکو ہیں اور ہمیں غیر مہذب کہا جاتا ہے۔ ہمارے پاس قوت و طاقت نہیں ہے اس لئے ہمیں ڈاکو کہتے ہیں۔ بادشاہوں کے پاس قوت ہے۔ اس لئے انھیں ڈر سے کوئی ڈاکو نہیں کہتا!

میرونہ:۔ تم شاید مجھے بھی اس لئے اٹھا لائے ہو کہ مجھے گرفتار رکھ کر بادشاہ

سے میرے بدلے میں کافی رقم طلب کرو۔

کلیوس:۔ نہیں! میں تمہیں اس لئے لایا ہوں کہ جو دولت میں نے جمع کی ہے تم اس میں برابر کی حصہ دار بن جاؤ۔

میرونہ نے حیرت بھری نظروں سے اسے دیکھ کر کہا اس سے کیا مطلب ہے تمہارا؟

کلیوس نے اس کے چاند سے چہرے کی طرف دیکھ کر کہا۔ میں تمہیں اپنا شریک حیات بنانا چاہتا ہوں۔

میرونہ چونک پڑی۔ اسنے کہا تم ..... نہیں ایسا خیال ہی دل میں نہ لاؤ۔

کلیوس:۔ بت بے مہر میں نے جب سے تمہیں دیکھا تھا۔ تم پر فریفتہ ہو گیا تھا۔ مجھے کل معلوم ہوا کہ تم تھاج جا رہی ہو۔ میں پیچھے لگ گیا۔ اور آج تمہیں اٹھا لایا۔

میرونہ سخت عمزدہ ہو گئی۔ اس نے آنکھوں میں آنسو بھر کر کہا۔ خدا کے لئے مجھے چھوڑ دو۔

کلیوس نے نہایت کریہہ آواز سے قہقہہ لگا کر کہا۔ خدا کے لئے بیوقوف نہ بنو لڑکی ..... خدا ہے کہاں؟ اگر خدا ہوتا تو کیا امیر غریب کو ستا سکتے بادشاہ رعایا کو لوٹتے؟

میرونہ نے تعجب غصہ اور خوف بھری نگاہوں سے اسے دیکھ کر کہا۔ تم ڈاکو بن کر عیسائیت سے بھی منحرف ہو گئے ہو۔

کلیوس:۔ عیسائیوں میں مذہب باقی ہی کہاں ہے۔ امیر، وزیر، بادشاہ پادری غرض یہ کہ سب عیش و عشرت میں ڈوب گئے ہیں بھولی شہزادی۔ ان باتوں کو بھول جاؤ۔ آؤ اب تم میرے ساتھ چلو۔

میرونہ نے جرات کر کے کہا۔ میں تمہارے ساتھ نہیں جا سکتی۔
کلیوس نے سنجیدگی سے کہا فضول ضد کرنے سے کیا فائدہ۔ تم تنہا ہو ہم بیس آدمی ہیں۔ تمہارے لئے مدد نہیں آسکتی خوشی سے چلو گی جب اور ناخوشی سے چلو گی جب۔ آخر تو چلنا ہی پڑے گا۔
میرونہ نے جوش میں آکر کہا۔ میں نہیں جا سکتی۔ کبھی نہیں جا سکتی۔
کلیوس!۔ جب تو زبردستی کرنی پڑے گی۔
اس نے اپنے سپاہیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ اسے اٹھا کر لے چلو۔ دو تین ڈاکو بڑھے۔ میرونہ تڑپ کر کھڑی ہو گئی۔ اس نے کہا۔ آہ! ایسا ظلم نہ کرو۔ لیکن وہ ایسی بات کیوں سننے لگے تھے۔ ڈاکوؤں نے بڑھکر اسے پکڑا۔ اور ایک نے ان میں سے اپنی گود میں اٹھالیا۔ میرونہ تڑپی تلملائی مگر کچھ نہ ہو سکا۔ باوجود ہزار کوشش کرنے کے بھی وہ اس کی آغوش سے نہ نکل سکی۔ اس نے مجبور ہو کر بلند آواز سے پکارا۔ قیس! قیس!! اس کی آواز فضا میں گونجی۔ چٹانوں سے ٹکرائی اور خاموشی میں جذب ہو کر رہ گئی۔ ڈاکو اسے اٹھا کر لے چلے۔ کلیوس بھی ہمراہ ہو لیا۔ کچھ دور چل کر میرونہ نے پھر کہا۔ آہ قیس!
دفعتہً بھاری قدموں کی آواز آئی۔ ڈاکو حیران ہو کر دیکھنے لگے۔ انھیں دو آدمی بھاگ کر ان کی طرف آتے نظر آئے۔ وہ حیران رہ گئے۔ جب آنے والے قریب آگئے۔ تو ان میں سے ایک نے کہا۔ خبردار!
اب میرونہ نے زور کیا۔ ادھر ڈاکو حیرت زدہ ہو رہا تھا۔ اسی وقت وہ اس کی گرفت سے نکل گئی۔ قبل اس کے کہ ڈاکو اسے پھر پکڑتے وہ تیزی سے بھاگ کر آنے والوں کے پاس پہنچی اور ان میں سے ایک شخص کے شانہ سے

سر لگا کر بولی۔ آہ! قیس! تمہارا شکریہ۔ ہزار بار شکریہ۔
یہ قیس ہی تھا اسنے اسکی کمر میں ہاتھ ڈال کر کہا۔ نہ گھبراؤ میرونہ میں آگیا۔
میرونہ لمبے لمبے سانس لینے لگی۔ یہ کشش محبت تھی۔ جو قیس کو کھینچ کر پہاڑ کے اوپر لے آئی تھی۔

بارہواں باب

جوش شجاعت

جب کلیوس اور اسکے ساتھیوں کی حیرت دور ہوئی اور انہوں نے قیس اور ان کے غلام کو دیکھا تو انہیں اس مداخلت بے جا پر غصہ آنا شروع ہوا۔ لیکن کلیوس نے جب میرونہ کو قیس کے شانے سے لگے کھڑے دیکھا تو وہ رشک رقابت سے جل بھن کر رہ گیا۔ اسنے غیظ و غضب سے بھر کر تلوار کھینچی اور غضبناک ہو کر کہا۔
او اجل رسیدہ عرب! زندگی چاہتے ہو تو اس لڑکی کو چھوڑ کر فوراً چلے جاؤ
قیس نے کہا۔ تم عربوں سے واقف نہیں ہو۔ ہم مظلوم کی حمایت کیا کرتے ہیں۔ اس لڑکی کو تم اور تمہارے ساتھی بغیر اسکی مرضی کے لیجانا چاہتے ہیں۔ میں تم سے انسانیت کے نام پر اپیل کرتا ہوں کہ اسے چھوڑ دو۔
کلیوس نے قہقہہ لگا کر کہا۔ خوب اپیل کرتے ہو تم انسانیت شرافت اور مذہب کچھ نہیں۔ اصل چیز طاقت ہے۔
قیس! تم بھولتے ہو۔ جب دنیا سے انسانیت شرافت مذہب مٹ جائیں گے تو خدا کی مخلوق خدا کی ہستی سے منکر ہو جائے گی اور جب خدا کا خوف دلوں سے دور ہو جائے گا تو دنیا کا نظام بھی قائم

نہیں رہے گا ظلم و ستم اور فسق فجور کا دور دورہ ہو جائے گا۔ ہر طاقتور کمزور کو پیس ڈالے گا۔

کلیوس:۔ اب بھی یہی ہو رہا ہے۔

قیس:۔ اسی لئے خدا نے اسلام کو نئی شان سے بھیجا ہے۔ مسلمان خدا کے سامنے اس کے مغرور بندوں کا سر جھکانے کے لئے سربکف ہوئے ہیں۔

کلیوس:۔ مسلمان ساری دنیا کا انتظام ہرگز نہ کر سکیں گے۔

قیس:۔ مسلمانوں پر خدا کا ہاتھ ہے۔ خدا ان کی مدد کر رہا ہے۔ تم جانتے ہو گے کہ عرب بت پرست تھے۔ ہر قبیلہ، ہر خاندان بلکہ خاندان کے ہر فرد کا خدا جدا جدا تھا۔ دنیا بھر کے عیوب ہم میں موجود تھے۔ لیکن جس وقت باعث تخلیق عالم فخر بنی آدم محبوب خدا حضرت محمد مصطفےٰ نبی ہوئے۔ اور انھوں نے خدا پرستی کی تبلیغ کی تو سارا عرب ان کا دشمن ہو گیا۔ ان پر انتہائی مظالم کئے گئے۔ مگر خدا ان کے ساتھ تھا۔ اس لئے ان کی فتح ہوئی اور تمام عرب مسلمان ہو گیا۔ صرف ایک مقدس و محترم ہستی نے عربوں جیسے کڑے اور سنگدل لوگوں کو نرم بنا دیا۔ اب مسلمان دنیا کو خدا پرستی کی تعلیم دینے ظلم فسق لامذہبیت اور عزت پرستی کو دور کرنے کے لئے نکلے ہیں ناممکن ہے کہ کامیاب نہ ہوں۔

کلیوس:۔ میں ان باتوں کو سننے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ تم اس لڑکی کو چھوڑ دو ورنہ قتل کر ڈالے جاؤ گے۔

قیس:۔ مظلوم کی حمایت کرنا مسلمانوں کا فرض ہے جب تک ہم دونوں زندہ ہیں۔ تم اس لڑکی کو نہیں لے جا سکتے۔

کلیوس:۔ خوب تم جان دینا ہی چاہتے ہو تو دو۔

اب اس نے اپنے ہمراہیوں سے مخاطب ہو کر کہا۔ کیا دیکھتے ہو ان دونوں

کا سر اڑا دو۔ یہ سنتے ہی تمام ڈاکوؤں نے تلواریں کھینچ لیں۔ قیس نے آہستہ سے میرونہ کو الگ کیا اور تلوار میان سے کھینچ کر شیر کی طرح کھڑے ہو گئے فوراً ہی غلام نے بھی تلوار نکال کر ہاتھ میں لے لی۔ میرونہ ایک طرف کھڑی ہو گئی ڈاکوؤں نے بڑھ کر حملہ کیا۔ دونوں نے ڈھالوں پر ان کے وار روکے اور فوراً ہی خود بھی حملہ کر دیا۔

جنگ شروع ہو گئی۔ صاف و شفاف تلواریں چاندنی میں جگمگاتی بجلیاں برساتی اٹھ اٹھ کر جھکنے لگیں۔ چونکہ ڈاکوؤں کو اندیشہ تھا کہ اگر شور بلند ہوا تو شہزادی کے لشکری دوڑ پڑیں گے پھر ان کا بچنا محال ہو جائے گا۔ اسلئے وہ چپ چاپ لڑ رہے تھے دونوں مسلمان بھی خاموشی سے جنگ کر رہے تھے۔ ڈاکوؤں کا خیال تھا کہ وہ بہت جلد ان دونوں کو مغلوب کر لیں گے کیونکہ وہ صرف دو ہی تھے یہ بیس۔ لیکن جب جنگ شروع ہوئی تو وہ سمجھ گئے کہ مسلمان آسانی سے ان کے قابو میں نہ آئیں گے۔ قیس اور ان کا غلام نہایت پھرتی سے جھپٹ جھپٹ کر حملے کر رہے تھے جب وہ کسی شخص پر حملہ کرتے تو وہ دور تک پیچھے ہٹ جاتا اس کے ہٹتے ہی وہ دوسرے پر ٹوٹ پڑتے۔ ڈاکو پھر ڈاکو تھے نہایت ہوشیاری اور بڑی ترکیب سے لڑ رہے تھے۔ وہ ان دونوں کو تھکا کر زیر کرنا یا مار ڈالنا چاہتے تھے اس لئے وہ دور ہی سے انھیں قتل کرنے کی دھمکیاں دے رہے تھے۔ پاس آ کر حملہ نہ کرتے تھے۔ اور جب یہ دونوں بڑھ کر ان پر حملہ کرتے تو وہ دوڑ کر پیچھے ہٹ جاتے۔ قیس ان کی چال کو سمجھ گئے۔ انھوں نے اپنے غلام کو بھی بڑھ بڑھ کر حملے کرنے سے روک دیا اور دونوں میرونہ کے قریب کھڑے ہو گئے۔

اب ڈاکوؤں نے بڑھ کر ان پر حملہ کیا یہ دونوں جوش و غضب میں بھرے ہوئے تھے ہی۔ انھوں نے جھپٹ کر جلدی جلدی حملے کر کے دو ڈاکوؤں کو قتل کر ڈالا۔ جب سے جنگ شروع ہوئی تھی اس وقت سے اب تک صرف یہ دو ہی آدمی مارے گئے تھے۔ ان کے مارے جانے سے ڈاکوؤں کو بڑا غصہ آیا۔ انھوں نے جوش میں آ کر پھر حملہ کیا اور ایک ساتھ اٹھارہ تلواریں ان دونوں پر پڑیں۔ مگر وہ دونوں غضب کے پھرتیلے اور فنون جنگ کے ماہر تھے انھوں نے نہایت ہوشیاری سے ان کی تلواریں روکیں اور جھپٹ کر خود بھی حملے کر کے دو اور ڈاکوؤں کو مار ڈالا۔

اب کلیوس اور تمام ڈاکو جوش و غضب سے دیوانے ہو گئے۔ وہ ان کے چاروں طرف چھا گئے۔ اور ہر طرف سے ان پر حملے کرنے لگے۔ قیس اور ان کے غلام نے اپنی پشتیں ایک دوسرے سے ملا کر نہایت استقلال اور جوش سے لڑنا شروع کر دیا اس وقت تک سترہ ڈاکو مارے جا چکے تھے اور چار زخمی ہو کر پتھروں پر پڑے تڑپ رہے تھے۔ صرف نو باقی رہ گئے تھے جو کہ بڑے جوش سے لڑ رہے تھے ظاہر ہے کہ دو کا اور نو کا بھی کیا مقابلہ پھر ایسی حالت میں جبکہ دونوں عرصہ تک لڑنے اور سترہ آدمیوں کو قتل کرنے کی وجہ سے تھک کر چور ہو گئے ہوں۔ لیکن وہ مسلمان تھے اور مسلمان زندگی کی آخری سانس تک بھی لڑائی سے منہ نہیں پھیرتا۔ وہ مر جاتا ہے لیکن میدان جنگ سے بھاگتا نہیں۔ اور کیسے بھاگے۔ خدا کا حکم ہے کہ میدان جنگ سے پیٹھ پھیر کر نہ بھاگو اگر ایسا کرو گے تو خدا کے غضب میں گرفتار ہو جاؤ گے۔ باری تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے اس کا ترجمہ ذیل میں دیا جاتا ہے ملاحظہ فرمائیں۔

"اے لوگو! جو ایمان لائے ہو تو جب تم کافروں سے لڑنے جاؤ تو پیٹھ نہ پھیرو اور جو کوئی پشت پھیرے سوائے اس کے کہ وہ لڑائی کی حرکت کرتا ہو یا مسلمان کی جماعت سے ملنا چاہتا ہو تو خدا اس سے خفا ہو گا اور وہ دوزخ میں ڈالا جائے گا۔"

خدا کے اس صاف اور صریح حکم کے ہوتے ہوئے کون بدبخت مسلمان ایسا ہے جو لڑائی سے بھاگ کر خدا کا غضب مول لے دونوں مسلمان اب بھی لڑ رہے تھے انھوں نے خود شہید ہو جانے یا دشمنوں کو مار ڈالنے کا ارادہ کر لیا تھا۔

ڈاکوؤں پر ہر طرف سے حملے ہو رہے تھے اور وہ ان کے حملے روک رہے تھے۔ کبھی کبھی خود بھی بڑھ کر حملے کر دیتے تھے۔ مگر تیز چھٹنے اور زیادہ دور تک دوڑنے کی طاقت نہ رہی تھی۔ اس لئے ایک ہی جگہ کھڑے ہوئے لڑ رہے تھے۔

ایک مرتبہ کلیوس نے بڑھ کر قیس پر حملہ کیا قیس نے اس کا حملہ روک کر خود بھی اس پر حملہ کر دیا۔ کلیوس نے ٹوٹی ہوئی ڈھال اس کے سامنے کر دی۔ قیس کی تلوار نے اس کی ڈھال پھاڑ ڈالی۔ کلیوس خوف سے لرز اٹھا۔ ساتھ ہی قیس نے دوسرا حملہ کیا۔ کلیوس نے دریدہ ڈھال سامنے کر دی۔

قیس کی تلوار ڈھال کے شگاف میں سے گزر کر اس کی انگلیوں پر پڑی فوراً تین انگلیاں اڑ گئیں وہ اس تھوڑے سے زخم کی شدت درد سے چلا اٹھا۔ اور پیچھا پھیر کر بھاگا۔ ادھر غلام نے ایک ڈاکو زخمی کر دیا۔ اور وہ گر کر تڑپنے لگا۔ یہ کیفیت دیکھ کر باقی جو ڈاکو رہ گئے تھے ان پر ہراس

طاری ہوگیا اور وہ بے تحاشہ بھاگ کھڑے ہوئے ان کے بھاگتے ہی قیس اور غلام دونوں ان کے پیچھے دوڑے لیکن وہ چٹانوں کے پیچھے جا کر ایسے غائب ہوئے کہ ان کا پتہ تک بھی نہ چلا۔ اب قیس اور غلام دونوں تلواروں کو صاف کرتے ہوئے واپس لوٹ پڑے اور جس طرف میرونہ کھڑی تھی اس طرف بڑھنے لگے۔

تیرہواں باب

شریف عرب

وہ میرونہ کے پاس پہونچے تو وہ اب بھی پتھر پر کھڑی انکے آنے کا انتظار کر رہی تھی۔ وہ حسین تھی۔ چاندنی میں اس کا چہرہ جگمگا رہا تھا۔ جب قیس اسکے پاس پہنچا تو اس نے مشکورانہ نظروں سے دیکھ کر کہا۔ قیس تمہارا شکریہ تم نے مجھے اس درندہ نما انسان سے بچالیا۔

قیس اس کے سامنے کھڑا ہو کر اس سیم تن کو دیکھنے لگا۔ غلام ایکطرف چٹان پر اطمینان سے بیٹھ گیا۔

میرونہ نے دریافت کیا قیس! اس وقت تم اس چٹان پر کیسے آگئے۔

قیس نے جواب دیا۔ بتاؤں گا۔ پہلے تم یہ بتاؤ کہ یہ کون لوگ تھے اور تمہیں یہاں کیوں لائے تھے۔

میرونہ:۔ یہ ڈاکو تھے۔ میں تھاج جا رہی تھی۔ یہ رات کی تاریکی میں سپاہیوں کی نظروں سے بچ کر میرے خیمے میں گھس آئے تھے۔ میں ڈر خوف سے بیہوش ہوگئی۔ یہ کمبخت مجھے اٹھا کر یہاں لے آئے۔

قیس:۔ چاہتے ہوں گے کہ تم اپنے باپ یا تھاج کے بادشاہ سے اپنی رہائی کے صلہ میں کافی رقم منگوادو۔

میرونہ نے شرمگیں نظروں سے دیکھ کر کہا۔ نہیں وہ یہ نہیں چاہتے تھے۔

قیس نے میرونہ کو دیکھ کر دریافت کیا۔ اور کیا چاہتے تھے۔

میرونہ نے شرمیلے انداز سے کہا۔ وہ مجھے چاہتے تھے۔

قیس نے انتہائی حیرت سے کہا۔ تمہیں چاہتے تھے۔

میرونہ:۔ ان کا سردار استوار کار رہنے والا ہے اس نے مجھے دیکھا تھا اور اس لئے مجھے حاصل کرنے کی فکر میں تھا۔

قیس نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ ذلیل، بدمعاش!

میرونہ:۔ اگر تم نہ آجاتے تو وہ ضرور مجھے لے جاتے!

قیس:۔ مگر تمہارے ساتھ جو لشکر ہے وہ خاموش ہو جاتا۔

میرونہ:۔ اول تو انھیں معلوم ہی نہ ہوتا کہ میں کہاں گئی۔ اور اگر معلوم بھی ہو جاتا تو ڈاکوؤں سے لڑنے کی کبھی جرأت نہ کرتے۔

قیس کو پھر حیرت ہوئی اس نے حیرت بھری نظروں سے میرونہ کو دیکھ کر کہا۔ کیوں جرأت نہ کرتے۔

میرونہ:۔ اس لئے کہ ان ڈاکوؤں سے سب ڈرتے ہیں۔

قیس:۔ لیکن تمہارے والد۔

میرونہ:۔ وہ بھی خاموش ہو جاتے۔

قیس:۔ اور تھاج کا بادشاہ؟

میرونہ:۔ وہ بھی ان سے لڑنے کی جرأت نہ کرتا۔

قیس:۔ کس قدر حیرت کی بات ہے یہ!

میرونہ:۔ تم ان ڈاکوؤں کی طاقت اور قوت سے واقف نہیں ہو۔ اس لئے تعجب کر رہے ہو۔

قیس:۔ ان کی کتنی بھی طاقت ہو لیکن بادشاہ کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

میرونہ:۔ وہ مقابلہ کرتے بھی نہیں۔

قیس:۔ اور کیا کرتے ہیں۔

میرونہ:۔ اچانک رات کو حملہ کر کے لشکر کو پراگندہ کر دیتے ہیں۔ افسروں کو اٹھا کر لے جاتے ہیں۔ اکثر و بیشتر ایسا ہوتا ہے کہ شاہی لشکر ان کی تلاش میں ٹکراتا رہ جاتا ہے اور وہ شہر میں جا کر قتل و غارت گری اور آتشزدگی شروع کر دیتے ہیں۔ عورتوں اور بچوں کو پکڑ لیجاتے ہیں۔ کئی مرتبہ کوشش کی گئی۔ لیکن آج تک کوئی بھی ڈاکوؤں پر قابو حاصل نہیں کر سکا۔

قیس:۔ تعجب ہے۔

میرونہ:۔ ڈاکو جن عورتوں اور بچوں کو جب کبھی پکڑ کر لے گئے ہیں آج تک انھیں رہائی نصیب نہیں ہوئی کوئی نہیں جانتا کہ وہ زندہ بھی ہیں یا مار ڈالے گئے۔

قیس:۔ یہ حکومت کی کمزوری ہے۔

میرونہ:۔ جو کچھ بھی سمجھئے۔ اس ملک میں بادشاہوں کی طاقت سے زیادہ ان کی طاقت مانی جاتی ہے۔

قیس:۔ کیا عجیب ہے کہ یہ ڈاکو اور جمعیت لیکر پھر لوٹ آئیں۔

میرونہ:۔ ضرور آئیں گے۔

قیس:۔ تو یہاں ٹھہرنا خطرناک ہے۔

میرونہ:۔ یقیناً ..... لیکن۔

قیس نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ لیکن کیا!

میرونہ:۔ ان پر تمہاری بہادری کی دھاک بیٹھ گئی ہے جس بہادری سے تم لڑے ہو۔ ایسی دلیری سے آج تک میں نے کسی عیسائی کو لڑتے ہوئے نہیں دیکھا۔

قیس نے محبت بھری نظروں سے دیکھ کر کہا۔ گویا تم مجھے بہادر سمجھنے لگی ہو!

میرونہ:۔ ہاں تم مسلمان ہو۔ مسلمان بہادر ہوتے ہیں۔ تم بھی بہادر ہو۔

قیس:۔ میرونہ، ایک بات بتا دو۔

میرونہ نے قیس کی نگاہوں میں نگاہیں ڈال کر دریافت کیا۔ کیا؟

قیس:۔ تم نے مدد چاہنے کے لئے میرا نام کیوں لیا تھا۔

قیس انتہائی محبت بھری نظروں سے اسے دیکھ رہے تھے۔ میرونہ کی نظریں اس کی نگاہیں دیکھنے کی تاب نہ لاکر جھک گئیں۔

اس نے کہا۔ بے ساختہ تمہارا نام منہ سے نکل گیا۔

قیس کچھ اداس ہو گئے۔ انھوں نے پھر کہا۔ کیا تمہیں یقین تھا کہ تمہاری آواز لشکر میں گھنٹہ چلا آؤں گا؟

میرونہ:۔ مجھے بھی یہ خیال نہیں تھا کہ تم پہاڑ پر ہو گے۔ اور میری آواز سن کر چلے آؤ گے۔

قیس نے افسردگی کے لہجے میں کہا۔ افسوس میرونہ۔

میرونہ اس کے چہرے کی طرف دیکھنے لگی۔ اس نے کہا۔ کس بات کا تمکو افسوس ہے۔

قیس سنبھل گئے۔ انھوں نے کہا۔ کسی بات کا نہیں!

میرونہ نے کچھ عجیب نگاہوں سے دیکھ کر کہا۔ پھر بھی بات کچھ ضرور ہے

قیس:۔ میری غلط فہمی تھی اور کچھ نہیں!

میرونہ :۔ کیا غلط فہمی تھی تمہیں ؟۔

قیس :۔ مجھے خیال ہوا تھا کہ شاید تمہارے پتھر جیسے جسم میں میرا کچھ خیال پیدا ہو گیا ہے۔

میرونہ نے مسکرا کر کہا۔ اس خبط میں نہ پڑو قیس۔

قیس نے افسردہ دلی سے کہا بے شک خبط ہی تھا۔ اور اب یہ خبط دور ہو گیا ہے

میرونہ :۔ مگر تم یہاں کیسے آ گئے ؟

قیس :۔ اسے بھی میرا خبط ہی سمجھ لیجئے۔

میرونہ :۔ یہ خبط نہیں ہو سکتا کیا تم اب تک اپنے لشکر سے نہیں مل سکے

قیس :۔ جس روز آپ سے ملا تھا۔ اس کے دوسرے ہی دن لشکر میں جا پہونچا تھا۔

میرونہ :۔ تو شاید تم بھی لشکر کے ساتھ تھاج کی طرف جا رہے ہو ؟

قیس :۔ ایسا ہی سمجھ لیجئے !

میرونہ :۔ تمہارا لشکر مقیم کہاں ہے۔

قیس :۔ اسی پہاڑ کے دامن میں۔

میرونہ نے ہنس کر کہا کس قدر عجیب بات ہے یہ !

قیس :۔ کیا !

میرونہ :۔ اس پہاڑ کے مشرقی جانب میرا لشکر ہے اور شمالی جانب تمہارا۔

قیس :۔ یہ بھی ایک خبط ہے۔

میرونہ نے بے اختیار ایک نقرئی قہقہہ لگایا۔ ہنسنے سے اسکے موتی جیسے سفید دانتوں کی لڑیاں نظر آنے لگیں۔ اس کا چہرہ دلفریب ہو گیا اس نے کہا۔ گویا ہر بات خبط ہے۔

قیس :۔ یہی کہا جا سکتا ہے۔

میرونہ :۔ تم شاید لشکر کی حفاظت کر رہے تھے ؟

قیس :۔ نہیں میرونہ ..... بات یہ ہے کہ میرے دل میں بے چینی پیدا ہوئی۔ اور وہی بے چینی مجھے پہاڑ پر کھینچ لائی۔ میں نے اسے کشش محبت سمجھا تھا۔ اور تم خبط بتا رہی ہو۔ غالباً !

میرونہ نے حیرت سے قیس کو دیکھ کر کہا۔

محبت کی کشش ..... اس خیال کو چھوڑ دو !

قیس :۔ چھوڑ دیا۔ اب کبھی اس خیال میں نہ پڑوں گا۔ آؤ۔ چلو میں تمہیں تمہاری لشکر گاہ میں پہنچا دوں۔

میرونہ :۔ چلئے۔

دونوں آہستہ آہستہ چلے۔ غلام ان سے چند قدم کے فاصلے سے پیچھے ہو لیا۔ میرونہ نے چلتے ہوئے کہا !

قیس تمہارا مشکور ہوں۔ تم نے دو مرتبہ میری جان بچائی ہے۔

قیس کچھ افسردہ خاطر ہو رہے تھے۔ انھوں نے کہا۔ شکریہ کی ضرورت نہیں۔ خدا کو ایسا ہی منظور تھا۔

میرونہ نے ان کے چہرے کی طرف دیکھ کر کہا۔ شریف عرب ! کیا تم مجھ سے ناخوش ہو گئے ہو۔

قیس :۔ مجھے ناخوش ہونے کا کیا حق ہے۔ ؟

میرونہ :۔ تم نے جس کی دو مرتبہ جان بچائی ہے اس پر ضرور تمہارا حق ہو گیا ہے

قیس :۔ اور وہ حق کیا ہے ؟

میرونہ :۔ تم اسے جبراً اپنے ساتھ لے جا سکتے ہو ؟

قیس :۔ اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا۔ اگر میں ایسا کروں تو خدا مجھ سے ناخوش ہو جائے۔

میرونہ :۔ تو پھر تم مجھ سے خفا کیوں ہو۔

قیس :۔ خفا نہیں ہوں میں۔

میرونہ :۔ کیا اقرار کرتے ہو کہ اگر تھاج میں آؤ گے تو مجھ سے ملو گے!

قیس :۔ نہیں! میں یہ اقرار نہیں کر سکتا۔

میرونہ :۔ کیوں؟

قیس :۔ اس لئے کہ تم تھاج وہاں کے بادشاہ سے شادی کرنے کے لئے جا رہی ہو۔ جب تمہاری شادی ہو جائے گی تو تمہاری طرف دیکھنا بھی گناہ ہو جائے گا۔

میرونہ :۔ کسقدر پاکیزہ خیال ہے تمہارا۔ کاش عیسائیوں کے بھی ایسے خیالات ہوتے۔

اب یہ درّہ کے اختتام پر پہنچ کر لشکر کے کنارہ پر جا کھڑے ہوئے تھے۔

قیس نے کہا۔ شاید تمہارا یہی لشکر ہے۔

میرونہ :۔ ہاں۔

قیس :۔ اچھا جاؤ۔ خدا حافظ۔

میرونہ :۔ کیا تم آج ہی کوچ کر جاؤ گے؟

قیس :۔ نہیں! آج میں ٹھہروں گا۔

میرونہ :۔ شریف عرب! میں پھر تمہارا شکریہ ادا کرتی ہوں!

اب میرونہ لشکر کیطرف چلی گئی۔ قیس تھوڑی دیر کھڑے ہوئے اسے دیکھتے رہے۔ جب یہ خیموں کے سایہ میں جا کر غائب ہو گئی۔ تب وہ واپس آئے اور غلام کے

کے ساتھ آہستہ آہستہ چلنے لگے۔

چودھواں باب

لشکر کی آمد

میرونہ خیموں کے پیچھے دبے قدموں چل کر اپنے خیمہ میں پہنچ گئی۔ وہ کوچ پر بیٹھ کر سوچنے لگی۔ دیر تک بیٹھی سوچتی رہی کیا سوچ رہی تھی اسے یا تو وہی جانتی تھی یا خدا جانتا تھا۔

کچھ دیر کے بعد وہ اٹھی اور خیمہ کے اس دروازہ پر پہنچی۔ جو لشکر کی طرف تھا اس نے پردہ اٹھا کر جھانکا۔

خیمہ کے سامنے سائبان تھا سائبان کے نیچے چند سپاہی سائبان کی چوبوں کا سہارا لئے بیٹھے اونگھ رہے تھے۔

میرونہ نے آواز دی کوئی ہے۔

اس کی آواز سنتے ہی سپاہی چونک چونک کر اٹھ کھڑے ہوئے۔

ان میں سے ایک نے کہا۔ بندہ پرور حاضر ہیں!

میرونہ :۔ دیکھو چند ڈاکو میرے خیمے میں گھس آئے تھے اور وہ کچھ زیورات لے گئے ہیں۔ مجھے خوف ہے کہ وہ پھر نہ آ جائیں۔ اسلئے تم سب دروازہ پر چٹان کے نیچے کھڑے رہ کر پہرہ دو۔

سپاہی خیمہ کا چکر کاٹ کر دوسرے دروازہ کی طرف روانہ ہوئے۔

میرونہ جھٹ کوچ پر آئی اور شال اوڑھ کر لیٹ گئی۔

چونکہ اس کے ساتھ عجیب واقعات پیش آئے تھے اس لئے وہ کچھ

دیر ان پر غور کرتی رہی اور آخر غور کرتے کرتے سو گئی۔ جب وہ بیدار ہوئی تو آفتاب بہت کچھ اونچا ہو گیا تھا۔ دھوپ تمام لشکر گاہ میں پھیل گئی تھی۔ چند کنیزیں اس کے خیمے میں خاموش کھڑی اس کے اٹھنے کا انتظار کر رہی تھیں۔

وہ اٹھی اور ضروریات سے فراغت کرنے چلی گئی۔ تھوڑی دیر میں واپس آکر کپڑے بدلے اور سائبان کے نیچے گدے دار کرسی پر آکر بیٹھ گئی۔ یہاں اس کے لشکر کا افسر پہلے سے ہی بیٹھا تھا وہ شہزادی کو دیکھتے ہی اٹھ کر سجدہ میں گر گیا۔

جب شہزادی بیٹھ گئی تو وہ بھی اٹھا اور ایک کرسی پر بیٹھ کر بولا حضور لشکر کوچ کے لئے تیار ہو گیا ہے۔ کیا سرکار کا ارادہ سفر کرنے کا نہیں ہے۔ میں آپ سے اجازت لینے آیا ہوں۔

میرونہ نے کہا۔ ہاں آج میں قیام کرنا چاہتی ہوں۔ رات چند ڈاکو میرے خیمہ میں گھس آئے تھے وہ میرے زیورات چرا کر لے گئے ہیں۔ کچھ سپاہیوں کو ساتھ لیکر انھیں پہاڑ پر تلاش کیجئے۔

افسر نہایت حیرت سے شہزادی کو دیکھ رہا تھا۔ اس نے کہا تعجب ہے ان ڈاکوؤں کی دلیری حد سے بڑھ گئی ہے۔ میں ابھی ان کی تلاش میں جاتا ہوں۔

یہ کہتے ہی افسر اٹھ کر چلا گیا۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد چھ سات نازآفریں اور حسین لڑکیاں آکر شہزادی کو سلام کر کے اسکے سامنے کرسیوں پر بیٹھ گئیں۔ یہ وہی مہ پارہ تھیں جو شہزادی کی دل بستگی کے واسطے اس کے ساتھ آئی تھیں۔

یہ لڑکیاں استوار کے امیروں کی تھیں سب شوخ اور دلربا تھیں۔ میرونہ نے انھیں بھی زیورات چوری چلے جانے کا حال سنایا۔ لیکن اس نے یہ بات کسی سے بھی نہیں کہی کہ ڈاکو اسے بھی اٹھا کر لے گئے تھے اور ایک عرب کی مہربانی سے اسے رہائی نصیب ہوئی ہے۔

ڈاکوؤں کا نام سن کر تمام لڑکیاں کانپ گئیں۔ ایک حسینہ نے کہا۔ بڑی خیریت ہوئی کہ وہ بدذات آپ کو اٹھا کر نہیں لے گئے۔

میرونہ:۔ ہاں خیریت ہوئی۔ میں نے جب انھیں اپنے خیمے میں آتے دیکھا تو خوف و دہشت سے میرا برا حال ہو گیا تھا۔

دوسری لڑکی:۔ ہو جانا ہی چاہئے تھا۔ میں تو شاید بیہوش ہو جاتی۔

میرونہ:۔ میں بھی اس قدر ڈر گئی تھی کہ میری آواز نہ نکل سکی۔ وہ سیاہ کپڑوں میں لپٹے ہوئے تھے لمبے لمبے سیاہ نقاب ڈالے ہوئے تھے اور وہ نہایت ہیبت ناک معلوم ہو رہے تھے۔

تیسری لڑکی:۔ ان بدبخت ڈاکوؤں کے ہاتھ سے تمام لوگ پریشان ہیں۔ کوئی بھی ان کی دست برد سے محفوظ نہیں ہے۔

میرونہ:۔ جانتی ہو ڈاکو کون ہیں؟

چوتھی لڑکی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ یہ بھی انسان ہیں۔

میرونہ:۔ ہاں انسان ہی تو ہیں مگر انسانوں کے ستائے ہوئے جن لوگوں کی بادشاہ نے زمین، گھر اور روپیہ وغیرہ سب چیزیں چھین کر انھیں بے خانماں کر دیا ہے وہ ڈاکو بن گئے ہیں۔

پہلی لڑکی:۔ جی ہاں! وہ ستائے ہوئے ہیں۔ اس لئے اب وہ دوسروں کو بھی ستا رہے ہیں۔

میرونہ:۔ یہی بات ہے۔

دوسری لڑکی:۔ مگر وہ بے درد صرف مال و اسباب ہی لوٹنے پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ عورتوں اور لڑکیوں کو بھی اٹھا کر لے جاتے ہیں۔

میرونہ:۔ انھوں نے اپنی دنیا ہی الگ بسالی ہے۔

تیسری لڑکی:۔ شہزادی صاحبہ آج گانا نہ سنیں گی۔

میرونہ:۔ نہیں آج میری طبیعت پریشان ہے۔

چوتھی لڑکی:۔ مگر حضور گانا تو غذائے روح ہے۔ گانا سننے سے تمام پریشانیاں دور ہو جائیں گی۔

میرونہ:۔ سنو یہ شور کیسا ہے۔

تمام لڑکیاں گوش بر آواز ہو گئیں کچھ فاصلے پر شور ہو رہا تھا۔ خوشی کے نعرے لگائے جا رہے تھے۔ میرونہ نے کہا۔ میں نے تمہارے آنے سے پہلے سپہ سالار کو ڈاکوؤں کی تلاش میں روانہ کیا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ڈاکوؤں کو پکڑ لایا ہے۔

ایک لڑکی نے کہا۔ لیکن وہ حضور ڈاکوؤں کو تلاش کرنے پہاڑ پر گئے ہوں گے اور آواز قلعہ تھاج کی طرف سے آرہی ہے۔

میرونہ نے غور سے سننے کے بعد کہا۔ تو ٹھیک کہہ رہی ہے۔ لیکن اس طرف شور کے کیا معنی ہیں۔

ایک شوخ و شریر لڑکی نے کہا۔ میں بتاؤں حضور!

میرونہ نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔ بتا۔

لڑکی نے شرارت بھری نظروں سے دیکھ کر کہا۔ آپکا استقبال کرنے کیلئے بیتاب ہو کر آپکا خیدائی تھاج کا بادشاہ آرہا ہے۔

دوسری لڑکی نے کہا۔ بالکل ٹھیک کہا تو نے یہی بات میری سمجھ میں آئی ہے

تیسری لڑکی:۔ اس طرح شور کرنے کا یہی مطلب ہو سکتا ہے۔

میرونہ سوچنے لگی۔ پہلی لڑکی نے کہا۔ کیا سوچ رہی ہو شہزادی صاحبہ!

میرونہ نے ٹھنڈی سانس بھر کر کہا۔ شاید تمہارا ہی خیال صحیح ہے۔

دوسری لڑکی:۔ آپ خوش ہونے کی بجائے آزردہ خاطر کیوں ہو گئی ہیں۔

میرونہ:۔ اب میں تمہیں کیا بتاؤں..... اچھا تم میں سے کوئی جا کر دریافت کر آؤ کہ شور کیسا ہے۔

ایک لڑکی نے اٹھ کر کہا۔ میں ابھی خبر لاتی ہوں حضور۔

یہ کہتے ہی وہ چلی گئی۔ ایک لڑکی نے کہا۔ شہزادی صاحبہ اب آپ ہم سے جدا ہو جائیں گی۔

میرونہ نے ٹھنڈا سانس بھر کر کہا۔ ہاں جدا ہو جاؤں گی۔ اور شاید ہمیشہ کیلئے

تمام لڑکیوں کو یہ بات معلوم تھی کہ یانس جس لڑکی سے بھی شادی کرتا ہے جب اس سے اکتا جاتا ہے تو اسے قید یا قتل کر ڈالتا ہے۔ انھیں میرونہ کے باپ نے اس لئے بھیجا تھا کہ وہ اس کی دلدہی کرتی رہیں۔

چنانچہ ایک لڑکی نے کہا۔ شہزادی صاحبہ۔ آپ بالکل بھی اداس نہ ہوں آپ اسقدر حسین اور آپ کی صورت ایسی دلکش ہے کہ یانس ساری عمر آپکا غلام رہے گا۔

میرونہ:۔ جو قسمت میں لکھا ہے وہ پیش آئے گا۔ کاش میں خوبصورت نہ ہوتی یا میرے حسن کی تعریف یانس نہ سنتا۔

وہ آزردہ ہو کر خاموش ہو گئی۔

ایک لڑکی نے کہا! حضور! کیا یہ بات کچھ کم فخر و مسرت کی ہے کہ آپ تھاج کی ملکہ بن جائیں گی۔

دوسری لڑکی:۔ اور یانس آپکا غلام ہوگا۔

تیسری لڑکی:۔ اور یانس کے تمام ماتحت بادشاہ اور ساری رعایا حضور کے سامنے سر جھکائے گی۔

میرونہ خاموش بیٹھی سن رہی تھی۔ وہ فکرمند تھی۔ اب وہ لڑکی جو شور کی وجہ معلوم کرنے گئی تھی۔ واپس آگئی۔ اس نے واپس آکر کہا۔ حضور! تھاج سے کچھ لشکر حضور کے استقبال کے لئے آیا ہے۔

ایک لڑکی نے دریافت کیا۔ کیا بادشاہ لشکر کے ساتھ نہیں ہے؟

دوسری لڑکی:۔ نہیں۔ وزیر اعظم ہے۔

دوسری لڑکی:۔ شاید بادشاہ اگلی منزل میں آکر ملے گا۔

دوسری لڑکی:۔ ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔

اس وقت ایک سپاہی نے آکر میرونہ کو سلام کرتے ہوئے کہا۔ حضور تھاج سے کچھ لشکر وزیر اعظم کی ماتحتی میں آیا ہے۔

سپاہی نے جھک کر کہا۔ حضور نے سن لیا ہوگا۔ وزیر اعظم حضور کو سلام کرنے کے لئے باریاب ہونا چاہتے ہیں۔

میرونہ پھر فکر میں پڑ گئی۔ اس نے فوراً ہی سر اٹھا کر کہا۔ آنے دو۔ سپاہی چلا گیا۔ میرونہ سنبھل کر بیٹھ گئی۔ اور وہ تمام لڑکیاں وزیر اعظم کے آنے کا انتظار کرنے لگیں۔

پندرہواں باب

مشورہ

انھیں زیادہ دیر نہ انتظار کرنا پڑا۔ تھوڑی دیر میں وزیر اعظم آیا اور شہزادی کے سامنے اسقدر جھکا کہ اس کا سر قالین سے جا لگا۔ اسطرح وہ سلام کر کے کھڑا ہوا اور ادب آمیز لہجہ میں بولا۔ مجھے بڑی خوشی ہے کہ میں عالم پناہ شہزادی کے حضور میں باریاب ہوں۔

میرونہ نے ایک کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ تشریف رکھئے۔ زہے قسمت کہہ کر وہ ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

وہ شہزادی کے رخ انور کو دیکھ کر حیران اور مرعوب ہو رہا تھا۔ اس کی شان کہہ رہی تھی کہ اسنے جسقدر شہزادی کی تعریف سنی تھی۔ اس سے کہیں زیادہ اسے حسین پایا ہے۔

اس نے کہا۔ شہنشاہ یانس نے مجھے حضور کے استقبال کیلئے بھیجا ہے۔

میرونہ نے دبی زبان سے کہا۔ یہ میری خوش قسمتی ہے۔

وزیر اعظم:۔ اگر سچ پوچھئے تو خوش قسمتی تھاج والوں کی ہے کہ ایک بے مثل حسین شہزادی کا ملک بننے کے لئے تھاج میں آنا بادشاہ اور رعایا دونوں کے لئے فخر و سرور کا باعث ہے۔ شہنشاہ یانس نے حضور کو سلام شوق کہا ہے۔

میرونہ نے خاموش ہو کر سر جھکا لیا۔ وزیر اعظم برابر اس کے چہرہ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ لڑکیاں وزیر اعظم کو دیکھ دیکھ کر آنکھوں سے اشارہ بازیاں کرتی رہیں۔ کچھ وقفہ کے بعد ایک شوخ لڑکی نے وزیر اعظم سے کہا

کیا شہنشاہ تشریف نہ لائیں گے۔

وزیراعظم چونک پڑا۔ اس نے سنبھل کر جواب دیا۔ وہ تھاج کے قریب ملاقات کریں گے۔ مجھے حضور شہزادی صاحبہ کی خدمت میں اسلئے بھیجا ہے کہ میں حضور کو بحفاظت اور بہ آرام لے جاؤں گا۔

وہی لڑکی:۔ شاید شہنشاہ کو اندیشہ ہوا ہوگا۔

وزیراعظم:۔ ٹھیک سمجھا تم نے اس طرف مسلمان منڈلا رہے ہیں۔ لہٰذا شہنشاہ کو خوف ہوا کہ وہ کہیں چھاپہ نہ ماریں۔ اس لئے مجھے بھیجا ہے۔

ایک اور شوخ لڑکی نے شرارت بھری نظروں سے دیکھ کر کہا۔ شاید آپ اپنے ملک میں سب سے زیادہ بہادر ہیں۔

وزیراعظم نے اکڑ کر کہا۔ یہی بات ہے۔ میری بہادری کی دھاک بڑے بڑے بہادروں پر بیٹھی ہے۔

شوخ لڑکی نے نازک سر کو جھٹکا دیکر کہا۔ اچھا..... لیکن کیا آپ نے مسلمانوں کی دلیری کی داستانیں نہیں سنی ہیں۔

وزیراعظم:۔ سنی ہیں، لیکن انمیں مبالغہ کے سوا اصلیت کچھ نہیں ہے!

وہی لڑکی:۔ یعنی وہ بہادر نہیں ہیں۔ یا آپ ان سے زیادہ بہادر ہیں۔

وزیراعظم:۔ دونوں ہی باتیں ہیں۔

وہی لڑکی:۔ میں اب بھی نہیں سمجھی (ہنس کر) معاف کرنا میری سمجھ ہی ایسی ہے

وزیراعظم شوخ و حسین لڑکی کو دیکھنے لگا۔ وہ ابھی تک ہنس رہی تھی۔ اس کے دانتوں کی سفید موتیوں جیسی لڑی نظر آکر بجلی گرا رہی تھی۔ چہرہ سرخ ہو گیا تھا آنکھیں چمکنے لگی تھیں۔

وزیراعظم اس بت ہوشربا کو دیکھ کر کچھ کھو سا گیا۔ وہ جواب دینے کے قابل

ہی نہ رہا۔ لڑکی نے پھر کہا۔ ہاں جواب نہ دیا آپ نے۔

اب وزیراعظم سنبھلا۔ اس نے کہا مہ پارہ دوشیزہ۔ مسلمان اس قدر بہادر نہیں جسقدر ان کی شہرت ہے۔

لڑکی نے قطع کلام کر کے کہا۔ اچھا!

وزیراعظم:۔ اور میری بہادری کا لوہا دنیا مانے ہوئے ہے۔ مسلمان میرا کیا مقابلہ کر سکتے ہیں۔

اس لڑکی کا نام ارمانوسہ تھا۔ بڑی شوخ، چنچل اور حسین تھی۔ اور اس نے کہا۔ کبھی آپ کا سامنا مسلمانوں سے ہوا بھی ہے۔

وزیراعظم:۔ کبھی نہیں ہوا لیکن میری تمنا ہے کہ میں ان کا مقابلہ کروں۔

ارمانوسہ:۔ نہیں آپ یہ دعا کریں کہ کبھی آپکا سامنا مسلمانوں سے نہ ہو جائے

وزیراعظم نے اس کے رخ روشن پر نظریں گڑو کر کہا۔ کیوں؟

ارمانوسہ نے سنجیدگی سے کہا اسلئے کہ مسلمان انسان نہیں ہیں یا تو جن ہیں یا شیطان۔

وزیراعظم نے ہنس کر کہا نہ وہ جن ہیں نہ وہ شیطان بلکہ وہ ہماری طرح سے انسان ہیں اگر کبھی میرا ان کا سامنا ہو گیا تو بہت جلد دنیا پر روشن ہو جائے گا کہ کون بہادر ہے۔

ارمانوسہ نے طنزیہ لہجہ میں کہا بشرطیکہ مسلمانوں کی تعداد تمہارے مقابلہ میں چوتھائی ہو؟

وزیراعظم نے جوش میں آکر کہا۔ نہیں۔ اگر مسلمان ہم سے دوگنے ہوں تب مقابلہ کا لطف آسکتا ہے۔ مگر!

ارمانوسہ نے لگاوٹ آمیز ادا سے اسے دیکھ کر کہا۔ مگر کیا؟

وزیر اعظم :۔ اس کی توقع ہی نہیں۔

ارمانوسہ :۔ کیوں ؟

وزیر اعظم :۔ اسلئے کہ مسلمان مجھ سے ڈرتے ہیں وہ اس لشکر پر حملہ کرنے کی کبھی جرارت نہ کریں گے۔ جو میری ماتحتی میں ہوگا۔

ارمانوسہ نے مسکرا کر کہا۔ اس بھروسہ پر نہ رہئے گا دنیا میں وہ کسی سے بھی نہیں ڈرتے ہیں۔

وزیر اعظم کچھ کہنے ہی والا تھا کہ وہ افسر آگیا جسے میرونہ نے ڈاکوؤں کی تلاش میں بھیجا تھا۔ اس کا چہرہ فق پڑا ہوا تھا اور وہ کچھ پریشان سا معلوم ہو رہا تھا۔ اس نے آتے ہی وزیر اعظم سے علیک سلیک کی اور ایک کرسی پر بیٹھ کر کہا۔ بہت اچھا ہوا کہ آپ تشریف لے آئے۔

وزیر اعظم :۔ مجھے آپ کی ملاقات کا شوق اور شہزادی صاحبہ کی حضوری کا اشتیاق کھینچ لایا۔

میرونہ نے حسین آنکھیں اٹھا کر افسر کو دیکھتے ہوئے کہا۔ کہئے کچھ پتہ چلا۔

افسر :۔ نہیں حضور! میں نے چپہ چپہ پہاڑ کا دیکھ ڈالا۔ مگر وہ نہیں ملے۔

میرونہ :۔ میرا بھی خیال تھا کہ وہ نہ ملیں گے۔

وزیر اعظم نے افسر سے مخاطب ہو کر کہا۔ کیا مسلمانوں کی تلاش میں گئے تھے آپ؟

افسر :۔ جی نہیں ڈاکوؤں کی تلاش میں گیا تھا۔ رات کچھ بدکار ڈاکو حضور شہزادی صاحبہ کے خیمے میں گھس کر زیورات چرا لے گئے تھے۔

وزیر اعظم :۔ ڈاکوؤں کی جسارت بہت کچھ بڑھ گئی ہے تاج پہنچ کر ان بدبختوں کا خاتمہ کرنے کے لئے ان پر یورش کروں گا۔

میرونہ نے افسر سے مخاطب ہو کر کہا۔ لیکن آپ پریشان کیوں ہیں!

افسر :۔ اس لئے کہ میں نے مسلمانوں کا لشکر دیکھا ہے۔

مسلمانوں کا نام سن کر سب چونک پڑے۔ سب کے چہرے فق پڑ گئے لیکن میرونہ کو افسوس اور فکر ہوا۔

وزیر اعظم نے دریافت کیا۔ کہاں دیکھا آپ نے مسلمانوں کو ؟"

افسر نے جواب دیا۔ بہت ہی قریب اس پہاڑ کے گھوم کر دوسری طرف۔

میرونہ سمجھ گئی۔ کہ افسر نے قیس کے لشکر کو دیکھ لیا ہے۔ وہ نہ چاہتی تھی کہ عیسائیوں سے اس کا مقابلہ ہو جائے۔ اس لئے کہ قیس نے اس کی دو مرتبہ جان بچائی تھی۔ لیکن اسے فوراً ہی خیال ہوا کہ یہ شاید کوئی اور اسلامی لشکر ہو۔ اس نے دریافت کیا۔ کس قدر لشکر ہے مسلمانوں کا۔

افسر :۔ ایک ہزار ہے۔

میرونہ کو معلوم تھا کہ قیس کے ساتھ ایک ہزار مجاہدین ہیں۔ اس نے بڑھے ہوئے غم کی وجہ سے اپنے نازک ہونٹ سفید اور خوبصورت دانتوں میں دبائے

وزیر اعظم نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔ بہت اچھا ہوا کہ مسلمانوں کو ان کی موت کھینچ کر میرے سامنے لے آئی ہے میرے ساتھ دو ہزار سوار ہیں اور شاید آپ کے ساتھ بھی اسی قدر ہیں۔

افسر :۔ جی ہاں!

وزیر اعظم :۔ اس طرح ہمارے ساتھ چار ہزار کی جمعیت ہے اور مسلمان صرف ایک ہزار ہی ہیں۔

افسر :۔ بے شک۔

وزیر اعظم :۔ پھر کیوں نہ ہم ان پر حملہ کر کے ان کا خاتمہ کر دیں۔

افسر نے حیرت بھری نظروں سے وزیر اعظم کو دیکھتے ہوئے کہا۔ کیا آپ چار ہزار

عیسائیوں سے ایک ہزار مسلمانوں پر حملہ کر کے فتح پانے کی امید رکھتے ہیں۔

وزیر اعظم:۔ یقیناً۔

افسر:۔ بالکل ناممکن ہے۔ اکیڈار مسلمان دس ہزار عیسائیوں پر بھاری ہیں۔

وزیر اعظم:۔ میں اس خیال سے متفق نہیں ہوں۔

افسر:۔ لیکن حقیقت یہی ہے۔

وزیر اعظم:۔ تو کیا ہم ان مسلمانوں سے ڈر کر انھیں نکل جانے دیں۔

افسر:۔ یہ بھی نہیں!

وزیر اعظم:۔ پھر کیا کریں۔

افسر:۔ آج رات کو ان پر شب خون ماریں۔

وزیر اعظم نے خوش ہو کر کہا۔ نہایت مناسب تدبیر بتائی ہے آپ نے۔

میرونہ نے کہا۔ لیکن ہمیں مسلمانوں کو چھیڑنا ہی نہیں چاہیے۔

وزیر اعظم:۔ کیوں حضور!

میرونہ:۔ اس لئے کہ مسلمانوں پر فتح پانا آسان نہیں ہے۔

وزیر اعظم:۔ آپ مطمئن رہیں۔ انھیں تو میں ہی کچلا کر رکھ دونگا ایک مسلمان کو بھی زندہ بچ کر نہ جانے دوں گا۔

میرونہ:۔ لیکن پھر بھی ہمیں اندیشہ ہے کہ ہم کامیاب نہ ہو سکیں گے۔

وزیر اعظم:۔ آپ مطلق اندیشہ نہ کریں۔ ہم آدھی رات کے وقت نہایت خاموشی سے شب خون ماریں گے۔

افسر:۔ ہاں اس صورت میں ہم ضرور کامیاب ہو سکتے ہیں۔

میرونہ خاموش ہو گئی۔ وزیر اعظم نے کہا۔ اچھا تو آپ تیار رہیں۔ تہائی رات گزرنے پر پہاڑ پر چلوں گا۔

افسر:۔ میں تیار رہونگا۔ میرے خیال میں ہمیں اپنے اور آپ کے تمام لشکر کے ساتھ حملہ کرنا چاہیے۔

وزیر اعظم:۔ ہاں! یہی مناسب ہوگا۔ شہزادی صاحبہ اب میں اجازت چاہتا ہوں۔

میرونہ:۔ اچھا آپ جا کر آرام کیجئے۔

وزیر اعظم اور افسر اٹھے اور دونوں سلام کر کے چلے گئے۔ میرونہ نے متفکر ہو کر سر جھکا لیا اور کچھ سوچنے لگی۔

سولہواں باب

حیرت

قیس میرونہ کو رخصت کر کے اپنے غلام کے ہمراہ واپس لوٹ کر درّہ میں گھس گئے۔ وہ خاموش تھے اور انھیں خاموش دیکھ کر غلام چپ تھا وہ دونوں چپ چاپ درہ کو عبور کر رہے تھے۔ ان کے قدموں کی بھاری آواز درہ میں گونج رہی تھی۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ درہ سے نکل کر کھلی ہوئی جگہ میں پہنچے۔

چاند نہایت آب و تاب سے نکلا ہوا چاندنی بکھیر رہا تھا۔ ہر طرف سفید روشنی کی چادر پھیلی ہوئی تھی صاف و شفاف چاندنی میں ہر درخت کا ہر پتہ ہر پودا ہر پھول اور پھول کی ہر پنکھڑی چمک رہی تھی۔ یہ دونوں اونچی نیچی چٹانوں کے برابر سے نکلے جا رہے تھے۔ کچھ دور چل کر غلام نے کہا۔

یا سیدی!

قیس چونک کر سنبھلے۔ انھوں نے غلام کی طرف دیکھ کر کہا۔ کیا کہتے ہو شاہد۔

شاہد نے کہا۔ آپ جانتے ہیں کہ میں ایک غلام ہوں اور ایک غلام کو یہ حق نہیں

ہے کہ آقا کے معاملات میں دخل دے۔

قیس :۔ لیکن میں مسلمان ہوں اور تم بھی مسلمان ہو۔ اسلام نے ادنیٰ و اعلیٰ غلام اور آقا کی۔ غریب اور امیر کی تخصیص مٹا دی۔ دنیا بھر کے مسلمان بھائی بھائی ہیں تم غلام نہیں میرے بھائی ہو۔ اور بھائی کو اپنے ہر بھائی کے معاملہ میں دخل دینے کا پورا پورا حق ہے۔

شاہد :۔ میں یہ مانتا ہوں اور اس لئے مجھے آپ کے سامنے کچھ کہنے کی جرات ہوئی ہے۔

قیس :۔ کہو۔

شاہد :۔ آپ خاموش کیوں ہیں۔

قیس :۔ میرونہ کی بے مروتی کا خیال کر کے!

شاہد :۔ مگر میرے خیال میں وہ بے مروت نہیں ہے؟

قیس نے ٹھنڈا سانس بھر کر کہا۔ شاہد جب وہ چٹان کے اوپر سے گری تھی اور میری آغوش میں آکر بیہوش ہو گئی تھی تو ہوش آنے پر اس نے کچھ ایسی باتیں کیں جس سے مجھے مغالطہ ہوا کہ وہ اپنی قوم اپنے باپ اپنے ملک غرض سب سے بیزار ہو گئی ہے لیکن تھوڑی ہی دیر میں وہ مجھے بیٹھا ہوا چھوڑ کر ایسی بے رخی سے چلی گئی کہ میری طرف نگاہ پھیر کر بھی نہ دیکھا۔ اس وقت ..... تم نے خود ہی دیکھ لیا.....

بتاؤ کیا یہ بے مروتی نہیں ہے۔

شاہد :۔ میں اسے بے مروتی نہیں سمجھتا!

قیس نے حیرت سے اسے دیکھ کر کہا۔ او۔ کیا سمجھتے ہو تم؟

شاہد :۔ دوشیزگی کی حیا۔

قیس :۔ شاہد تم عیسائیوں کی معاشرت سے واقف نہیں ہو۔

شاہد :۔ خوب جانتا ہوں۔ مگر ان کی معاشرت انکی ہی قوم تک محدود ہے۔

قیس :۔ نہیں شاہد۔ یہ عیسائی لڑکیاں بڑی چالاک ہوتی ہیں۔

شاہد :۔ سب نہیں۔ شہزادی نیک، بھولی، پارسا اور حیادار لڑکی ہے۔

قیس :۔ تم سچ کہتے ہو۔ اس میں یہ خوبیاں ضرور معلوم ہوتی ہیں۔ لیکن میں یہ ضرور کہوں گا کہ اگر وہ مجھ سے بے مروتی نہیں کرتی تو بچنا ضرور چاہتی ہے۔

شاہد :۔ میں اسے تسلیم کرتا ہوں۔

قیس :۔ لیکن کس وجہ سے؟

شاہد :۔ تین باتیں ہو سکتی ہیں۔ یا تو وہ شرماتی ہے یا کسی اور کو چاہتی ہے اور یا مذہبی خلیج کی وجہ سے مجبور ہے۔

قیس :۔ مجھے دوسری بات صحیح معلوم ہوتی ہے۔

شاہد :۔ لیکن اگر آپ چاہتے۔ تو اس وقت اسے روک سکتے تھے۔

قیس نے شاہد کو دیکھ کر ذرا جوش بھرے لہجہ میں کہا۔ کیا تم ایک مسلمان سے ایسی توقع کر سکتے ہو کہ وہ اسلام کی تعلیم کے خلاف کسی عورت پر جبر کرے گا۔

شاہد :۔ نہیں ایک مسلمان کبھی ایسا نہیں کر سکتا۔ اگر آپ کسی وجہ سے ایسا کرنے بھی لگتے۔ میں پہلے آپ کو منع کرتا اور اگر آپ نہ مانتے تو میں آپ کو مجبور کر دیتا کہ آپ اس پر جبر نہ کریں۔

قیس :۔ ایک مخلص مسلمان کا یہی فرض ہے۔

شاہد :۔ میرے آقا! آپ اس خوبصورت حسینہ کو بھول جائیں۔

قیس :۔ میں بھولنے کی کوشش کر رہا تھا۔ کہ یہ واقعہ پیش آگیا۔ اور اب پھر اس کی یاد تازہ ہو گئی۔

شاہد:۔ آپ سمجھ لیں کہ وہ بے مروت ہے غیر مذہب والی ہے نہ وہ آپ کی ہو سکتی ہے اور نہ آپ اس کے ہو سکتے ہیں۔

قیس:۔ میں کوشش کروں گا کہ سیم تن دلربا کو بھول جاؤں۔ تم اس کا تذکرہ کسی سے نہ کرنا اگر مسلمانوں کو میرے دل کی کمزوری کا حال معلوم ہو گیا تو وہ مجھ پر نظریں ڈالیں گے اور میں سب کی نظروں میں ذلیل ہو جاؤں گا۔

شاہد:۔ اطمینان رکھئے میں کسی سے کچھ نہ کہوں گا۔ لیکن آپ اپنی حالت کو سنبھالیں۔ آپ کی کیفیت محبت کا راز ظاہر کرنے پر تل جاتی ہے۔

قیس:۔ میں کوشش کروں گا۔

شاہد:۔ آپ زیادہ رات گئے تک جاگتے رہتے ہیں۔ یہ بات بھی مناسب نہیں ہے۔

قیس:۔ مجھے سویرے نیند نہیں آتی۔ اس کا میں یہ انتظام کروں گا کہ کل رات سے کچھ دیر لشکر کی حفاظت کے لئے گشت کیا کروں گا۔

شاہد:۔ یہ بہت مناسب ہے۔

اب یہ پہاڑ کے آخری کنارے پر پہنچ کر نیچے اترنے لگے سامنے ان کا لشکر تھا ہر سپاہی نہایت آرام و اطمینان سے پڑا سو رہا تھا۔ چاندنی خیموں اور دوسری چیزوں پر بکھری پڑی تھی۔ اور ہر چیز چاندنی میں چمک رہی تھی۔ یہ دونوں پہاڑ سے اتر کر لشکر گاہ میں داخل ہوئے اور نہایت خاموشی سے چل کر اپنے خیمے پر پہنچ گئے۔

دونوں ہتھیار رکھ کر کمبلوں پر لیٹ گئے۔ اور تھوڑی دیر کروٹیں لے کر سو گئے۔ جب وہ بیدار ہوئے تو صبح کی اذان ہو رہی تھی۔ دونوں نے ضروریات سے فراغت کی۔ وضو کیا اور تمام لشکر نے جماعت کے ساتھ نماز پڑھی۔ چونکہ یہ لوگ متواتر کئی روز سے سفر کر رہے تھے۔ اس لئے قیس نے

آج قیام کرنے کا حکم دیدیا اور مسلمانوں کو یہ ہدایت کر دی کہ اگر یہ پہاڑ کنارہ پر کسی وجہ سے جائیں تو اسی کنارے پر رہیں۔

مسلمان میدان میں پھیل گئے اور مختلف کاموں میں مشغول ہو گئے شام تک کام کرتے رہے اس دوران میں انھوں نے کھانا بھی کھایا اور نماز بھی پڑھی رات کو جلانے کے لئے لکڑیاں بھی کاٹ لائے۔

دن چھپتے ہی مغرب کی نماز پڑھکر آگ روشن کر کے کھانا تیار کرنے لگے۔ کچھ دیر کے بعد عشاء کی اذان ہوئی اور انھوں نے میدان میں جا کر نماز پڑھی نماز پڑھکر واپس ہوئے اور کھانا کھا کر آرام کرنے لگے۔

محافظ دستہ گشت کرنے لگا۔ قیس و شاہد دونوں گشت کرنے کے ارادہ سے چلے وہ لشکر میں چکر لگانے لگے۔ چونکہ مجاہدین اسلام سونے لگے تھے۔ اس لئے لشکر پر خاموشی چھانے لگی تھی۔ وہ لشکر کے باہر نکل کر مشرق کی طرف کا لمبا چکر لگا کر شمال کی طرف پہنچے۔ اس طرف پہاڑ تھا۔ وہ لشکر کے آخری کنارے پر چل رہے تھے۔

چونکہ چاند بھی نہ نکلا تھا۔ اس لئے ہر طرف اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ پہاڑ کیطرف دیکھنے سے ایسا معلوم ہوتا تھا۔ جیسے ایک سیاہ چادر زمین سے آسمان تک تنی چلی گئی ہو۔

آسمان پر تارے بکھرے پڑے چمک رہے تھے۔ اور یہ دونوں اندھیروں کے پردوں کو چاک کرتے ہوئے بڑھ رہے تھے۔ دونوں خاموش تھے۔ تمام میدان میں خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ ان دونوں کی نگاہ اتفاقیہ پہاڑ کی طرف اٹھ گئی۔ اس طرف انھیں درختوں کے سائے نظر آئے جو ان کی طرف بڑھتے چلے آ رہے تھے۔ دونوں حیران ہو کر اس طرف دیکھنے لگے۔

تھوڑی ہی دیر میں وہ قریب آ گئے انھوں نے دیکھا دو عیسائی فوجی لباس پہنے چلے آ رہے ہیں۔ انھیں دیکھتے ہی شاہد نے کہا۔ یہ کون آ رہے ہیں!

ایک آواز آئی ہم قاصد ہیں!

یہ کہتے ہی دونوں ان کے قریب آ کھڑے ہوئے۔ شاہد نے دریافت کیا کس سے ملنا چاہتے ہو تم۔

ایک نے کہا۔ تمہارے سردار قیس سے!

قیس اس کی آواز کو سن کر چونک پڑے۔ وہ آدمی کے قریب جا کھڑے ہوئے اور غور بھری نظروں سے اسے دیکھنے لگے!

شاہد نے اس سے دریافت کیا۔ کیا کام ہے آپ کو ہمارے سردار سے؟

دوسرے شخص نے کہا۔ ہمیں شہزادی نے ان کی خدمت میں بھیجا ہے۔

شاہد:۔ کس لئے!

وہی شخص:۔ ایک پیغام پہنچانا ہے۔

قیس ابھی تک پہلے شخص کو غور سے دیکھ رہے تھے اگرچہ اندھیرا پھیلا ہوا تھا مگر اس شخص کی صورت اندھیرے میں بھی چمک رہی تھی۔ اس نے قیس کی تیز نگاہیں دیکھ کر اپنی نظریں جھکا لی تھیں۔

کچھ وقفہ کے بعد قیس نے کہا۔ اگر میں غلطی پر نہیں ہوں تو اس وقت شہزادی میرے سامنے موجود ہے۔

جس شخص کو دیکھ کر قیس نے یہ فقرہ کہا تھا اس نے آہستہ آہستہ اپنی نگاہیں اٹھا کر انھیں دیکھتے ہوئے کہا۔ آپ نے پہچاننے میں غلطی نہیں کی ہے۔

یہ کہتے ہی اس نے ٹوپی اتار لی اور اس کی سنہری زلفیں ٹوپی میں سے نکل کر اس کے کندھوں روشن پیشانی اور چاند سے رخساروں پر بکھر گئیں۔ یہ

شہزادی میرونہ ہی تھی۔ قیس اس حور ادا کو اپنے لشکر کے قریب تنہا رات کے وقت دیکھ کر کمال متعجب ہوئے اور حیرت بھری نگاہوں سے اسے دیکھتے رہ گئے۔

سترھواں باب

رازدار

وزیر اعظم اور افسر کے چلے جانے کے بعد حور وش میرونہ دیر تک بیٹھی سوچتی رہی یہاں تک کہ کھانے کا وقت آ گیا۔ وہ اٹھ کر اپنے خیمہ میں چلی گئی۔ کھانا کھایا اور کوچ پر جا پڑی وہ کچھ متفکر اور پریشان تھی۔ پریشان کن خیالات کی گہرائیوں میں کھو گئی۔ دیر تک چپ چاپ پڑی رہی کچھ دیر کے بعد اٹھی اور دستک دی۔ ایک سپاہی اندر آیا اور سلام کے لئے جھکا۔ ارمانوسہ کو بلاؤ۔ سپاہی چلا گیا۔ تھوڑی دیر میں شوخ و شریر ارمانوسہ مسکراتی ہوئی خیمہ میں داخل ہوئی وہ شہزادی کے قریب کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی۔ اس نے کہا۔ کہئے کیسے یاد فرمایا۔

میرونہ نے سنجیدگی سے کہا۔ ارمانوسہ! میں آج تک ایک بات اپنے دل میں چھپائے ہوئے ہوں۔

ارمانوسہ:۔ میں سمجھ گئی ہوں۔

میرونہ نے حیرت سے ارمانوسہ کو دیکھ کر دریافت کیا۔ کیا سمجھا ہے تم نے۔

ارمانوسہ:۔ تم تھاج کے بادشاہ سے محبت کرنے لگی ہو۔

میرونہ کے چہرہ سے نفرت و حقارت کے آثار ظاہر ہوئے۔ اس نے کہا۔ غلط سمجھا ہے تم نے ارمانوسہ۔ تھاج کا بادشاہ اس قابل کہاں ہے کہ کوئی اس سے محبت کرے۔

ارمانوسہ نے سنجیدگی سے میرونہ کو دیکھ کر کہا۔ اور کیا بات چھپائے ہوئے ہیں آپ۔

میرونہ:۔ بدبخت یانس سے میں اس قدر بیزار ہوں کہ میں نے خودکشی کے ارادے سے ایک اونچی چٹان کے اوپر سے خود کو گرا دیا تھا۔

ارمانوسہ نے حیرت اور خوف بھری نگاہوں سے شہزادی کو دیکھ کر دریافت کیا یہ کب؟

میرونہ:۔ کئی روز کا ذکر ہے لیکن زندگی تھی بچ گئی۔ جس وقت میں چٹان کے اوپر سے گری ہوں۔ اس وقت ایک عرب درہ میں سے گزر رہا تھا۔ اس نے مجھے اپنے ہاتھوں پر روک لیا۔

ارمانوسہ نے متحیر ہو کر کہا۔ وحشی عرب نے۔

میرونہ:۔ ہاں۔ ارمانوسہ وہ وحشی عرب نہ تھا۔

ارمانوسہ:۔ کیسے سمجھا حضور نے۔

میرونہ:۔ رات کا تمام واقعہ میں نے کسی کو اس لئے نہیں سنایا کہ لوگ پریشان ہو جاتے بات یہ ہوئی کہ میرے خیمے میں جس وقت ڈاکو سیاہ لبادہ ڈالے ہوئے آئے تو میں خوف و دہشت سے بیہوش ہو گئی وہ مجھے اٹھا کر لے گئے۔ اور پہاڑ پر پہنچے۔ جب مجھے ہوش آیا تو چاروں طرف ڈاکوؤں کو کھڑا دیکھ کر سہم گئی۔

ارمانوسہ نے خوف سے جھرجھری لیکر کہا کسقدر خوفناک منظر ہوگا۔

میرونہ:۔ بس میں ہی جانتی ہوں جسقدر خوفناک تھا۔ باتوں باتوں میں مجھے معلوم ہوا کہ ان کا افسر کلیوس نامی ہے۔ جس کا گھر بار عدم ادائیگی مالگذاری میں ضبط کر کے اسے بے خانماں کر دیا گیا تھا۔ اس نے شاید کہیں مجھے دیکھا تھا اور اس

لئے مجھے حاصل کرنے کی فکر میں تھا۔ چنانچہ جب میں ہوش میں آئی تو اس نے اپنے آدمیوں کو مجھے اٹھا کر لے چلنے کا اشارہ کیا۔ انھوں نے مجھے اٹھا لیا۔ میں خوف سے کانپ گئی اور بیساختہ میری زبان سے قیس کا نام نکلا۔

ارمانوسہ بڑی توجہ سے سن رہی تھی۔ اس نے حیرت سے شہزادی کو دیکھ کر کہا۔ قیس ..... یہ کیا بلا ہے۔

میرونہ:۔ اس عرب کا نام ہے۔ جس نے مجھے بچایا تھا۔

ارمانوسہ نے مسکرا کر کہا خوب ..... اب سمجھی میں۔

میرونہ نے اس کی شرارت آمیز چتون کی طرف دیکھ کر کہا۔ کیا سمجھا ہے تم نے۔

ارمانوسہ:۔ تمہارے دل میں عرب کی تصویر نقش ہو گئی تھی۔

میرونہ:۔ نہیں۔ اگرچہ وہ حسین نوجوان ہے۔ مگر عرب ہے۔ مسلمان ہے ایک عیسائی لڑکی ایک مسلمان سے محبت نہیں کر سکتی۔

ارمانوسہ:۔ پھر تم نے اس کا نام لیکر کیوں پکارا۔

میرونہ:۔ میں نہیں سمجھتی۔ میری زبان سے بیساختہ اس کا نام نکل گیا۔

ارمانوسہ:۔ مگر وہ تھا کہاں۔

میرونہ:۔ حیرت یہی ہے کہ دو تین مرتبہ ہی پکارنے سے وہ بھاگ کر آ گیا اور ڈاکوؤں سے لڑا۔

ارمانوسہ:۔ تعجب ہے، ڈاکو کتنے تھے۔

میرونہ:۔ تیس کے قریب تھے۔ قیس اور اس کا ایک ساتھی۔ وہ صرف دو ہی تھے دونوں نے بہت سے ڈاکوؤں کو مار کر انھیں بھگا دیا۔

ارمانوسہ:۔ سخت حیرت ہے۔ نہ معلوم یہ مسلمان کس چیز سے بنے ہیں جب لڑتے ہیں تو ایک ایک آدمی دس دس بیس بیس کو مار ڈالتا ہے۔

میرونہ :۔ پہلے میں اس بات کو مبالغہ سمجھا کرتی تھی۔ لیکن رات سے ان دونوں کی لڑائی کا تماشہ دیکھ کر سمجھ میں آیا کہ مسلمانوں سے لڑنا آسان نہیں ہے

ارمانوسہ :۔ بالکل ٹھیک ہے لیکن حضور نے یہ بات مجھے کس لئے سنائی ہے۔

میرونہ :۔ آج جبکہ تھاج کے وزیر اعظم اور ہمارے افسر میں مسلمانوں پر شبخون مارنے کا مشورہ ہو رہا تھا۔ اس وقت تم تو موجود تھیں۔

ارمانوسہ :۔ جی ہاں! موجود تھی۔

میرونہ :۔ جن لوگوں پر شب خون مارنے کا ارادہ کر رہے ہیں وہ قیس اور اس کے ساتھی ہیں۔

ارمانوسہ :۔ پھر آپ کیا چاہتی ہیں۔

میرونہ :۔ تم سمجھ گئی ہوگی کہ اس شریف عرب نے دو مرتبہ میری جان بچائی ہے۔

ارمانوسہ :۔ بے شک۔

میرونہ :۔ کیا اس کے احسان کا یہی بدلہ ہونا چاہئے کہ رات کو جب وہ سو رہا ہو تو اسے اور اس کے ساتھیوں کو ہمارا لشکر قتل کر ڈالے؟

ارمانوسہ :۔ یہ تو احسان فراموشی ہوگی!

میرونہ :۔ اس بات نے مجھے صبح سے پریشان کر رکھا ہے۔

ارمانوسہ :۔ آپ فضول پریشان ہو رہی ہیں اپنے افسر کو بلا کر کہہ دیجئے کہ وہ شب خون مارنے کا ارادہ ترک کر دے۔

میرونہ :۔ میں یہ مناسب نہیں سمجھتی۔

ارمانوسہ :۔ کیوں۔

میرونہ :۔ اس لئے کہ اگر یہ بات محض ہمارے افسر تک محدود ہوتی تو میں اس وقت اسے منع کر دیتی۔ لیکن اس وقت تھاج کا وزیر اعظم بھی موجود تھا

اس کے سامنے شب خون مارنا طے ہو چکا ہے اب اگر ملتوی کرایا جائے تو مجھے سارے واقعات بیان کرنے پڑیں گے اور میں یہ مناسب نہیں سمجھتی۔

ارمانوسہ :۔ پھر کیا سوچا ہے آپ نے؟

میرونہ :۔ اگر تو ذرا سی ہمت کرلے تو خاموشی سے سب کچھ ٹھیک ہو سکتا ہے۔

ارمانوسہ :۔ آپ جو مجھے حکم دیں میں اسے کرنے کیلئے تیار ہوں؟

میرونہ :۔ رات کو تو میرے ساتھ چل۔

ارمانوسہ نے حیرت سے میرونہ کو دیکھ کر کہا۔ کہاں جانے کا ارادہ ہے آپکا۔

میرونہ :۔ قیس کے پاس۔

ارمانوسہ کے چہرے سے خوف و دہشت کی علامتیں ظاہر ہوئیں۔ اسنے کہا اگر انھوں نے ہم دونوں کو گرفتار کر لیا۔

میرونہ :۔ اطمینان رکھ۔ وہ ایسے نہیں ہیں۔

ارمانوسہ :۔ جب آپ کو ان سے کوئی خوف نہیں تو مجھے ہی کیا اندیشہ ہے۔ میں آپ کے ساتھ ضرور چلوں گی

میرونہ :۔ ایک کام مجھے اور کرنا ہوگا۔

ارمانوسہ :۔ کیا!

میرونہ :۔ تیرا بھائی لشکر کے ساتھ آیا ہوا ہے۔ تو اس کے دو جوڑے کپڑوں کے لیتی آنا۔

ارمانوسہ نے مسکرا کر کہا۔ بہت اچھا۔ شاید آپ مردانہ لباس میں چلیں گی۔

میرونہ :۔ ہاں۔ اب تو جا۔ اور دن چھپتے ہی آجانا۔

ارمانوسہ :۔ بہتر ہے۔

اس نے اٹھ کر سلام کیا اور چلی گئی!

میرونہ نے اطمینان کا سانس لیا اور سونے کے ارادے سے لیٹ گئی کیونکہ وہ رات کم سوئی تھی اور اب ذرا اطمینان بھی ہو گیا تھا۔ اس لئے اسے نیند آگئی جب اٹھی تو چار گھڑی دن باقی رہ گیا تھا۔ اس نے اٹھ کر ضروریات سے فراغت کی اور منہ ہاتھ دھو کر سائبان کے نیچے جا بیٹھی۔ تھوڑی ہی دیر میں دن چھپ گیا اور وہ اٹھ کر خیمہ کے اندر جا بیٹھی اور اس نے کھانا لانے کا حکم دیا۔

ابھی کھانا آیا بھی نہ تھا کہ ارمانوسہ ایک بچی بغل میں دبائے آپہنچی۔ میرونہ نے اس سے بچی لے کر ایک طرف رکھدی۔ اتنے میں کھانا آگیا۔ دونوں نے مل کر کھانا کھایا جب کنیزیں چلی گئیں تو دونوں نے مردانہ لباس پہنا۔

چونکہ دونوں حسین تھیں اور حسین عورتوں پر مردانہ لباس پھوٹ نکلتا ہے۔ لہٰذا ان کے بھی کھپ گیا۔ دونوں نے تلواریں لگائیں اور آہستہ سے پہاڑ کیطرف والے دروازے سے نکل کر اندھیرے میں لوگوں کی نگاہوں سے بچتے ہوئے چلتی رہیں جب درہ میں داخل ہوئیں تو اطمینان کا سانس لیا۔ کچھ دور چل کر ارمانوسہ نے کہا شہزادی صاحبہ اگر راستہ میں ڈاکو مل جائیں تو کیا ہو؟

میرونہ نے کہا جو شخص کسی بات کا اندیشہ کیا کرتا ہے وہ بات لازمی اس کے سامنے آتی ہے۔ ہمیں کوئی خوف نہیں کرنا چاہئے۔ چپ چاپ چلی چلو۔

دونوں چپ ہو گئیں اور چلنے لگیں درہ کو عبور کر کے وہ اس طرف چلیں جس طرف قیس نے اپنا قیام کرنا بتایا تھا اگرچہ دونوں کمسن اور ناتجربہ کار تھیں رات اندھیری اور مقام خوفناک تھا مگر وہ بلا ڈرے سہمے اور گھبرائے چلی جا رہی تھیں

چلتے چلتے انھوں نے پہاڑ طے کر کے نیچے اترنا شروع کیا۔ اندھیرے میں انھوں نے جگہ جگہ انگارے دہکتے ہوئے دیکھ کر یہ اندازہ لگالیا کہ اسلامی لشکر اس جگہ مقیم ہے۔

پہاڑ سے نیچے اتر کر وہ لشکر کی طرف بڑھیں جب لشکر کے قریب پہونچیں تو انھوں نے دو آدمیوں کو گشت کرتے ہوئے دیکھا۔ میرونہ نے ارمانوسہ سے کہا تم بڑھ کر ان سے ان کے سردار قیس کو دریافت کر لو!

بہتر ہے کہہ کر ارمانوسہ چلی۔ پیچھے ہی میرونہ بھی روانہ ہوئی اور اس طرح وہ دونوں قیس اور شاہد کے سامنے جا پہونچیں۔

اٹھارہواں باب

اطلاع

قیس اور شاہد دونوں عمدہ امیرونہ کو رات کے وقت تنہا اسلامی لشکر کے قریب دیکھ کر نہایت متحیر ہوئے ان پر کچھ ایسی حیرت چھائی کہ وہ بات کرنا ہی بھول گئے میرونہ نے انتظار کیا کہ شاید قیس کچھ دریافت کرے مگر جب زیادہ دیر گذر گئی تو اس نے کہا کہ آپ حیران کیوں ہو رہے ہیں۔

قیس نے حیرت کی گہرائیوں سے نکل کر کہا۔ آپ رات کے وقت مجھ سے ملنے کے لئے تشریف لائی ہیں۔ کیا یہ بات حیرت کی نہیں ہے۔

میرونہ:۔ کیا حیرت کی بات ہوئی اس میں؟

قیس:۔ تم وہ سنگدل ہو جو اول مرتبہ پہاڑ کے درّہ میں باتیں کرتے کرتے اٹھ کر ایسی بے رخی سے چلی گئی تھیں گویا مجھ سے ناراض ہو گئی ہو۔

دوسری مرتبہ رات بھی اسی طرح رخصت ہو گئی تھیں۔ اب اچانک اسوقت آجانا کیا حیرت خیز نہیں ہے۔

میرونہ قیس کے چہرے کی طرف اپنا چاند سا چہرہ اٹھائے دیکھ رہی تھی۔ اس نے کہا

میں اب بھی نہ آتی۔

قیس نے سنجیدگی سے کہا۔ شاید کوئی اور خدمت مجھ سے لینی ہے۔

میرونہ نے ناز سے سر کو جھٹکا دے کر کہا۔ نہیں بلکہ آپنے مجھ پر جو احسانات کیے ہیں

قیس نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔ احسانات ..... بھول جایئے اس بات کو میں کس قابل ہوں جو احسانات کرتا۔

میرونہ:۔ شریف زادہ! میں ایک عیسائی لڑکی ہوں۔ عیسائی احسان فراموش نہیں ہوتے۔ میں بھی احسان فراموش نہیں ہوں آپکے احسانات میرے دل پر نقش رہیں گے۔

قیس:۔ خدا کا شکر ہے۔ کیونکہ میں اس قابل نہیں ہوں کہ کسی کے دل میں میری یاد رہے۔ میرا کوئی کام تو ایسا مبارک ہے۔ جس سے میرا خیال آجاتا ہے۔

میرونہ نے متاثر ہو کر سر کو جھکا لیا۔ اس وقت اس کے دل میں جذبات اور خیالات کی جنگ ہونے لگی وہ جذبات پر قابو پانے کی کوشش کرنے لگی تھی۔ قیس نے اسے خاموش دیکھ کر کہا۔ شہزادی صاحبہ! شاید میری کوئی بات ناگوار خاطر ہوئی۔

میرونہ نے آہستہ آہستہ سر کو اٹھا کر کہا۔ نہیں قیس تم نے کوئی ایسی بات ہی نہیں کہی جو ناگوار ہوتی۔

قیس:۔ پھر اس خاموشی کی وجہ؟

میرونہ:۔ تم الفاظ کے ذریعے دل میں چٹکیاں لے رہے ہو۔

قیس:۔ تب بھی میں نے غلطی کی۔ بہت بہت معذرت! میری اس لغزش کو معاف کر دو۔

میرونہ:۔ یہ لغزش نہیں بلکہ دل کی آواز ہے۔

قیس:۔ مگر میں شرافت کے فرض سے گر گیا۔ میرا کام ضبط و صبر کرنا تھا۔

میرونہ:۔ قیس! تم شریف ہو نہایت شریف۔ تمہاری شرافت نے میرے دل پر بڑا اثر کیا

قیس:۔ شہزادی صاحبہ! میں خوب سمجھتا ہوں کہ میں پست خیال ہوں لیکن اب تک جو ہو چکا۔ ہو چکا اسکی معافی چاہتا ہوں آئندہ ایک لفظ بھی زبان سے نہ نکالونگا

میرونہ:۔ تب میں جا رہی ہوں۔ اچھا خدا حافظ۔

یہ کہتے ہی وہ لوٹی اور چند قدم چلی۔ قیس کھڑے ہو کر کچھ سوچنے لگے۔ فوراً ہی وہ شہزادی کی طرف بڑھے انھوں نے ذرا بلند آواز سے کہا۔ نہیں شہزادی ناخوش ہو کر نہ جاؤ ..... ٹھہرو! ذرا ٹھہرو!!

شہزادی رک کر ان کی طرف گھوم گئی۔ قیس اس کے قریب پہونچ کر کھڑے ہو گئے انھوں نے کہا۔ تم ناخوش ہو کر جا رہی ہو۔ آہ۔

میں خفا زندگی سے تھا صاحب
تم بھی اب ہو گئے خفا صاحب

میرونہ نے پھر اپنا روشن چہرہ اٹھا کر قیس کو دیکھا اور آزردگی کے لہجہ میں کہا تم اپنے دل پر جبر کر کے اپنی زندگی کو گھلانا چاہتے ہو۔ مجھے یہ بات پسند نہیں ہے۔

قیس نے ٹھنڈا سانس بھر کر کہا۔ اگر دل کی آواز زبان سے نکالتا ہوں تب تم ناخوش ہوتی ہو۔ اگر خاموش رہنے کا اقرار کرتا ہوں۔ جب بھی ناراض ہوتی ہو۔ اب تم ہی بتاؤ۔ آخر میں کیا کروں؟

میرونہ:۔ میں نے آپکو کب منع کیا ہے کہ آپ دل کی باتیں مجھ سے نہ کہیں

قیس:۔ بے شک آپنے منع نہیں کیا۔ لیکن مجھے تو خوف ہے کہ کہیں آپ ناراض نہ ہو جائیں۔

میرونہ:۔ میں اپنے محسن سے کیسے ناراض ہو سکتی ہوں۔

قیس :۔ آہ۔ تم محسن سمجھتی ہو۔ اور میں.....

میرونہ نے بھولی صورت بنا کر کہا۔ آپ کیا سمجھتے ہیں۔

قیس :۔ میں آپ کو اپنی دنیائے حیات کا آفتاب سمجھتا ہوں میرونہ اب تم پھر خوش ہو جاؤ گی۔ لیکن میں دل کی بات تمہیں سنا کر رہوں گا مگر۔ جب تم سامنے آجاتی ہو تو میری آنکھیں روشن ہو جاتی ہیں اور جب تم چلی جاتی ہو تو اندھیرا چھا جاتا ہے۔

میرونہ :۔ ایسا کیوں ہوتا ہے۔

قیس :۔ اس لئے کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں۔

میرونہ نے چونک کر قیس کو دیکھتے ہوئے کہا۔ محبت.....

قیس نے سنجیدگی سے کہا۔ ہاں۔ مگر میں جانتا ہوں کہ میری غلطی ہے کہاں ایک شہزادی اور کہاں ایک معمولی انسان!

میرونہ :۔ اس وقت اس تذکرہ کو موقوف رکھئے۔

قیس :۔ بہتر ہے۔

میرونہ :۔ میں اس لئے آئی ہوں کہ آپ کے احسانات کا کچھ بدلہ کر سکوں۔

قیس :۔ کس طرح۔

میرونہ :۔ میں آپ کو آگاہ کر دوں کہ موت آپ کی گھات میں ہے۔

قیس نے چونک کر میرونہ کو دیکھتے ہوئے کہا۔ صرف میری؟

میرونہ :۔ آپ کی اور آپ کے لشکر کی بھی!

قیس :۔ مجھے اپنی زندگی کی پرواہ نہیں۔ لیکن لشکر! وہ مجھے سب سے زیادہ عزیز ہے۔ بتاؤ میرونہ کیا بات ہے۔

میرونہ :۔ آج تھاج سے دو ہزار سوار آئے ہیں اور دو ہزار میرے ساتھ ہیں

یہ چار ہزار سپاہ آدھی رات کو آپ کے لشکر پر شبخون مارنے کا ارادہ کر چکے ہیں

قیس نے مشکوک نظروں سے میرونہ کو دیکھ کر کہا۔ میں تمہارا شکر گزار ہوں حقیقت یہ ہے کہ تم نے یہ اطلاع دیکر نہ صرف مجھ پر بلکہ تمام مسلمانوں پر احسان کیا ہے

میرونہ :۔ قیس میں بغیر اطلاع کئے چھپ کر آئی ہوں لہٰذا زیادہ دیر نہیں ٹھہر سکتی۔ اندیشہ ہے کہیں میری تلاش شروع نہ کر دی جائے۔ اسلئے اب اجازت چاہتی ہوں۔ قیس نے محبت بھری نظروں سے اسے دیکھ کر کہا۔ اجازت۔

مجھ سے اجازت چاہتی ہو۔ بے مروت حسینہ۔ مجھے اجازت دینے کا کیا حق ہے۔

میرونہ :۔ اگر تم اب بھی مجھے بے مروت کہتے ہو تو یہ میری قسمت کا قصور ہے۔ یہ کہتے ہی کہتے میرونہ کچھ آزردہ ہو گئی۔ قیس سمجھ گئے۔ انہوں نے کہا۔ میرونہ آزردہ نہ ہو تمہیں دیکھ کر میں اپنے حواس میں نہیں رہتا ہوں۔ کہنا کچھ چاہتا ہوں۔ زبان سے کچھ نکل جاتا ہے۔ معاف کر دو شہزادی۔

یہ کہہ کر انھوں نے اس کی دلفریب ٹھوڑی پکڑ کر اس کا چاند سا چہرہ اٹھایا۔ ملائمک فریب میرونہ مسکرانے لگی۔ اس نے کہا۔ معاف کر دیا۔

ارمانوسہ نے کہا۔ شہزادی صاحبہ ہمیں جلد لوٹنا چاہئے۔

قیس رضؓ ارمانوسہ کی موجودگی بھول گئے تھے وہ اس کی شیریں آواز اور زنانہ لہجہ سن کر چونکے۔ انھوں نے اسے دیکھتے ہوئے شہزادی سے دریافت کیا۔ کیا یہ آپ کی کوئی سہیلی ہیں؟

میرونہ :۔ جی ہاں۔

قیس :۔ بڑی دلیری کی آپ دونوں نے آپکو اسطرح تنہا نہ آنا چاہئے تھا۔

میرونہ نے ادائے دلربانہ سے قیس کو دیکھ کر دریافت کیا۔ کیوں؟

قیس :۔ اس لئے کہ بدبخت ڈاکو آپ کی تلاش میں ہیں!

میرونہ نے دلکش نقرئی قہقہہ لگا کر کہا۔ ڈاکو ..... انھیں آپنے ایسی سزا دی ہے کہ اب وہ اس پہاڑ پر بھی آنے کی جرأت نہ کریں گے۔

قیس :۔ نہیں شہزادی! وہ پھر ڈاکو ہیں۔ میں آپ کو اس وقت جانے کی اجازت نہیں دے سکتا۔

میرونہ نے غصہ بھری نظروں سے قیس کو دیکھ کر کہا۔ گویا آپ مجھے حراست میں رکھنا چاہتے ہیں۔

قیس :۔ میری یہ مجال نہیں ہے۔

میرونہ :۔ پھر کیا منشا ہے آپ کا؟

قیس :۔ میرا مطلب یہ ہے کہ آپ کا تنہا جانا مناسب نہیں ہے۔

میرونہ :۔ کیا آپ میرے ساتھ چلنا چاہتے ہیں!

قیس :۔ اگر مناسب سمجھیں تو۔

میرونہ :۔ کچھ برائی نہیں ہے۔

قیس :۔ تو چلئے میں آپ کو پہنچا دوں۔

میرونہ :۔ آیئے۔

اب میرونہ اور قیس آگے آگے اور مانوسہ اور شاہد پیچھے پیچھے روانہ ہوئے پہاڑ کے قریب پہنچ کر وہ اس پر چڑھ گئے۔ اور آہستہ آہستہ چلنے لگے۔ اس وقت پہاڑ پر غضب کا اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ دور تو دور پاس کی چیز بھی صاف نظر نہ آتی تھی چٹانیں نہایت مہیب، تناور درخت خوفناک اور جھاڑیاں ڈراؤنی معلوم ہو رہی تھیں۔ یہ چاروں خاموشی سے چل کر درہ میں داخل ہوئے۔ اور درہ عبور کر کے میرونہ کے لشکر کے کنارہ پر جا کھڑے ہوئے۔ یہاں پہنچ کر میرونہ نے کہا۔

شریف عرب۔ آپ کا شکریہ۔

قیس :۔ میرا شکریہ، مذاق نہ اڑاؤ میرونہ، مشکور میں ہوں کہ آپ نے تکلیف اٹھا کر اندھیری رات میں پہاڑ کا راستہ طے کر کے مجھے عیسائیوں کے ارادے سے آگاہ کیا۔

میرونہ نے ہنس کر کہا۔ اچھا تم نہ سہی مشکور نہ سہی تمہاری۔

قیس :۔ نہیں! میں مشکور ہوں اور ہمیشہ مشکور رہوں گا!

میرونہ :۔ اچھا رخصت ..... قیس الوداع۔

یہ کہتے ہی وہ ارمانوسہ کو ساتھ لے کر چلی گئی۔ قیس اور شاہد بھی نوٹ کر درہ کو عبور کرنے لگے۔

انیسواں باب

استنجاب

تھاج کے وزیر اعظم اور میرونہ کے لشکر کے افسر میں یہ طے ہو گیا تھا کہ ایک تہائی رات گزرنے پر پہاڑ پر چڑھیں اور اسلامی لشکر پر شبخون ماریں۔ چنانچہ جب رات ہو گئی تو دونوں سرداروں نے اپنے اپنے لشکر کو مسلح ہونے کا حکم دیا۔ تہائی رات گزرنے سے پہلے ہی پہلے دونوں لشکر مسلح ہو گئے۔ اب وزیر اعظم اور افسر شہزادی کے خیمہ پر پہنچے۔ خیمے کے محافظوں نے انھیں سلام کیا۔ وہ سائبان کے نیچے کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ اور ایک خادمہ سے کہا کہ وہ شہزادی کو ان کے آنے کی اطلاع کر دے۔

خادمہ کچھ خاموش ہو گئی۔ وزیر اعظم نے کہا۔ کیا بات ہے تو پریشان کیوں ہے

خادمہ نے کہا۔ حضور شہزادی صاحبہ شاید جوا خوری کیلئے گئی تھیں اور ابھی تک واپس نہیں آئی ہیں۔

دونوں نے حیرت سے خادمہ کو دیکھا۔ وزیر اعظم نے کہا کب گئی تھیں وہ؟

خادمہ:۔ دن چھپتے ہی گئی تھیں۔

وزیر اعظم:۔ کس طرف گئی تھیں؟

خادمہ:۔ یہ نہیں کہا جا سکتا۔ کسی نے انھیں جاتے ہوئے نہیں دیکھا۔

وزیر اعظم:۔ بڑے تعجب کی بات ہے۔

خادمہ کچھ کہنا چاہتی تھی کہ خیمے کے اندر سے دستک کی آواز آئی۔ یہ تینوں چونک پڑے۔ افسر نے کہا۔ دیکھو شہزادی صاحبہ اندر موجود معلوم ہوتی ہیں۔

خادمہ لپک کر گئی اور تھوڑی ہی دیر میں مسکراتی ہوئی آئی۔ قریب آکر بولی ہاں وہ موجود ہیں اور آپ کو بلا رہی ہیں۔

دونوں اٹھ کر خیمے کے اندر گئے۔ خیمہ میں کافی روشنی ہو رہی تھی۔ شمع کی روشنی میں شہزادی کا چہرہ جگمگا رہا تھا۔ وہ ایک کوچ پر نہایت اطمینان سے بیٹھی تھی ان دونوں نے اسے سلام کیا اور اجازت ملنے پر کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ میرونہ نے دریافت کیا۔ کہئے کیسے آئے آپ؟

وزیر اعظم نے کہا۔ اب ہم مسلمانوں پر شبخون مارنے جا رہے ہیں۔ پانچ سو سواروں کو حضور کی حفاظت کے لئے چھوڑ دیا ہے اور ساڑھے تین ہزار ہم اپنے ساتھ لیجا رہے ہیں۔

میرونہ:۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ مسلمان صرف ایکہزار ہیں۔ پھر سارا لشکر لیجا کر شبخون مارنے کی کیا ضرورت ہے۔

وزیر اعظم:۔ حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں پر قابو پانا آسان نہیں ہے۔ اسلئے

سارا لشکر ہی لے جانا مناسب ہے۔

میرونہ:۔ اچھا لے جاؤ۔

دونوں سلام کر کے اٹھے اور خیمہ سے باہر آئے۔ اور آہستہ آہستہ چل کر لشکر میں پہنچے انہوں نے پانچسو سواروں کو الگ کر کے انھیں لشکر گاہ اور شہزادی کی حفاظت پر مامور کر دیا۔ اور بقیہ لشکر لیکر پہاڑ کی طرف چلے۔ اور پہاڑ پر چڑھ کر درّہ میں گھس گئے۔

چونکہ رات اندھیری تھی اور درّہ کے دونوں طرف سر بفلک چٹانیں کھڑی تھیں اسلئے یہاں اس غضب کا اندھیرا چھایا ہوا تھا کہ غور سے دیکھنے پر بھی آنکھ کو ہاتھ نظر نہ آتا تھا۔

یہ سب لوگ خاموشی اور آہستگی سے چلے جا رہے تھے۔ کچھ دیر میں انھوں نے درہ کو طے کر لیا۔ اور چٹان کے اوپر چڑھ کر آہستہ آہستہ چلنے لگے۔ اگرچہ وہ پیدل تھے لیکن خاموش فضا ان کے قدموں کی آواز چیرتے ہوئے بلند ہو رہی تھی۔

یہاں درّہ کی نسبت اندھیرا کم تھا۔ کھلی ہوئی جگہ ہونے کی وجہ سے چند قدم کی چیز نظر آجاتی تھی۔

یہ چٹان جس پر لشکر چل رہا تھا قدرے مسطح تھی۔ کہیں ادھر ادھر کچھ فاصلے پر کچھ چٹانیں اٹھتی اور دبتی چلی گئی تھیں۔ جو نہایت مہیب معلوم ہو رہی تھیں اور ان پر کھڑے ہوئے درخت قوی ہیکل دیو معلوم ہوتے تھے۔

اس وقت ہر طرف خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ ہوا ساکن تھی درخت شاخیں سمیٹے خاموش کھڑے تھے آسمان پر ستارے نکلے ہوئے نہایت ہی آب و تاب سے چمک رہے تھے۔

یہ لشکر بڑھتا پہاڑ کے کنارے پر جا پہنچا۔ اس وقت چاند افق شرق سے سر نکال کر جھانکنے لگا تھا۔ تمام افق میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک روشنی پھیل گئی تھی۔ اور اس روشنی کا دھندلا سا عکس پہاڑ پر بھی چھانے لگا تھا۔

یہاں پہنچ کر یہ لشکر رک گیا وزیر اعظم نے افسر سے مخاطب ہو کر کہا۔

میرے خیال میں ہمیں اس وقت تک انتظار کرنا چاہیے۔ جب تک کہ چاند اونچا ہو کر چاندنی کی نورانی چادر نہ پھیلا دے۔

افسر نے دریافت کیا۔ کیا فائدہ ہوگا اس سے۔

وزیر اعظم:۔ روشنی ہو جانے پر مسلمان ہماری تعداد دیکھ کر شاید بغیر لڑے بھڑے ہی ہتھیار ڈال دیں۔

افسر:۔ ناممکن ہے وہ لڑیں گے اور اس وقت تک لڑیں گے جب تک ان کا ایک آدمی بھی زندہ رہے گا۔

وزیر اعظم:۔ یہ ناممکن ہے۔

افسر:۔ آپ مسلمانوں سے واقف نہیں ہیں۔ وہ مر جانے کو گرفتاری پر ترجیح دیتے ہیں۔

وزیر اعظم:۔ اب آپ خود ہی دیکھ لیں گے کہ وہ مر جانا اچھا سمجھتے ہیں یا گرفتار ہو جانا۔

افسر:۔ میرے خیال میں اس وقت اسلامی لشکر نہایت آرام اور بڑے اطمینان سے پڑا سو رہا ہے۔ ہمیں خاموشی سے نیچے اتر کر ان پر اچانک حملہ کر دینا چاہیئے

وزیر اعظم:۔ میں بھی یہی چاہتا ہوں۔ خوش قسمتی کی بات یہ ہے کہ آج اسلامی لشکر میں محافظ بھی نہیں ہیں۔

افسر:۔ انھیں کیا خبر تھی کہ آج رات کو ان پر شبخون مارا جانے والا ہے۔

وزیر اعظم:۔ یہی بات ہے۔ ابھی وہ عارضی نیند سو رہے ہیں۔ لیکن تھوڑی ہی دیر میں دائمی نیند سو جائیں گے۔

افسر:۔ یہی بات ہے۔ اگر ہم نے اس ایک ہزار اسلامی لشکر کو قتل کر ڈالا۔ تو تمام عیسائی دنیا میں شہرت ہو جائے گی۔

وزیر اعظم:۔ بے شک مرد ہمارے مشکور ہوں گے اور عورتیں ہماری تعریف کے گیت گائیں گی۔

افسر:۔ اور انعامات کس قدر ملیں گے۔

وزیر اعظم:۔ ہمارے خیال سے زیادہ ہمارے مستقبل نہایت شاندار اور تابناک ہیں۔

افسر:۔ بس اب چلو اور اچانک حملہ کر دو۔

وزیر اعظم:۔ ہاں چلو۔

دونوں نے چلنے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ ایک شیریں آواز آئی۔ ٹھہرو۔

دونوں نے دیکھا۔ ان کے سامنے مست شباب میرونہ اور اس کی پری زاد سہیلی ارمانوسہ کھڑی تھیں۔

وہ دونوں ان دونوں کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ افسر نے حیرت بھرے لہجہ سے کہا۔ شہزادی صاحبہ۔ آپ کس لئے تشریف لائی ہیں؟

میرونہ نے کہا۔ اس لئے کہ میرا دل کہہ رہا ہے کہ ہم شبخون مار کر کامیاب نہیں ہو سکیں گے۔

دونوں نے اور بھی حیرت سے میرونہ کو دیکھا۔ وزیر اعظم نے کہا حضور کا یہ خیال کس وجہ سے ہے۔

میرونہ:۔ میں نہیں جانتی۔ صرف یہ کہہ سکتی ہوں کہ میرا دل اس بات کو کہہ رہا ہے۔

وزیر اعظم:۔ آپ ذرا اسلامی لشکر کی طرف دیکھیں کیسا سکون طاری ہے۔ مسلمان کیسی غفلت کی نیند سو رہے ہیں۔ اس سے بہتر اور اچھا موقع شبخون مارنے کا اور کون سا ہو سکتا ہے۔

میرونہ:۔ میں مسلمانوں کو آپ سے زیادہ جانتی ہوں۔ وہ آسانی سے مرنے والے نہیں ہیں۔

وزیر اعظم:۔ تھوڑی ہی دیر میں آپ دیکھ لیں گی کہ مسلمان یا تو مارے گئے یا گرفتار کر لئے گئے۔

میرونہ:۔ تم سو ڈیڑھ سو مسلمانوں کو اس وقت تک قتل کر ڈالو گے جبتک کہ وہ ہوشیار ہوں لیکن جب وہ ہوشیار اور بیدار ہو جائیں گے پھر تم ان میں سے ایک کو بھی قتل نہ کر سکو گے۔

وزیر اعظم:۔ نہیں شہزادی صاحبہ! اطمینان رکھئے ہم انھیں چن چن کر قتل کر ڈالیں گے۔

میرونہ:۔ تم جانتے ہو کہ میں خیمے میں آرام سے بیٹھی ہوئی تھی!

افسر:۔ جی ہاں ہم جانتے ہیں۔

میرونہ:۔ جب تمہارا لشکر درّہ میں پہنچا تو دفعتاً یہ دل بے چین ہو گیا۔ اور میں تمہیں سمجھانے اور شبخون مارنے سے روکنے کیلئے دوڑی چلی آئی۔

وزیر اعظم:۔ چونکہ حضور کو عیسائیوں سے محبت ہے۔ اس لئے آپ نے تکلیف گوارا فرمائی۔

میرونہ:۔ یہی بات ہے۔

وزیر اعظم:۔ لیکن اطمینان رکھئے کہ اس وقت شبخون مارنے سے عیسائیوں کا مقصد

میرونہ:۔ مگر میرا دل اسے نہیں مانتا۔

وزیر اعظم:۔ آپ اس جگہ کھڑی ہو کر دیکھیں کہ آپ کے وفادار اور جاں نثار سپاہی کس قدر جلد مسلمانوں کا خاتمہ کر کے واپس آتے ہیں!

میرونہ:۔ اگر تم نہیں مانتے تو میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گی۔

وزیر اعظم:۔ یہ نہایت مناسب ہوگا۔

اس وقت چاند بہت کچھ اونچا ہو گیا تھا۔ چاندنی تمام پہاڑوں پر پھیل گئی تھی۔ شہزادی کو صورتِ چاند کی ٹھنڈی شعاعیں پڑنے سے اسقدر جگمگانے لگی تھی کہ اس کی طرف دیکھنا دشوار ہو گیا تھا۔

اب وزیر اعظم، افسر، میرونہ اور ارمانوسہ چاروں آہستہ آہستہ پہاڑ سے نیچے اترنے لگے۔ ان کے پیچھے تمام لشکر بڑی احتیاط اور کمال آہستگی سے اترنے لگا چونکہ لشکر تین ہزار تھا۔ اس لئے دو تک سپاہیوں کا تانتا لگا ہوا تھا۔ یہ لوگ پہاڑ سے نیچے اتر اتر کر میدان میں پھیلنے لگے۔ اور دور تک پھیل گئے جب تمام لشکر میدان میں اتر گیا تو وہ اور بھی آہستگی اور احتیاط سے اسلامی لشکر کی طرف بڑھنے لگے۔ اسلامی لشکر پر اس وقت خاموشی چھائی ہوئی تھی پاسبانی میں خیمے چوکس رہے تھے۔ لیکن خیموں کے سامنے یا ادھر ادھر کوئی مسلمان سوتا یا چلتا پھرتا نظر نہ آتا تھا۔

ایسا معلوم ہوتا تھا کہ شاید مجاہدین اسلام خیموں کے اندر گھسے آرام سے سو رہے تھے یہ لوگ دبے پاؤں چل کر لشکر کے بالکل قریب پہنچ گئے۔ اب انھوں نے اپنے لشکر کو اس قدر پھیلا دیا کہ اس نے اسلامی کیمپ کو اپنے احاطہ میں لے لیا۔

اس وقت وہ نہایت خوش تھے انھیں کامیابی کی جھلک نظر آ رہی تھی۔ وہ چپکے چپکے چل کر کیمپ میں گھس گئے۔ اور خیموں کے دروازے پر پڑے

ہوئے پردے اٹھا اٹھا کر اندر جھانکنے لگے۔

چونکہ خیموں کے اندر اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ اس لئے غور سے دیکھنے پر نظر آیا کہ کسی خیمہ میں کوئی بھی نہ سو رہا تھا۔ تمام خیمے خالی پڑے ہوئے تھے۔ یہ دیکھ کر تمام عیسائیوں کو بڑی حیرت ہوئی۔

وزیر اعظم نے ایک دو نہیں کئی خیموں میں جھانک کر اور انھیں خالی دیکھ کر شہزادی سے مخاطب ہو کر کہا۔ عجب بات ہے کہ تمام خیمے خالی پڑے ہیں۔ یہ کمبخت مسلمان کہاں چلے گئے۔

میرونہ کا چہرہ فرطِ مسرت سے چمکنے لگا تھا۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا شاید کسی نے انھیں شبخون مارنے کی اطلاع دیدی۔

وزیر اعظم :۔ ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ لیکن کون ایسا کر سکتا ہے!

میرونہ :۔ کسی مسلمانوں کے ہمدرد نے ایسا کیا ہے۔

وزیر اعظم :۔ لیکن عیسائیوں میں کون ایسا ہو سکتا ہے۔

میرونہ :۔ کوئی تو ہوگا۔ دیکھا میں نے آپکو منع کیا تھا اور آپنے نہ مانا۔

وزیر اعظم :۔ لیکن انکے بھاگ جانے سے ہمارا نقصان کیا ہے۔

میرونہ :۔ اور فائدہ بھی کیا ہوا۔

وزیر اعظم :۔ ہم انکے کیمپ لوٹ لیں گے۔

میرونہ :۔ لیکن اگر وہ کہیں چھپے ہوئے ہوں اور اچانک ہم پر حملہ کر دیں۔

وزیر اعظم :۔ وہ ایسی جراءت نہیں کر سکتے۔ اگر ان میں مقابلہ کی جراءت ہوتی تو چھپتے ہی کیوں وہ .....

ابھی وزیر اعظم کا فقرہ پورا نہ ہوا تھا کہ فضا کو چیرتے ہوئے اللہ اکبر کے پرشور نعرے کی آواز آئی۔

اس آواز کو سن کر تمام عیسائی چونک کر کانپ گئے اور حیران ہو ہو کر اپنے پشت کی طرف دیکھنے لگے۔

اس طرف سے مسلمان تیزی سے تلواریں سونتے ان کی طرف آتے نظر آئے۔ عیسائی گھبرا کر کیمپ میں سے نکل نکل کر باہر آکر جمع ہونے لگے۔

بیسواں باب

خونریز جنگ

جب عیسائی کیمپ سے نکل کر میدان میں جمع ہو گئے۔ تو انھوں نے دیکھا کہ مسلمان ننگی تلواریں ہاتھوں میں لئے تیزی سے بڑھے چلے آرہے تھے انکے آنے کی شان بتا رہی تھی کہ وہ آتے ہی حملہ کر دیں گے۔

ان کی صاف و شفاف تلواریں چاندنی میں جگمگا رہی تھیں۔ سب سے آگے بہادر عرب پرجوش مجاہد پیکر شجاعت قیس تھے ان سے ذرا ہٹ کر انکا وفادار غلام شاہد تھا۔ ان دونوں کے پیچھے مجاہدین اسلام تھے۔ چونکہ میرونہ نے قیس کو شبخون مارنے کی اطلاع دی تھی۔ اس لئے وہ مسلمانوں کو کیمپ میں نہ دیکھکر یہ سمجھ گئی تھی کہ وہ کہیں چھپ گئے ہیں۔ لیکن اس کا یہ بھی خیال تھا کہ اس وقت تک چھپے رہیں گے جب تک کہ عیسائی واپس نہ لوٹ جائیں۔ مگر اب جبکہ اس نے مسلمانوں کو لڑائی کے ارادے سے آتے دیکھا تو اس کا حسین چہرہ کچھ افسردہ ہو گیا۔ اور وہ افسوس اور خوف بھری نظروں سے مسلمانوں کو دیکھنے لگی۔

جس وقت پریزاد میرونہ کو اس کے لشکر میں پہنچا کر قیس واپس لوٹے تھے تو انھوں نے اسی وقت اپنے لشکر میں آکر عیسائیوں کے ارادہ سے انھیں مطلع

کر کے کمین گاہ میں چھپا دیا تھا۔

جب عیسائی آکر ان کے کیمپ میں گھس گئے تو وہ کمین گاہ سے نکلے۔ چونکہ مسلمان بغیر دشمنوں کے ہوشیار کئے حملہ کرنا بزدلی سمجھتے تھے۔ اس لئے انھوں نے دور ہی سے اللہ اکبر کا پرزور نعرہ لگا کر انھیں ہوشیار بھی کر دیا۔

ناز آفریں میرونہ انھیں کیمپ سے غائب دیکھ کر اس لئے خوش ہوئی کہ وہ سمجھ گئی تھی کہ عیسائی انھیں نہ پا کر بے نیل مرام واپس چلے جائیں گے اور اس طرح مسلمانوں کے بچ جانے سے وہ قیس کے احسان سے سبکدوش ہو جائے گی مگر جب اس نے انھیں لڑنے کے ارادہ سے آتے دیکھا۔ تو اسے اس لئے افسوس ہوا کہ مسلمان صرف ایک ہزار اور عیسائی ساڑھے تین ہزار ہیں۔ مقابلہ برابر کا نہیں ہے اور اس سے مسلمانوں کو شکست ہو جانا یقینی ہے۔

وہ افسوس بھری نگاہوں سے انھیں دیکھ رہی تھی۔ کہ اس کی نظر قیس پر پڑی جو سب سے آگے آ رہا تھا۔ اسے دیکھتے ہی وہ کچھ بے چین ہو گئی۔ اس نے چاہا کہ بڑھ کر قیس کو کچھ سمجھائے اور اسے لڑائی سے باز رکھے لیکن اس کے ایسا کرنے سے عیسائی مشکوک ہو جاتے۔ اس لئے وہ رک گئی۔

قیس نے قریب آکر کہا۔ عیسائیو! تمہاری مکاری تمہیں کچھ فائدہ نہ دے سکی اب خیریت اسی میں ہے کہ تم چپ چاپ ہتھیار ڈال کر گرفتار ہو جاؤ۔

اسکی یہ بات وزیر اعظم اور افسر دونوں کو سخت ناگوار گزری۔ ان کی تیوریاں چڑھ گئیں۔ پیشانیوں پر بل پڑ گئے۔ وزیر اعظم نے غضبناک نگاہوں سے اسے دیکھ کر کریہہ لہجہ میں قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ ہم ہتھیار ڈال دیں؟

بیوقوف پرجوش نوجوان! موت کے سامنے کھیلنے کی کوشش نہ کر۔ اگر تو زندہ رہنا چاہتا ہے اور اپنے ساتھیوں کو زندہ دیکھنے کا خواہشمند ہے تو تو بھی ہتھیار

ڈال دے اور اپنے ساتھیوں سے بھی ڈلوا دے اس صورت میں ہم تجھے اور تیرے ساتھیوں کو گرفتار کر لینے پر ہی قناعت کر لیں گے۔

قیس کا چہرہ جوش سے تمتما رہا تھا۔ چاند کی کرنیں اس کے چہرے پر عکس فگن ہو ہو کر جگمگا رہی تھیں۔ میرونہ اس وقت ایک خاص ادا کے ساتھ ٹکٹکی لگائے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

قیس نے پرجوش لہجہ میں کہا۔ اگر ہم ہتھیار نہ ڈالیں؟

وزیر اعظم:۔ تب ہم زبردستی تم سے ڈلوا لیں گے۔

قیس:۔ اچھا تو آپ اپنی طاقت کا مظاہرہ کر لیں۔

وزیر اعظم نے جوش غضب سے بل کھاتے ہوئے کہا۔ بہت اچھا!

اب وہ اپنے سپاہیوں کی طرف مخاطب ہو کر بولا۔ دلیرو! یہ مٹھی بھر مسلمان ذبح ہونے کیلئے تمہارے سامنے آ گئے ہیں ان پر حملہ کر کے انھیں بتا دو کہ تم کسقدر بہادر ہو یہ سنتے ہی عیسائیوں نے بھی تلواریں کھینچ لیں۔ میرونہ کچھ متفکر اور خوفزدہ ہو کر پیچھے ہٹ گئی۔ عیسائیوں نے پہلی ہی نظر میں دیکھ لیا کہ مسلمان بہت ہی کم ہیں اس لئے انکے حوصلے بڑھ گئے تھے اور وہ سمجھ چکے تھے کہ دو چار حملے کر کے ان کا خاتمہ کر دیں گے۔ چنانچہ انھوں نے تلواریں کھینچتے ہی نہایت جوش سے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ مسلمان اسکے لئے تیار تھے۔ جونہی عیسائیوں کی صاف و شفاف تلواریں جگمگاتی ہوئی بلند ہو کر مسلمانوں کے سروں کی طرف جھکیں فوراً انھوں نے سیاہ ڈھالیں اٹھا لیں۔ عیسائیوں کی تلواریں ڈھالوں کے اوپر پڑیں۔ کھٹ کھٹ کی آواز نے رات کا قدرتی سکوت توڑ دیا۔ چونکہ ڈھالوں کے اوپر پڑنے کی وجہ سے عیسائیوں کی تلواریں بے اثر رہیں۔ اس لئے انھیں بڑا غصہ آیا اور انھوں نے پھر کمال جوش سے دوسرا حملہ کیا۔ مسلمانوں نے ان کا یہ حملہ بھی ڈھالوں پر روکا اور

اور پھر جوش میں آکر اللہ اکبر کا نعرہ مار کر حملہ کر دیا۔

چونکہ مسلمانوں کا یہ حملہ نہایت جوش سے ہوا۔ اس لئے عیسائی گھبرا کر کئی قدم پیچھے ہٹ گئے۔ مسلمانوں نے بڑھ کر ایک اور حملہ کیا۔ اس حملہ میں انھوں نے کئی عیسائیوں کو مار ڈالا۔ ان کی متعدد تلواریں خون اگلتے ہوئے اٹھیں جب عیسائیوں کے کئی آدمی مارے گئے تو انھیں بڑا غصہ آیا اور اب انھوں نے جوش سے بڑھ کر حملہ کیا۔ اور تلواریں چمکاتے پینترے بدلتے مسلمانوں کی صفوں میں دور تک چلے گئے۔

اگلی صف والے مسلمان بھی بڑھ کر ان کی صفوں میں گھس گئے اور اسطرح عیسائی مسلمانوں میں اور مسلمان عیسائیوں میں گھس گئے اور جنگ نہایت زور و شور سے ہونے لگی۔

چونکہ زخمی کراہنے اور مرنے والے چلانے لگے تھے اس لئے شور و غل پیدا ہو کر پہاڑ سے ٹکرانے اور آواز بازگشت پیدا کرنے لگا۔ ہر مسلمان شیر نر بن گیا تھا۔ نہایت جوش اور بڑی دلیری سے لمبی لمبی داڑھیاں دانتوں میں دبائے حملے کر رہا تھا۔ عیسائی بھی بڑے جوش و خروش سے لڑ رہے تھے۔ ہر طرف تلواریں اٹھ اٹھ کر انسانی سمندر میں ڈوب رہی تھیں۔ اب عیسائی شور و غل مچانے لگے زخمی کراہنے اور چلانے لگے تھے۔ ان مختلف آوازوں سے میدان جنگ گونجنے لگا تھا۔

یوں تو ہر عیسائی بڑے جوش اور بڑی دلیری سے لڑ رہا تھا۔ لیکن میرونہ کے لشکر کا افسر اور تھاج کا وزیر اعظم دونوں کمال جوش و جرارت سے لڑ رہے تھے۔ وہ ادھر اُدھر تلواریں لئے ہوئے حملے کرتے پھر رہے تھے۔ مگر ان کی تلواریں کند پڑ گئی تھیں اور وہ کاٹ نہ کرتی تھیں یا مسلمان اس طرح لڑ رہے تھے کہ ان کی تلواریں اثر نہ کرتی تھیں۔

اگرچہ جنگ کو شروع ہوئے کافی عرصہ گزر چکا تھا۔ لیکن ابھی تک مسلمان ایک

بھی نہ مرا تھا اور عیسائی سیکڑوں مار ڈالے گئے تھے۔ مسلمان بڑھ بڑھ کر حملے کر رہے تھے۔ وہ جس طرف ٹوٹ پڑتے تھے اس طرف کی عیسائی صفوں کو درہم برہم کر دیتے تھے۔ بعض کو مار ڈالتے تھے اور اکثر کو پیچھے ہٹا دیتے تھے۔ شاہد ایک ہاتھ میں ڈھال اور ایک میں تلوار لئے دائیں بائیں آگے پیچھے حملے کر رہا تھا۔ جو عیسائی اس کی زد میں آجاتا تھا وہ ہزار بچنے پر بھی نہ بچتا تھا۔ عیسائی اس سے اسقدر ڈر گئے تھے۔ کہ اس کی صورت دیکھتے ہی گھبرا کر ادھر ادھر دب جاتے تھے۔ لیکن سب سے زیادہ جوش و خروش کے ساتھ قیس لڑ رہے تھے۔ اگرچہ ان کے ایک ہاتھ میں ڈھال اور ایک میں تلوار تھی۔ لیکن ڈھال اٹھانے کی نوبت ہی نہ آتی تھی وہ حملہ کرتے تھے اور نہایت جوش اور دلیری سے حملہ کرتے تھے اور ہر حملے میں کم سے کم ایک عیسائی کو مار ڈالتے تھے۔

عیسائی ان سے خائف ہو گئے تھے یہاں تک کہ اس پر حملہ کرنے کی انھیں جرارت نہ ہوتی تھی وہ اسکے حملے روک رہے تھے اس لئے قیس کو ڈھال اٹھانے کی ضرورت پیش نہ آئی تھی۔ قیس نہایت پھرتی سے جھپٹ جھپٹ کر اور پینترے بدل بدل کر حملے کر رہے تھے۔ ان کی خارا شگاف تلوار ڈھالوں کو پھاڑ کر لوہے کے خودوں کو توڑ کر حلق تک اتر جاتی تھی۔

ایک مرتبہ پندرہ بیس عیسائیوں نے یورش کر کے انھیں نرغے میں لے لیا ان کے پیچھے ہی شاہد تھے۔ شاہد نے بڑی پھرتی سے جلدی جلدی حملے کر کے انھیں قتل کرنا شروع کر دیا کہ چند ہی منٹ میں دس بارہ عیسائیوں کو ختم کر کے انکے نرغے سے نکل آئے اور ان کی صفوں پر جا ٹوٹے۔

عام جنگ ہو رہی تھی۔ عیسائی مسلمانوں پر اور مسلمان عیسائیوں پر ٹوٹے پڑتے تھے۔ تلواریں بجلی کی سی تیزی کے ساتھ اٹھ اٹھ کر جھک رہی تھیں۔ ہاتھ پیر سر

اور دھڑکٹ کٹ کر گر رہے تھے خون کے فوارے اُبل رہے تھے۔ موت نہایت تیزی سے روحیں قبض کرتی پھر رہی تھی۔ اس خوفناک جنگ میں اگر عیسائی مر رہے تھے تو مسلمان بھی شہید ہو رہے تھے۔ لیکن عیسائی زیادہ تعداد میں مر رہے تھے۔ اور مسلمان کبھی کبھار ایکا دوشہید ہو جاتے تھے وہ بھی بیسیوں عیسائیوں کو قتل کرنے کے بعد جوں جوں جنگ کی آگ بھڑکتی جاتی تھی شور و غل بھی بڑھتا جاتا تھا۔ اس وقت اس قدر چیخ و پکار مچی ہوئی تھی۔ کہ میلوں تک آواز جا رہی تھی میدان جنگ لرز رہا تھا۔ پہاڑ کانپتا ہوا معلوم ہو رہا تھا۔

چونکہ عیسائیوں کی تعداد بہت زیادہ تھی اس لئے انھیں ناز تھا اور وہ ابھی تک یہی سمجھ رہے تھے کہ مسلمانوں کا خاتمہ کر کے ہی دم لیں گے۔ مسلمان کم تھے مگر خدا پر بھروسہ کئے نہایت اطمینان اور بڑے استقلال سے لڑ رہے تھے وہ جس طرف حملہ کرتے تھے صفوں کی صفیں صاف کر دیتے تھے۔

اگرچہ وہ خود بھی شہید ہو رہے تھے۔ مگر دشمنوں کو بھی مار رہے تھے۔ وزیر اعظم اور افسر دونوں برابر کھڑے بڑے جوش سے لڑ رہے تھے اور سچ پوچھئے تو لڑ کیا رہے تھے جھلے روک رہے تھے۔ اور للکار للکار کر عیسائیوں کو جوش دلا رہے تھے۔ قیس عیسائیوں کو مارتے کاٹتے ان دونوں کے قریب پہونچ گئے انھوں نے بلند آواز سے کہا۔

کیا فائدہ ہے کہ سپاہی لڑ لڑ کر قتل ہوں اور ہم تم ان کا ماتم کرنے کیلئے زندہ رہیں

وزیر اعظم نے کہا۔ پھر کیا چاہتے ہیں آپ؟۔

قیس:۔ ہم اور تم لڑ کر جنگ کا فیصلہ کر لیں۔

وزیر اعظم کچھ سوچنے لگا۔ قیس نے پھر کہا یہ وقت سوچنے کا نہیں ہے۔ اگر آپ نے لڑنے سے گریز کیا تو آپ کے سپاہی آپ کو بزدل سمجھیں گے۔ نیز اس کے علاوہ

میں بھی آپکو ڈھونڈھ نکالنے کے لئے کوئی کسر باقی نہ رکھوں گا۔

اس قسم کی گفتگو سے قیس کا یہ منشا تھا کہ وزیر اعظم طرارہ میں آکر لڑائی پر آمادہ ہو جائے۔ چنانچہ اس کا منشا پورا ہو گیا۔ وزیر اعظم کو غیرت آئی اور اس نے کہا

میں بزدل نہیں ہوں نہ اپنے سے زیادہ تمہیں بہادر سمجھتا ہوں۔ آؤ! میں تم سے لڑنے کے لئے تیار ہوں۔

یہ کہتے ہی وہ قیس کے سامنے آگیا قیس نے ذرا پیچھے ہٹ کر لڑنے کیلئے کافی جگہ حاصل کر لی۔ وزیر اعظم نے "پہلے مارے سو میری" کے مقولہ پر عمل کر کے بڑھ کر نہایت جوش سے حملہ کیا۔ قیس نے نہایت اطمینان سے اس کا حملہ روک کر خود بھی اس پر حملہ کیا وزیر اعظم نے بڑھ کر چابکدستی سے اس کا حملہ روکا اور ایک دم سے پر حملہ کرنے لگے۔

چونکہ دونوں دلیر جنگجو اور آزمودہ کار تھے۔ اس لئے پینترے بدل بدل کر نہایت ہوشیاری سے لڑ رہے تھے ان کے قریب جس قدر عیسائی اور مسلمان تھے۔ وہ باہمی جنگ بند کر کے ان کی لڑائی کا تماشہ دیکھنے لگے تھے۔ میرون کے لشکر کا افسر بھی ہاتھ روک کر کھڑا ہو گیا تھا۔ اور انھیں لڑتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ شہزادی میرینہ اور اس کی سہیلی ارمانوسہ افسر کے پیچھے کھڑی نہایت غور سے جنگ کا نظارہ کر رہی تھی۔ وزیر اعظم اور قیس نہایت جوش و خروش سے اور بڑی ہوشیاری سے لڑ رہے تھے ایک مرتبہ وزیر اعظم نے بڑھ کر ایسا سخت حملہ کیا کہ سب نے سمجھ لیا کہ قیس کا خاتمہ ہو گیا لیکن قیس نے کچھ اس طرح حملہ روکا کہ صرف جنگ کا تماشہ دیکھنے والے ہی حیران نہ ہوئے بلکہ وزیر اعظم کو بھی حیرت ہوئی سب نے واہ واہ کا غل مچا دیا۔

جب وزیر اعظم حملہ کر کے واپس ہو رہا تھا۔ دفعتہً قیس لپکے اور جھپٹ کر اس جوش سے حملہ کیا کہ اسکی تلوار وزیر اعظم کی ڈھال پر پڑی اور ڈھال کاٹکر

گردن کو توڑتی ہوئی خون اگلتے اٹھی۔ وزیر اعظم کا سر دور جا کر گرا۔ اور دھڑ زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔

یہ کیفیت دیکھ کر عیسائیوں کے حوصلے پست ہو گئے۔ مسلمانوں نے خوش ہو کر اللہ اکبر کا پر شور نعرہ لگایا۔ نعرہ کی اس گرجدار آواز نے عیسائیوں کو اور دہلا دیا۔

میرونہ کے چہرے سے مسرت کی جھلک نمودار ہوئی۔ اسکے عارض سرخ ہو کر دمکنے لگے۔ آنکھوں میں روشنی پیدا ہو گئی۔

اب قیس افسر کی طرف جھپٹے افسر انکی طرف لپکا۔ دونوں کا مقابلہ ہو گیا۔ دونوں کی تلواریں اٹھیں لیکن فضا میں ہی ٹکرا کر رہ گئیں۔ دونوں جوش میں بھرے ہوئے تھے۔ پینترے بدل بدل کر حملہ آور ہوئے۔ پھر تلواریں اٹھیں پھر ٹکرائیں۔ لیکن اس مرتبہ افسر کی تلوار چھن سے دو ٹکڑے ہو کر رہ گئی۔ تلوار ٹوٹتے ہی افسر کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ قیس نے کہا۔ بہادر عیسائی گھبراؤ مت دوسری تلوار لو اور مقابلہ کرو اگر قیس چاہتے تو نہتے افسر پر حملہ کر کے اس کا خاتمہ کر دیتے۔ لیکن انھوں نے ایسا کرنا دلیری اور بہادری کے خلاف سمجھا۔ ایک عیسائی سپاہی نے جلدی سے بڑھکر وزیر اعظم کی تلوار اٹھا کر افسر کو دی لیکن افسر پر قیس کی کچھ ایسی ہیبت طاری ہو گئی تھی کہ وہ تلوار لے کر بھی مقابلہ پر آمادہ نہ ہوا بلکہ جان بچانے کے لئے بھاگا۔ اسکے بھاگتے ہی قیس نے لپک کر اس پر حملہ کیا ان کی تلوار اس کے خود پر پڑی اور خود کاٹتی ہوئی سر کی دو پھانکیں کر کے حلق تک اتر گئی۔

افسر نے دل ہلا دینے والی چیخ ماری اور لڑکھڑا کر گرتے ہی تڑپنے لگا اب عیسائیوں کی رہی سہی ہمتیں بھی ٹوٹ گئیں اور خوف بھری نگاہوں سے مسلمانوں کو دیکھنے لگے ادھر مسلمانوں نے ان پر حملہ کر دیا وہ اس حملہ کی تاب نہ لا کر پسپا ہوئے اور بے تحاشہ بھاگ نکلے۔

مسلمان تلواریں تول تول کر ان کے پیچھے دوڑے اور انھیں کھیرے اور ککڑی کی طرح کاٹ کاٹ کر ڈالنے لگے۔ عیسائی صرف ایک محاذ سے پسپا ہو کر بھاگے لیکن انکے بھاگنے سے تمام عیسائیوں پر اثر پڑا اور وہ ہر جگہ سے بھاگ بھاگ کر پہاڑ کی طرف دوڑے ہر طرف سے مسلمان ان کے پیچھے لگے چلے گئے۔ چونکہ عیسائی بدحواس ہو کر بھاگے تھے اس لئے وہ مسلمانوں کا مقابلہ نہ کر سکے اور جہاں تہاں قتل ہو ہو کر گرتے چلے گئے جب وہ پہاڑ پر چڑھنے لگے۔ تو صرف ایک ہزار باقی رہ گئے تھے۔ تقریباً اڑھائی ہزار موت کی آغوش میں پہنچ کر میٹھی نیند سو گئے۔

اکیسواں باب

خاتمہ

تھاج کا وزیر اعظم اور میرونہ کے لشکر کا افسر ساڑھے تین ہزار آزمودہ کار سپاہیوں کو لیکر ایک ہزار مسلمانوں پر شبخون مارنے اور انھیں قتل و غارت کر ڈالنے کے لئے آئے تھے۔ لیکن جس کی خدا حفاظت کرے اسے کون نقصان پہونچا سکتا ہے چنانچہ قدرت نے ایسے اسباب پیدا کر دیئے جن سے مسلمانوں کو شب خون مارے جانے کی اطلاع ہو گئی اور وہ نقصان اٹھانے سے بچ گئے۔ چونکہ مسلمان جبلی طور پر بہادر ہے اس لئے ایک ہزار مسلمان بغیر کسی خوف و اندیشہ کے ساڑھے تین ہزار عیسائیوں پر حملہ آور ہوئے اور انھیں شکست دیکر ان کی کثیر تعداد قتل کر دی۔ اس وقت بھی جبکہ عیسائی ڈھائی ہزار مرد چھوڑ کر پہاڑ کے اوپر چڑھ رہے تھے اور مسلمان ان کا تعاقب کئے ان کے پیچھے لگے چلے جا رہے تھے اور چونکہ عیسائی لڑنے کے لئے بالکل ہی تیار نہ تھے۔ بلکہ اپنی جانیں بچانے کے لئے بھاگ رہے تھے۔ اس لئے مسلمان

انھیں قتل کرتے چلے جارہے تھے۔ پہاڑ کے اوپر آگے عیسائی اور پیچھے مسلمان بھاگ بھاگ کر چڑھ رہے تھے۔

تعاقب کرنے والوں میں قیس اور شاہد بھی تھے۔ اس وقت صرف جہاد کرنا ان کے پیش نظر تھا وہ سارے کاموں اور خیالات سے بے نیاز ہو کر لڑائی میں مشغول تھے اگرچہ اس وقت جنگ بند ہو گئی تھی اور محض تعاقب ہی کیا جارہا تھا لیکن اس تعاقب کرنے میں بھی تلواریں بدستور اپنا کام کر رہی تھیں۔ قیس شہزادی میرونہ کی موجودگی کو نظر انداز کر گئے تھے۔ انھوں نے اس بات کی مطلق بھی پرواہ نہ کی کہ وہ دیکھتے کہ میرونہ کہاں اور کس حال میں ہے۔

انھیں عیسائیوں پر غصہ آرہا تھا اس وجہ سے کہ وہ شبخون مار کر انھیں ہلاک کرنا چاہتے تھے۔ اس لئے وہ ان کا تعاقب کر کے انھیں قتل کرتے چلے جارہے تھے بچے کھچے عیسائی جوں توں کر کے پہاڑ پر چڑھ گئے۔ وہ سمجھے کہ جان بچ گئی لیکن جوں ہی انھوں نے پیچھے پھر کر دیکھا مسلمان ملک الموت کی طرح ان کے پیچھے تلواریں لئے بھاگتے نظر آئے۔

ان شیران اسلام کو دیکھتے ہی وہ پھر سہم گئے اور اپنی پوری رفتار سے بھاگنے لگے۔ مسلمان گویا ان سب کا قلع قمع کرنے کا ارادہ کر چکے تھے۔ وہ عیسائیوں کے پیچھے عیسائیوں سے بھی زیادہ تیزی کے ساتھ بھاگے چلے جارہے تھے اور جو مسلمان جس عیسائی کے قریب پہنچ جاتا تھا اسے بغیر قتل کئے نہ چھوڑتا تھا۔ عیسائی اب کچھ ایسی بدحواسی اور سراسیمگی کے ساتھ بھاگے جا رہے تھے کہ مسلمانوں کے خوف کی وجہ سے پیچھے پھر کر بھی نہ دیکھتے تھے۔

انھیں مسلمانوں کے قریب آجانے کی اس وقت خبر ہوتی تھی جب کسی مسلمان کی تلوار بلند ہو کر کسی عیسائی کا خاتمہ کر دیتی تھی اور مرنے والا عیسائی

چیخ مار کر لمبا ہو کر پتھروں پر لیٹ جاتا تھا۔

چونکہ چاند نصف اللیل پر آگیا تھا۔ اس لئے چاندنی تمام پہاڑ پر پھیل گئی تھی اور پاسنگ روشنی میں پہاڑ کی ہر چیز جگمگانے لگی تھی۔ عیسائی اپنے لشکر کی طرف منھ اٹھائے بھاگے جارہے تھے۔ اور مسلمان ان کے پیچھے انھیں قتل کرتے ہوئے دوڑ رہے تھے۔

اگر عیسائی اپنے حواس میں ہوتے اور ایک ہی طرف بھاگنے کے بجائے مختلف اطراف میں بھاگ کر چٹانوں کے پیچھے اور غاروں کے اندر گھس جاتے تو اس طرح ممکن تھا کہ وہ زیادہ تعداد میں بچ جاتے لیکن ان کی موت نے ان کے حواس ٹھکانے نہ آنے دیئے۔ اور وہ ایک ہی طرف بھاگ بھاگ کر قتل ہوتے رہے۔ جب وہ پہاڑی میدان طے کر کے درّہ میں داخل ہوئے تو ایک ہزار میں سے بھی آدھے ہی باقی رہ گئے تھے اور آدھے یا تو مارے گئے یا گرفتار کر لئے گئے۔ یہاں درّہ میں اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ لیکن اتنا اندھیرا نہیں جس سے درّہ کے اندر دوڑنے والے عیسائی نظر ہی نہ آسکیں۔

چونکہ چاند سر پر آگیا تھا اس لئے چاندنی کا عکس اونچی اونچی چٹانوں سے درّہ کے اندر پڑ رہا تھا اور اس وجہ سے قدرے اجالا ہو رہا تھا۔ عیسائی اب بھی جان بچانے کے لئے شور و غل مچاتے بے تحاشہ دوڑے چلے جارہے تھے ان کے شور سے تمام درہ گونج رہا تھا۔

مسلمان خاموشی سے ان کے پیچھے لگے انھیں قتل کرتے چلے جارہے تھے اس وقت عیسائیوں کی نگاہوں میں موت کی تصویر پھر رہی تھی انھیں ہر چٹان ہر پتھر، ہر درخت موت کا فرشتہ بن کر ان کی طرف آتا نظر آرہا تھا وہ اپنے سایہ سے ہی بھڑکتے ڈرتے اور ڈر ڈر کر غل مچاتے بھاگے جارہے تھے۔ دراصل

اس وقت ان کے لئے خدا کی وسیع زمین تنگ ہو گئی تھی۔ چٹان کا ہر شگاف اور پہاڑ کا ہر غار منہ کھولے ان کے نگلنے پر تیار نظر آتا تھا۔

وہ بھاگ رہے تھے اپنے لشکر میں ملنے کے لئے جسے وہ کیمپ کی حفاظت کے لئے چھوڑ کر آئے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ شاید تازہ دم پانچ سو عیسائی ان کی مدد کر کے انھیں مسلمانوں کے چنگل سے بچالیں۔ حالانکہ ان کا یہ خیال خام ہی تھا جب ساڑھے تین ہزار عیسائی ایک ہزار مسلمانوں کا کچھ نہ بنا سکے تو پانچسو کیا بنا سکتے تھے مگر ایک طفل تسلی تھی ایک فریب آرزو تھا جو انھیں کھینچے لئے جا رہا تھا

ان کی پرشور آواز درّہ میں گونج رہی تھی۔ چونکہ ان کا لشکر درّہ کے باہر ہرے پر ہی ٹھہرا ہوا تھا اس لئے ان کی آوازیں کیمپوں تک پہنچنے لگیں تھیں کیمپ والوں کو یہ بالکل یقین تھا کہ عیسائی مسلمانوں کو قتل و گرفتار کر کے واپس لوٹیں گے وہ اس شور کو سن کر یہی سمجھے کہ عیسائی فتحیاب ہو کر واپس آ رہے ہیں چونکہ وہ کیمپ کی حفاظت کے لئے مامور کئے گئے تھے اس لئے مسلح تھے اور کیمپ کے گرد چکر لگا رہے تھے۔

وہ یہ مہم شور و غل کی آوازیں سن کر ایک جگہ جمع ہو گئے اور درّہ کی طرف اس طرح بڑھنے لگے جیسے استقبال کرنے کے لئے بڑھ رہے ہوں۔ وہ سیم تن پری چہرہ لڑکیاں جو شہزادی میرونہ کے ساتھ آئی تھیں اپنے خیموں میں پڑی سو رہی تھیں۔ شور و غل سن کر ان کی آنکھ کھل گئی اور وہ اس خیال سے کہ مسلمان گرفتار کر کے لائے جا رہے ہوں گے۔ انھیں دیکھنے کے لئے خیموں سے باہر نکل نکل کر دروازوں کے قریب ہی سوتی رسّے پکڑ پکڑ کر کھڑی ہو کر درّہ کی طرف دیکھ رہی تھیں۔

آوازیں دم بدم قریب آتی جا رہی تھیں۔ یہ سب جوش و مسرت سے سرشار

ہو کر درّہ کی طرف دیکھ رہے تھے۔ چاندنی چھٹک رہی تھی ہر طرف نورانی چادر پھیلی ہوئی تھی۔ دور تک کی چیزیں صاف طور پر نظر آ رہی تھیں۔

ان کے دیکھتے ہی دیکھتے درّہ میں سے عیسائی نمودار ہوئے جو نہایت بدحواسی سے بھاگے چلے آ رہے تھے انھیں اس طرح بھاگ کر آتے دیکھ کر کیمپ کے محافظ سپاہی گھبرا گئے اور نازنیں لڑکیاں خوفزدہ ہو کر سہم گئیں اور متوحش نظروں سے انھیں دیکھنے لگیں۔

ان عیسائیوں نے درّہ سے باہر نکلتے ہی چلا کر کہا۔ مدد امداد کیمپ کے محافظ خود ڈرے اور سہمے ہوئے کھڑے تھے وہ یہ تو سمجھ گئے کہ عیسائی شکست کھا کر بھاگے چلے آ رہے تھے لیکن یہ بات ان کی سمجھ میں نہ آئی کہ کیوں بھاگ کر آ رہے ہیں۔ مگر جب عیسائیوں کے پیچھے ہی لمبی لمبی عباؤں اور مشرعٔ مسلمان تلواریں لئے آتے نظر آئے تو وہ سب کچھ سمجھ گئے اور مسلمانوں کو دیکھ کر اس قدر خوفزدہ ہوئے کہ آگے بڑھنا یا پیچھے ہٹنا بھول گئے۔

نازک اندام لڑکیاں مسلمانوں کو دیکھ کر سہم گئیں اور ان کے روشن چہروں کے رنگ فق ہو گئے۔ ہوشربا آنکھوں سے خوف ظاہر ہونے لگا۔

عیسائی بھاگ بھاگ کر آ رہے تھے۔ ہر شخص مدد مدد چلا رہا تھا مسلمان پیچھے لگے قتل کرتے چلے آ رہے تھے۔ عیسائی سخت پریشان اور بری طرح بوکھلا ہو رہے تھے وہ کیمپوں میں آتے ہی خیموں کے اندر گھس گئے۔ ان کی دیکھا دیکھی کیمپ کے محافظ بھی بھاگ بھاگ کر خیموں میں جا گھسے۔ پری جمال لڑکیاں بھی دوڑ دوڑ کر خیموں میں جا کر بستروں میں گھس گئیں۔

کسی نے سچ کہا ہے کہ جب برا وقت آتا ہے تو سب سے پہلے عقل دغا دیتی ہے اور انسان ایسی ایسی بدعقلی کی باتیں کرنے لگتا ہے جس سے اسے

نقصان پر نقصان پہنچ جاتا ہے۔

عیسائیوں کی عقلمندی اسمیں تھی کہ وہ بھاگنے کے بجائے ہتھیار ڈال دیتے اس صورت میں مسلمان انھیں گرفتار کر لیتے قتل نہ کرتے۔ دوسری یہ حماقت ہوئی کہ کیمپ میں گھس کر خیموں میں دیکھے۔ اگر وہ اب بھی مقابلہ کرتے تو کم از کم بہادری کی موت مرتے۔ لیکن بر اوقت آنے کی وجہ سے عقل جاتی رہی اور جو سوجھی وہ الٹی ہی سوجھی۔

مسلمانوں نے انھیں خیموں میں گھستے دیکھ لیا مقاتلہ بھی خیموں میں داخل ہو کر انھیں قتل کرنے لگے۔ قیس جس خیمہ میں جاتے تھے جو عیسائی انھیں ملتا اسے قتل کر کے باہر آتے اور پھر دوسرے خیمے میں گھس جاتے تھے اسطرح انھوں نے بہت سے عیسائیوں کو خیموں میں گھس کر قتل کر ڈالا۔

اتفاق سے وہ ایک ایسے خیمے میں جا گھسے جسمیں ایک حسین لڑکی سہمی ہوئی اور ڈری صرف آنکھیں کھولے کانپ رہی تھی۔

وہ قیس کو ننگی تلوار لئے دیکھ کر سہم گئی۔ جلدی سے اٹھ کھڑی ہوئی اور ہاتھ جوڑ کر بولی رحم! شریف عرب رحم۔

قیس نے تسلی آمیز لہجہ میں کہا۔ مت ڈرو عیسائی دوشیزہ! مت ڈرو کوئی مسلمان کسی عیسائی لڑکی کو ہاتھ نہیں لگا سکتا۔

یہ کہتے ہی قیس واپس لوٹے انہیں واپس جاتے دیکھ کر لڑکی کی جان میں جان آئی شاید لاحول پڑھتے نظر آئے۔ انھوں نے دریافت کیا۔ یا اخی اس خیمہ کے اندر کیا ہے؟

اعرابی نے کہا۔ یا سیدی اسکے اندر ایک حسین لڑکی بیٹھی رو رہی ہے قیس نے کہا پھر تم نے اسے تسلی کیوں نہیں دی؟

اعرابی:۔ میں نے تسلی دیکر سمجھایا کہ رونا بند کر دے۔ کوئی مسلمان اسے کچھ نہیں کہہ سکتا یہ سن کر اسے تشفی ہوئی اور اس نے رونا بند کر دیا۔

قیس:۔ یہ باتیں کرنے کا وقت نہیں جہاد کرنے کا وقت ہے۔

اعرابی:۔ اور میں لاحول کس لئے پڑھ رہا ہوں۔ کمبخت شیطان مجھے کھینچ کر ایسے خیمہ میں لے گیا جسمیں لڑکی بیٹھی رو رہی تھی۔

قیس:۔ اور یہی واقعہ میرے ساتھ پیش آیا۔

اعرابی:۔ جب عیسائی بزدل ہیں تو اپنے ساتھ لڑکیوں کو کیوں لے پھرتے ہیں۔

قیس:۔ محض حماقت کی وجہ کہی جا سکتی ہے۔

اعرابی:۔ یہی کہا جا سکتا ہے۔

یہ کہہ کر اعرابی ایک طرف اور قیس دوسری طرف چلے گئے۔ مسلمانوں نے تمام خیموں میں گھس گھس کر ہر اس عیسائی کو مار ڈالا جو سامنے آگیا۔ کچھ عیسائی مسلمانوں کی نگاہوں سے بچکر گھوڑوں پر سوار ہوئے اور جس کا جس طرف منہ اٹھا بھاگ نکلے۔ تھوڑی ہی دیر میں یا تو تمام عیسائی مار ڈالے گئے یا بھاگ گئے۔ جب تمام خیمے ان سے خالی ہو گئے تب قیس نے کیمپ پر قبضہ کر کے ہر چیز لوٹ لینے کا حکم دیا۔ مسلمان ہر طرف پھیل گئے۔ خیمے اکھاڑنے اور ان کے اندر کا سامان لوٹ لوٹ کر ایک جگہ جمع کرنے لگے۔ اس طرح صرف ایکہزار پرجوش مسلمانوں نے چار ہزار عیسائیوں کا خاتمہ کر کے ان کے کیمپ پر قبضہ کر لیا۔

بائیسواں باب

آخری فیصلہ

جب مسلمان کیمپ کی تمام چیزیں اکٹھا کر کے فارغ ہوئے تو صبح صادق کا وقت ہو گیا تھا۔ چاندنی پھیکی پڑنے لگی تھی۔ چاند سے فاصلہ پر چمکنے والے ستارے

جھلملانے لگے تھے۔ فوراً مسلمان چشمہ کے کنارے پر پہنچے اور خون کے دھبے جو عباؤں کے دامنوں، گریبانوں، ہاتھوں، چہروں اور داڑھیوں پر پڑ کے جم گئے تھے۔ انھیں دھو دھو کر وضو کرنے لگے۔

سب سے پہلے دو آدمیوں نے وضو کر کے اذان کہی اور پھر سب متفرق ہو کر سنتیں پڑھنے لگے۔ جب سنتیں پڑھ کر فارغ ہو گئے۔ تب فرضوں کے لئے جماعت کھڑی ہوئی۔ صفیں بالکل سیدھی کر کے قیس امام بن کر نماز پڑھانے لگے۔ انھوں نے سورہ الرحمٰن شروع کی۔ ایک تو وہ تھے ہی خوش گلو دوسرے شروع کر دی الرحمٰن۔ مسلمانوں پر بڑا اثر ہوا جب انھوں نے پڑھا۔

فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝
فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْـَٔلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖٓ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝
يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَالْاَقْدَامِ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝
هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ ۝ يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ ۝
فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝

ترجمہ:۔

یعنی جس وقت آسمان پھٹ کر آگ کی مانند سرخ ہو جائے گا پس تم اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاتے ہو اس روز جن و انس سے گناہوں کی بابت پوچھا جائے گا پس تم اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاتے ہو گنہگار اپنے چہروں سے پہچانے جاویں گے ان کی پیشانیوں کے بال اور ان کے پیر پکڑے جاویں گے۔ پس تم اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاتے ہو انہیں دوزخ میں ڈال کر کہا جائے گا کہ یہی دوزخ ہے جس کا گناہ گار انکار کرتے تھے۔ دوڑیں گے اس کے کھولتے ہوئے پانی کے درمیان پس تم اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاتے ہو

تمام مسلمانوں کے دل کانپ گئے۔ جسم لرز گئے۔ نماز پڑھنے کے بعد سب اٹھے۔ قیس نے حکم دیا کہ تمام سامان گھوڑوں اور خچروں پر لاد کر لے چلو۔ چنانچہ جلدی جلدی سارا اسامان عیسائیوں کے گھوڑوں اور خچروں پر لاد کر مسلمانوں نے صفیں مرتب کیں اور آہستہ آہستہ روانہ ہوئے۔ حسین لڑکیاں چونکہ حراست میں لے لی گئی تھیں اس لئے انھیں بھی گھوڑوں پر سوار کر کے ساتھ لے لیا گیا۔

غازیان اسلام مال غنیمت اور قیدی لڑکیوں کو لیکر درّہ میں داخل ہوئے اور اسے عبور کر کے کھلے میدان میں پہنچے اسے بھی طے کر کے پہاڑ سے نیچے اترے۔ یہاں تقریباً سو مسلمان کیمپ کی حفاظت کے لئے خود ہی رک گئے تھے۔ جب انھوں نے مسلمانوں کو آتے دیکھا تو خوش ہو کر اللہ اکبر کا پرزور نعرہ لگایا۔ اس نعرہ کے جواب میں ان لوگوں نے بھی نعرہ بلند کیا۔ ان پیہم نعروں کی آواز سے دشت و جبل گونج اٹھے۔

میرونہ اور ارمانوسہ کو ان سوآدمیوں نے حراست میں لے لیا تھا وہ دونوں ایک خیمہ میں کمبلوں پر پڑی ہوئی سو رہی تھیں۔ نعروں کی آواز سن کر وہ بھی گھبرا کر اٹھیں اور جلدی سے خیموں سے باہر نکل کر دیکھنے لگیں۔ انھوں نے مسلمانوں کو مع مال غنیمت کے آتے ہوئے دیکھا۔

اس وقت آفتاب بہت کچھ اونچا ہو گیا تھا اور دھوپ تمام میدان میں نیز سارے پہاڑ پر پھیل گئی تھی۔ آفتاب کی شعاعیں میرونہ کے حسن افروز چہرہ پر پڑ رہی تھیں۔ اور اس کے چہرے پر بجلیاں کوندتی نظر آ رہی تھیں۔

شہزادی اور ارمانوسہ نے ان لڑکیوں کو بھی آتے ہوئے دیکھا جو اسکے ساتھ آئی تھیں۔ شہزادی نے کہا۔ ارمانوسہ! شاید تمام عیسائی مار ڈالے گئے۔

ارمانوسہ نے غمزدہ لہجہ میں کہا۔ ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ شہزادی صاحبہ اب

آپ نے کیا کیا۔

میرونہ :۔ میں نے کچھ نہیں کیا۔ خدا ہی کو ایسا منظور تھا۔

اب قیس اور تمام مسلمان کیمپ کے قریب آکر رُکے۔ قیس نے شہزادی کے خیمے نصب کروا کر ان میں کوچیں بچھوا دیں اور شہزادی اور قیدی لڑکیوں کو انہیں آرام کرنے کی اجازت دیدی۔

شہزادی ارمانوسہ اور تمام لڑکیاں خیموں میں گھس گئیں چونکہ مسلمان رات بھر نہ سوئے تھے اور ساری رات لڑتے رہے اس لئے نیند کی وجہ سے ان کی آنکھیں بوجھل ہو رہی تھیں انھوں نے سو سپاہیوں کو حفاظت پر مامور کیا اور باقی سب سو گئے۔ دوپہر تک سوتے رہے جب دوپہر ڈھل گئی تو وہ اٹھے اور انھوں نے ظہر کی نماز پڑھی۔ نماز پڑھ کر مسلمانوں کی لاشیں ایک جگہ جمع کرنے لگے۔ صرف پندرہ مسلمان شہید ہوئے تھے۔ فوراً جنازہ کی نماز پڑھ کر گڑھے کھودے اور جو بس وہ پہنے ہوئے تھے اسی میں ہی انھیں دفن کر دیا۔

اس کے بعد عیسائیوں کی لاشیں غاروں میں ڈال کر صفائی کر دی۔ چونکہ اب عصر کا وقت آگیا تھا اس لئے انھوں نے عصر کی نماز پڑھی اور لکڑیاں کاٹنے کے لئے روانہ ہوئے۔

رات کو سردی زیادہ پڑتی تھی اس لئے ہر خیمے کے سامنے رات بھر آگ جلتی رہتی تھی لکڑیوں کی زیادہ ضرورت پڑتی تھی۔ ہر شخص خود ہی لکڑیاں کاٹ کر لاتا تھا جن لوگوں کے پاس غلام تھے وہ اپنے غلاموں کے ساتھ چلے جاتے تھے اور جس قدر غلام لکڑیاں کاٹ کر لاتا تھا اسی قدر وہ بھی لاتے۔ مغرب کے وقت یہ لوگ لکڑیاں لیکر واپس آئے، آتے ہی مغرب کی نماز پڑھی اور کھانا تیار کرنے لگے۔

جس وقت کھانا تیار ہوا تو عشاء کا وقت ہو گیا۔ پہلے انھوں نے عشاء کی نماز پڑھی

اور پھر کھانا کھایا۔ قیس نے قیدی لڑکیوں کے لئے بھی کھانا تیار کر کے بھیج دیا چونکہ مال غنیمت میں موم بتیاں وغیرہ بھی آئی تھیں اس لئے میرونہ کے خیمہ میں روشنی بھی کرا دی گئی۔

جب قیس کھانے سے فارغ ہوئے تو ایک اعرابی نے آکر کہا۔ یا سیدی آپ کو شہزادی صاحبہ بلا رہی ہیں۔

قیس نے دریافت کیا۔ کیا کوئی خاص کام ہے۔

اعرابی نے جواب دیا۔ خاص کام ہی ہوگا۔ مگر مجھے معلوم نہیں ہے۔

قیس :۔ اچھا چلو۔

وہ اعرابی کے ساتھ چلے اور شہزادی کے خیمہ پر پہنچے۔ ان خیموں کے گرد پہرہ لگا ہوا تھا۔ اعرابی باہر رہ گئے۔ اور قیس اندر داخل ہوئے۔ انھوں نے دیکھا کہ رشک قمر میرونہ کچھ اداس کوچ پر بیٹھی ہوئی ہے قیس کو دیکھتے ہی اس نے اپنی ہوش ربا نگاہیں اٹھا کر انھیں دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں جادو تھا۔ قیس لڑکھڑا گئے۔ مگر ہمت کر کے اس کے پاس جا کھڑے ہوئے۔

میرونہ نے شیریں انداز میں کہا۔ کھڑے کیوں رہ گئے۔ آپ تشریف رکھئے؟

قیس نیچے فرش پر بیٹھنے لگے۔ میرونہ نے جلدی سے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ کہاں۔ بہادر عرب آپ کہاں بیٹھنے لگے۔ یہاں بیٹھئے میرے پاس!۔

قیس اس حور وش کے قریب بیٹھ گئے۔ میرونہ نے ان کے چہرے کی طرف دیکھنا شروع کیا۔ قیس نے کہا۔ فرمائیے کیا ارشاد ہے۔

میرونہ نے کہا۔ آپ کو معلوم ہے کہ میں نے آپ کو شبخون مارنے کی اطلاع دیدی تھی۔

قیس :۔ نہ صرف مجھے بلکہ ہر مسلمان کو معلوم ہو گیا ہے۔

میرونہ :۔ اس احسان کا یہی بدلہ ہے۔

قیس :۔ کیا آپ کے ساتھ کوئی زیادتی کی گئی ہے؟

میرونہ :۔ یہ کیا کم زیادتی ہے کہ میں قید کر دی گئی ہوں۔

قیس :۔ آپ قید نہیں ہیں۔

میرونہ :۔ قید نہیں ہیں تو میرے خیموں کے گرد پہرہ کیسا رہتا ہے؟

قیس :۔ آپ کی حفاظت کے لئے۔

میرونہ نے امید و بیم بھری نظروں سے قیس کو دیکھ کر کہا۔ کیا آپ مجھے یہاں سے چلے جانے کی اجازت دیدیں گے۔

قیس نے افسوس بھرے لہجہ میں کہا۔ نہیں۔

میرونہ نے کچھ حیرت اور کچھ غصہ بھری نگاہوں سے اسے دیکھ کر کہا۔ کیوں۔

قیس نے سنجیدگی سے کہا۔ اس لئے کہ آپ کو جانے کی اجازت دینا میرے اختیارات سے باہر ہے۔

میرونہ نے بگڑنے کی شان سے کہا۔ گویا میں قیدی ہوں۔

قیس :۔ آپ قیدی بھی نہیں ہیں۔

میرونہ :۔ کیا تماشہ کی بات ہے۔ میں قیدی بھی نہیں ہوں اور یہاں سے جا بھی نہیں سکتی۔

قیس :۔ بات یہ ہے کہ آپ نظر بند ہیں اور امیر عیاضؓ کے حکم کے بغیر آپ کو جانے کی کوئی شخص بھی اجازت نہیں دے سکتا۔ ہاں اس بات کا میں وعدہ کرتا ہوں کہ وہاں پہنچتے ہی آپ کو اجازت دلا دوں گا اور اپنے سپاہیوں کی حفاظت میں قلعہ استوار تک پہونچا دوں گا۔ نیز ساتھ ہی یہ بھی اقرار کرتا ہوں کہ کہیں کسی وقت بھی آپ کو تکلیف نہ ہونے دوں گا۔

میرونہ :۔ اگر آپ خود ہی اجازت دے دیں۔

قیس :۔ تو مجھے فوراً گرفتار کر کے امیر المومنین حضرت عمرؓ فاروق کی خدمت میں بھیج دیا جائے گا۔ آج کوئی مسلمان ایسا نہیں ہے جو اپنی مرضی سے کوئی کام کر سکے۔

میرونہ سر جھکا کر کچھ سوچنے لگی۔ قیس نے کہا۔ شاید آپ یہ سوچ رہی ہیں کہ میں آپ کو جھانسہ دے رہا ہوں۔ نہیں ایسا خیال نہ کیجئے۔ میں سچ عرض کر رہا ہوں۔ اس بات کو خوب سمجھ لیں کہ کوئی مسلمان کبھی جھوٹ نہیں بول سکتا۔

میرونہ نے اپنا افسردہ چہرہ اور غمگین نظریں اٹھا کر ٹھنڈا سانس بھرتے ہوئے کہا۔ میری قسمت۔

قیس اس کی یہ کیفیت دیکھ کر زیادہ متاثر ہوئے انھوں نے کہا شہزادی تم افسوس نہ کرو۔ میں نے تمہیں اجازت دیدی۔ تم جہاں کہو میں تمہیں پہونچا دوں۔

میرونہ نے حیرت بھری نظریں اٹھا کر قیس کو دیکھتے ہوئے کہا۔ لیکن تمہارا کیا ہوگا۔

قیس :۔ وہی جو میں کہہ چکا ہوں۔

میرونہ :۔ یعنی گرفتار کر کے دار السلطنت بھیج دئے جاؤ گے؟

قیس :۔ یقیناً۔

میرونہ :۔ تب مجھے ایسی اجازت منظور نہیں ہے۔

قیس :۔ نہیں۔ شہزادی صاحبہ اب انکار نہ کیجئے!

میرونہ :۔ میں اپنی وجہ سے اپنے محسن کو مصیبت میں نہیں پھنسا سکتی!

قیس :۔ لیکن اگر امیر عیاضؓ نے بھی آپ کو اجازت نہ دی۔

میرونہ :۔ کچھ پرواہ نہیں!

قیس نے ذرا آگے بڑھ کر گل اندام میرونہ کا نرم و نازک ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر کہا۔ ضد نہ کرو۔ میرونہ چلی جاؤ۔

میرونہ نے جوش میں آکر۔ ہرگز نہ جاؤں گی۔

قیس:۔ پھر سوچ لو۔

میرونہ:۔ خوب سوچ لیا۔ تم نے دو مرتبہ میری جان بچائی ہے۔ اب میں تمہیں آفت میں پھنسا کر چلی جاؤں۔ یہ نہیں ہو سکتا۔

قیس:۔ لیکن آپ نے تو سیکڑوں مسلمانوں کی جانیں بچائی ہیں۔ آپکا احسان تو نہ صرف مجھ پر بلکہ تمام مسلمانوں پر ہو گیا ہے۔

میرونہ:۔ میں اسے احسان نہیں سمجھتی۔

قیس:۔ اچھا تم رات میں اور سوچ لینا۔

میرونہ:۔ بس میں نے سوچ لیا۔ اور یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔

قیس نے مشکورانہ نظروں سے اسے دیکھ کر کہا۔ میں تمہارے اس احسان کا شکریہ ادا نہیں کر سکتا۔

میرونہ:۔ شکریہ ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

قیس:۔ اچھا اب مجھے اجازت ہے۔

میرونہ:۔ ہاں! آپ جا سکتے ہیں۔

قیس:۔ ہم آپ کی مدارات آپ کی شان کے موافق نہیں کر سکتے۔ امید ہے کہ آپ معاف کر دیں گی۔

میرونہ نے مسکرا کر کہا حقیقت یہ ہے کہ مسلمان نہایت خلیق ہیں۔ خصوصاً آپ..... وہ شرما کر چپ ہو گئی۔

قیس نے اسے محبت بھری نظروں سے دیکھا لیکن فوراً کچھ سوچ کر اٹھ کر چلے اور خیمے سے باہر آئے۔ انھوں نے پہرہ والوں کو ہدایت کر دی کہ شہزادی کے آرام کا خیال رکھیں اور وہاں سے چل کر اپنے خیمے میں آ گئے۔ ان کا غلام ابھی تک جاگ رہا تھا۔ انھوں نے اسے بھی آرام کرنے کی اجازت دی اور خود بھی کمبل اوڑھ کر لیٹ

گئے۔ دیر تک پڑے کروٹیں بدلتے رہے۔ آخر کچھ دیر کے بعد سو گئے۔ صبح اٹھ کر وضو کیا۔ سب نے نماز پڑھی۔ نماز پڑھکر ہی خیمے اکھاڑ اکھاڑ کر اونٹوں اور خچروں پر لادے۔ مال غنیمت کا تمام سامان بھی بار کیا اور وہاں سے تھاج کی طرف روانہ ہوئے

تئیسواں باب

بزم عشرت

قارئین کرام بھولے تو نہ ہوں گے کہ تھاج کا بادشاہ یانس استوار کی طرف غبار اڑتا ہوا دیکھ کر یہ سمجھا کہ میرونہ آ رہی ہے چنانچہ وہ سمہ اپنے لشکر اور رعایا کے قلعہ سے باہر نکل آیا تھا۔ مگر جب غبار کا دامن چاک ہوا اور بجائے میرونہ کے اسلامی لشکر نظر آیا تو ساری رعایا تمام لشکر کل ارکین سلطنت خود یانس بدحواس ہو کر قلعہ میں گھس گئے تھے لشکر فصیل کے اوپر پھیلا گیا تھا اور یانس برج میں کھڑا ہو کر مسلمانوں کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھنے لگا تھا۔ جب رات ہو گئی تو وہاں سے ہٹ کر اپنے قصر میں داخل ہوا۔ اس وقت اس کی عجب کیفیت تھی کچھ غصہ آ رہا تھا کچھ پریشان اور کچھ غم تھا غصہ مسلمانوں پر تھا کہ وہ ایسے وقت کیوں آ گئے جب اس کی محبوبہ میرونہ آنے والی ہے اور پریشانی اس وجہ سے تھی کہ مسلمانوں کا لشکر اس کے اور میرونہ کے درمیان حائل ہو گیا تھا اور غم اس وجہ سے تھا کہ کہیں مسلمانوں کو میرونہ کے آنے کا حال معلوم نہ ہو جائے اور وہ اس لشکر پر حملہ کر کے جس کے ساتھ میرونہ آ رہی ہے میرونہ کو اپنے قبضہ میں نہ کر لیں وہ قصر میں داخل ہو کر اپنے خاص کمرے میں پہونچا اس کے وہاں پہنچتے ہی چند خوشرو کنیزیں تھرکتی ہوئی آئیں اور ایک طرف کھڑی ہو گئیں یانس کی طبیعت چونکہ ٹھیک نہ تھی اور وہ کسی غور و فکر میں مبتلا تھا اس لئے

وہ ان کی طرف متوجہ نہ ہوا۔ کچھ دیر تو کنیزیں خاموش کھڑی اس کی طرف دیکھتی رہیں لیکن جب زیادہ دیر گزر گئی تو ان میں سے ایک نے کہا۔ حضور! آج کیا بات ہے جو سرکار چپ چپ ہیں۔

یانس نے چونکا اس نے کنیزوں کی طرف دیکھو کہا۔ کوئی خاص بات نہیں ہے۔

دوسری کنیز:۔ ہم دیر سے کھڑی دیکھ رہی ہیں حضور نے ہماری طرف توجہ ہی نہیں کی۔

یانس:۔ ہاں میں کچھ سوچ رہا ہوں۔

دوسری کنیز نے لگاوٹ آمیز ادا سے دیکھتے ہوئے کہا۔ کیا سوچ رہے تھے آپ؟

یانس:۔ میں کچھ مسلمانوں کے متعلق غور کر رہا تھا۔

دوسری کنیز:۔ مسلمانوں کے متعلق .....؟

یانس:۔ ہاں۔

دوسری کنیز:۔ کیا سوچ رہے تھے؟

یانس نے اس کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔ تم حسین لڑکیاں ان باتوں کو کیا جانو۔

تیسری کنیز نے اپنی شوخ نظریں اٹھا کر اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ کیا مسلمان بھی اس قابل ہیں کہ ان کے متعلق کچھ سوچا جائے۔

یانس نے اسے دیکھ کر کہا۔ تو سچ کہہ رہی ہے۔ مسلمان اس قابل نہیں ہیں۔

تیسری کنیز:۔ میں تو یہ سمجھتی ہوں کہ ان کی قضا کھینچ کر یہاں لے آئی ہے۔

یانس:۔ تو سچ کہہ رہی ہے۔ میں جب چاہوں گا ان کا خاتمہ کر ڈالوں گا۔

چوتھی کنیز:۔ اور خاتمہ کرنے کو ان میں رکھا ہی کیا ہے۔ حضور قلعہ ہی میں بیٹھے رہیں حضور کے جاں نثار اسے ختم کر دیں گے۔

یانس:۔ میرا بھی ایسا ہی خیال ہے۔

پہلی کنیز:۔ حضور کسی افسر کو حکم دیں وہ صبح ہی جنگ کر کے انھیں مار ڈالے اور جو

سخت جان زندہ رہیں گے۔ انھیں گرفتار کر لائے گا۔

یانس:۔ میں یہی سوچ رہا تھا کہ کس افسر کو بھیجوں۔

دوسری کنیز نے قہقہہ لگا کر کہا۔ اس میں سوچنے کی کیا بات ہے حضور! تمام افسر بہادر اور نڈر ہیں جسے حکم دیجئے گا۔ وہی تیار ہو جائے گا۔

یانس:۔ بات تو نے معقول کہی!

تیسری کنیز:۔ مجھے تو ان مسلمانوں سے نفرت ہے ورنہ میں خود لشکر لے جاتی اور انھیں مار کر ہی واپس آتی۔

ان کنیزوں کی اس گفتگو سے یانس کی پریشانی غصہ اور غم دور ہونے لگے۔ اس نے مسکرا کر کہا۔ تو ..... ہاں تو کیا کر سکتی تھی۔ میں تیری یہ بات سنکر بڑا خوش ہوا۔

حقیقت یہ ہے کہ عیسائیوں کے مرد تو پھر مرد ہیں۔ شیروں کے کلیجے چیر سکتے ہیں لیکن عورتیں بھی غضب کی بہادر ہیں۔

تیسری کنیز:۔ آپ صبح کو کسی افسر کو حکم دیدیں۔ وہ انھیں مار کر بھگا دے گا۔

یانس:۔ ایسا ہی کروں گا۔

پہلی کنیز نے یانس پر تیر نظر کی بوچھار کرتے ہوئے کہا۔ مگر حضور کی پریشانی کی وجہ یہ نہیں ہے۔ یانس نے اس شوخ ادا کو دیکھ کر دریافت کیا اور کیا ہے۔

پہلی کنیز نے مسکرا کر کہا۔ کسی کی یاد دل میں چٹکیاں لے رہی ہے!

یانس چپ ہو گیا۔ تمام کنیزوں نے ہلکا قہقہہ لگایا دوسری کنیز نے کہا اب کہا ہے تو نے سچی بات۔

یانس نے ان کی طرف دیکھ کر کہا۔ تم بڑی شوخ ہو۔ آپ ہی آپ باتیں کرتی ہو۔

اور آپ ہی ہنستی ہو۔

تیسری کنیز:۔ ہنسی کی بات تو ہے ہی حضور!

یانس:۔ کیا بات ہے۔

چوتھی کنیز:۔ یہی کہ پریشان تو آپ کو کسی کی یاد نے کر رکھا ہے اور نام آپ سلمانوں کا لے رہے ہیں۔

یانس:۔ کس کی یاد نے پریشان کر رکھا ہے۔

دوسری کنیز:۔ جس کی یاد آپ کے دل میں بسی ہے۔

یانس:۔ وہ کون ہے۔

تیسری:۔ جس کی تصویر آپ کی آنکھوں میں پھر رہی ہے۔

اگرچہ یانس خوب سمجھ گیا تھا کہ وہ کس کا ذکر کر رہی ہے۔ مگر وہ تجاہل عارفانہ کر رہا تھا اور ان کی زبان سے اس کا نام سننا چاہتا تھا جس کی یاد میں اس نے بہت سی راتیں بسر کی تھیں۔ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جب کسی کو کسی سے محبت ہو جاتی ہے تو وہ چاہتا ہے کہ سب اسی کا تذکرہ کریں اور ہر وقت اسی کا ذکر ہوتا رہے۔ یانس بھی یہی چاہتا تھا۔ اس نے پوچھا۔ آخر کون ہے وہ۔

پہلی کنیز نے شوخی سے مسکرا کر کہا۔ شہزادی میرونہ۔ جس کے حسن کی شہرت کم سے کم آدھی دنیا میں ہے۔

دوسری کنیز نے ذرا منہ بنا کر کہا۔ مگر میں نے تو کچھ اور ہی سنا ہے۔

تیسری کنیز:۔ کیا سنا ہے تم نے۔

دوسری کنیز:۔ یہی کہ وہ زیادہ سے زیادہ حسین نہیں ہے۔ بلکہ سوداگروں نے اسے اس لئے شہرت دیدی ہے کہ تھاج کے شہنشاہ اسے ملکہ بنانے پر آمادہ ہو جائیں

چوتھی کنیز:۔ تو نے غلط سنا ہے وہ چندے آفتاب اور چندے ماہتاب ہے۔ اس قدر خوبصورت ہے کہ اسکے چہرہ کی طرف دیکھنا انسان کی طاقت سے باہر ہے۔

یانس:۔ بے شک وہ اتنی ہی حسین ہے۔

دوسری کنیز:۔ جب حضور اسے حسین سمجھتے ہیں تو ہمیں بھی تعریف کرنا پڑے گی۔

چوتھی کنیز:۔ اسکی صورت چاند سے زیادہ دلکش ہے۔

یانس:۔ حقیقت یہی ہے کہ وہ چاند سے زیادہ حسین ہے۔

دوسری کنیز:۔ بس تو میں بھی اسے حسین ہی ماننے لیق ہوں۔

تیسری کنیز:۔ تیرے ماننے نہ ماننے سے کیا ہوتا ہے۔

چوتھی کنیز:۔ چاند پھر چاند ہی ہے اور اسے چاند ہی کہا جائے گا۔

یانس:۔ ٹھیک کہہ رہی ہے تو۔

پہلی کنیز:۔ کیا حضور کچھ شغل نہ کریں گے۔

یانس:۔ کیوں نہیں۔ سب سامان لاکر لگاؤ۔ پری جمال گانے والیوں کو بھی بلا لاؤ بہت اچھا کنیزوں نے کہا اور سب چلی گئیں۔ اسوقت یانس کے غم و فکر دور ہو گئے تھے پریشانی جاتی رہی وہ کچھ مطمئن ہو گیا تھا۔ تھوڑی دیر میں کنیزوں نے کنٹر پیالیاں اور چھوٹی چھوٹی صراحیاں لا رکھیں چند گانے والیاں بھی عود و بربط لیکر آگئیں۔ کنیزوں نے پیالیوں میں شراب بھر کر یانس کو دی۔ اس نے پینا شروع کیا۔ چونکہ وہ سب حسین اور خوش گلو تھیں اس لئے سماں بندھ گیا۔ تمام کمرہ میں موسیقی کا سمندر لہریں لینے لگا اور اس سمندر میں یانس اور اور کنیزوں کی روحیں تیرنے لگیں۔ دیر تک شراب نوشی اور رقص و سرود کی محفل گرم رہی جب یانس کو کچھ سرور ہوا وہ بستر پر اوندھا لیٹ گیا اسے سر و پا کا ہوش نہ رہا۔ بھول گیا۔ کون ہے اور کہاں ہے کیا کرتا ہے اور کیا کرنا چاہئے گانے والیاں اٹھ کر چلی گئیں۔ کنیزیں بھی اس پر لبادہ ڈال کر رخصت ہو گئیں۔ اور وہ دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو کر تنہا پڑا رہ گیا۔

چوبیسواں باب

پیغام

یانس ساری رات مدہوش پڑا رہا۔ صبح کے وقت جب نشہ اترا تب حواس ٹھکانے ہوئے۔ وہ اٹھا اور ضروریات سے فارغ ہوکر بیٹھا بیٹھے ہی اسے میرونہ کا خیال آیا۔ اور میرونہ کے خیال کیساتھ ہی یہ خیال بھی آیا کہ اس کے اور میرونہ کے درمیان مسلمان حائل ہوگئے ہیں تو اس کے دل پر نشتر سا لگا۔ وہ بے چین ہوکر اٹھ کھڑا ہوا۔ اسوقت آفتاب طلوع ہوچکا تھا۔ قصر کی تمام کنیزیں اور سارے غلام بیدار ہوہو کر اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہوگئے تھے۔ یانس کمرے میں ٹہل قدمی کرنے لگا تھا۔ اسے پھر غم و فکر نے آدبایا تھا اور وہ پریشان ہوکر ٹہل رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک کنیز نے حاضر ہوکر کہا۔ حضور والا! مرہف یاریاب ہونا چاہتے ہیں۔

مرہف عربی النسل عیسائی تھا یعنی وہ عرب کا باشندہ تھا۔ خالص عربی تھا لیکن نیّر اسلام طلوع ہونے سے پہلے اس کا دادا عرب سے ہجرت کرکے تھاج میں آگیا تھا اور یہیں رہنے لگا تھا۔ اس کا دادا تو تجارت کرتا تھا اور باپ نے فوج میں ملازمت کرلی تھی اور ترقی کرتے کرتے ایک ہزار سواروں کا افسر ہوگیا تھا۔ لیکن مرہف مدبر تھا۔ اور اس لئے اسے قلعہ کا افسر مقرر کردیا گیا تھا۔ اس نے قلعہ دار بنتے ہی قلعہ کی مرمت کراکر اس قدر مضبوط کرلیا تھا کہ وہ ناقابل تسخیر سمجھا جانے لگا تھا۔ مرہف کے آنے کی اطلاع سن کر یانس نے کنیز کو دیکھتے ہوئے کہا۔ آنے دو۔

کنیز چلی گئی۔ یانس ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

یانس نے مرہف سے کہا۔ کہئے آپ نے کیا کیا انتظامات کئے۔

مرہف :۔ میں نے فصیل پر چاروں طرف لشکر پھیلادیا ہے۔ تیروں کے گٹھے پتھروں کے ٹکڑے اور فلاخن وغیرہ سب پہنچادیئے ہیں۔

یانس :۔ لیکن اس انتظام کی کیا ضرورت ہی تھی۔

مرہف :۔ خیال تھا کہ شاید مسلمان آج ہی حملہ کردیں گے۔ مگر.....

یانس نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔ مگر انھوں نے حملہ نہیں کیا!

مرہف :۔ جی ہاں۔

یانس :۔ مگر وہ حملہ کر ہی نہیں سکتے۔

مرہف :۔ (حیرت سے اسے دیکھتے ہوئے) کیوں۔

یانس :۔ اس لئے کہ وہ مجھ سے ڈرتے ہیں۔ رات کنیزیں کہہ رہی تھیں کہ مسلمانوں کو قتل کرڈالنا کوئی بڑی بات نہیں ہے۔

مرہف کو بے ساختہ ہنسی آگئی مگر سوئے ادب سمجھ کر اس نے ضبط کیا۔ اور مسکرا کر کہا۔ کنیزوں کی بات رہنے دیجئے۔ یانس نے جوش میں آکر کہا۔ آپ کیا سمجھتے ہیں کنیزوں کو؟

مرہف :۔ قصر میں رہنے والی لڑکیاں؟

یانس :۔ لیکن وہ مسلمان مردوں سے زیادہ بہادر ہیں۔

مرہف :۔ ممکن ہے!

یانس :۔ آپ کو شک کیوں ہے۔

مرہف :۔ اس لئے کہ انھوں نے ہرقل اعظم کی زبردست سلطنت کو الٹ دیا ہے۔ مصر پر قبضہ کرلیا ہے۔ دیار بکر کے بیشتر حصّہ پر قابض ہوگئے۔

یانس :۔ اس سے کیا ہوتا ہے۔ آج تک ان سے بزدل عیسائی لڑتے رہے اور وہ فتح پاتے رہے لیکن اب ان کا مقابلہ شیر دل عیسائیوں سے ہے۔

مرہف:۔ یہ سچ ہے مگر مسلمان بھی موم کے بنے ہوئے نہیں۔

یانس:۔ موم کے ہوں یا لوہے کے۔ مگر وہ انسان تو ہیں۔

مرہف:۔ بیشک۔ مگر ہرقل اعظم کا قول ہے کہ مسلمان ایسے انسان ہیں کہ جنکا مقابلہ کرتے ہوئے شیر بھی گھبراتے ہیں۔

یانس نے برا سا منہ بنا کر کہا۔ اگر ہرقل اعظم ایسا بزدل نہ ہوتا تو ملک شام کی ہزار سال حکومت مسلمانوں کے حوالے کیوں کر دیتا۔

مرہف:۔ آپ کو تمام واقعات خوب معلوم ہیں۔ وہ لڑا نہایت بہادری سے لڑا اور اس وقت تک لڑتا رہا جب تک لڑنے کی طاقت رہی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ لاکھوں انسان کٹوا ڈالے اور کروڑوں روپیہ صرف کرنے کے بعد بھی سلطنت قبضہ میں نہ رہ سکی۔

یانس:۔ تم ہی بتاؤ کہ اس سے اس کی بہادری ظاہر ہوتی ہے یا بزدلی۔

مرہف:۔ اس کا فیصلہ حضور ہی خوب کر سکتے ہیں۔

یانس:۔ میں اسے بزدلی کہتا ہوں اور بزدلی ہی سمجھتا ہوں۔

مرہف:۔ بس تو وہ بزدلی ہی ہوگا۔

یانس:۔ لیکن تمہیں اس میں شک ہے۔

مرہف:۔ واقعات سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اس نے یرموک کے مقام پر گیارہ لاکھ لشکر روانہ کیا تھا۔ اس کا سپہ سالار باہان اس لشکر کا سپہ سالار تھا۔ اتنا بڑا لشکر روی سلطنت نے کبھی کسی کے مقابلے میں نہ بھیجا تھا۔ انمیں ساٹھ ہزار تو وہ عرب تھے جو پہلے مسلمان تھے لیکن اپنے سردار جبلہ بن ایہم کے ساتھ امیر المومنین حضرت عمر فاروق سے ناخوش ہو کر ملک شام میں بھاگ آئے تھے اور عیسائی ہو گئے تھے۔ مسلمان صرف ستائیس ہزار تھے لیکن جب جنگ شروع ہوئی تو صرف ساٹھ مسلمان جبلہ کے ساٹھ ہزار عیسائیوں سے لڑے اور انہیں شکست دیکر کامیاب ہوئے۔ پھر ستائیس ہزار مسلمانوں نے گیارہ لاکھ عیسائیوں پر فتح پائی۔ اور اس قدر عظیم الشان لشکر کو برباد کر دیا۔ پھر جب مسلمانوں نے روی حکومت کے دارالسلطنت

انطاکیہ پر حملہ کیا۔ تو ہرقل نے اسے بچانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ لاکھوں سپاہی پورے ساز و سامان سے فراہم کر کے خونریز جنگ کی لیکن شکست ہوئی اور مسلمانوں نے انطاکیہ پر بھی قبضہ کر لیا۔ مصر کو مسلمانوں سے بچانے کے لئے پوری کوشش کی گئی مگر ایک بھی پیش نہ گئی۔ مسلمانوں نے مصر پر بھی قبضہ کر لیا۔ اب خیال فرمایئے ہرقل اعظم نے بزدلی کی۔

یانس بڑی توجہ سے اس کی گفتگو سن رہا تھا۔ اس نے کہا۔ ہاں یہ واقعات میں نے سنے ہیں۔

مرہف:۔ اب دیار بکر کا بھی ذکر سن لیجئے۔ مادرین کے بادشاہ ارسوس نے بلاوجہ مسلمانوں سے جنگ چھیڑ کر ان کے استیصال میں اپنی پوری طاقت صرف کر دی۔ لیکن نتیجہ وہی شکست ہوا راس العین کے بادشاہ شہریاض نے دو لاکھ کے لشکر سے آٹھ ہزار مسلمانوں پر حملہ کیا۔ لیکن خود بھی مارا گیا اور لشکر بھی کھیت رہا۔

یانس:۔ مجھے معلوم ہے۔

مرہف:۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عیسائیوں نے بزدلی نہیں کی بلکہ مسلمان معمولی انسان نہیں ہیں حقیقت میں وہ شیر ہیں اور شیر بھی ان سے ڈرتے ہیں۔

یانس:۔ تم سچ کہہ رہے ہو۔ مگر رات کنیزوں کی باتیں سن کر تو میں سمجھ گیا تھا کہ ہمارا کوئی افسر صبح مسلمانوں پر حملہ کر کے انھیں ختم کر دیگا۔

مرہف:۔ ان مسلمانوں کو ختم کر ڈالنا آسان نہیں ہے۔ اس وقت جو لشکر تھاج کیا منے آکر خیمہ زن ہوا ہے وہ وہی ہے جس نے ہرقل اعظم کی سلطنت کو الٹ دیا۔ مصر پر قبضہ کر لیا راس العین کے بادشاہ شہریاض کو مار ڈالا۔

یانس:۔ پھر اب کیا ہوگا؟

مرہف:۔ ہمیں تلوار بند ہو کر مسلمانوں کا مقابلہ کرنا پڑیگا۔

یانس نے افسوس بھرے لہجہ میں کہا۔ لیکن شہزادی میرونہ!

مرہف :۔ البتہ وہ خطرہ میں ہیں۔

یانس نے افسوس سے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔ آہ! اگر وہ خطرہ میں ہیں تو میرا کیا حشر ہوگا

مرہف :۔ ابھی شاید وہ دور ہوں اور مسلمانوں کے آنے کی خبر سن کر واپس استوار لوٹ جائیں۔

یانس :۔ لیکن اگر وزیر اعظم بہادری کے جوش میں واپس نہ لوٹے۔

مرہف :۔ تب نقصان ہوگا۔

یانس :۔ کیا اچھا ہوگا آپ قاصد کو بھیج کر اسے واپس لوٹنے کی ہدایت کر دیں۔

مرہف :۔ کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ مسلمان آسانی سے کسی کو قلعہ سے باہر نکلنے اور کہیں جانے دیں گے۔

یانس :۔ کیا وہ سختی سے نگرانی کیا کرتے ہیں؟

مرہف :۔ اس سختی سے کہ پرندہ بھی اڑ کر قلعہ سے باہر نہیں جا سکتا۔

یانس :۔ پھر کیا کیا جائے۔

مرہف :۔ آپ مسلمانوں سے صلح کر لیں تو بہتر ہے۔

یانس کو یہ بات سن کر بڑا طرارہ آیا۔ اس نے مرہف کو دیکھتے ہوئے کہا۔ صلح کر لوں۔ ناممکن ہے۔ میں مرتے دم تک بھی صلح نہ کروں گا۔

مرہف :۔ میں نے شہزادی کے خیال سے کہا تھا۔

یانس :۔ صرف اسی کا خیال مجھے بھی ہے..... مگر صلح نہیں کر سکتا۔ کچھ سوچ کر ہاں ایک بات میری سمجھ میں آئی ہے۔

مرہف نے اسے دیکھتے ہوئے دریافت کیا۔ کیا؟

یانس :۔ ان مسلمانوں سے ایک چال چلی جائے۔

مرہف :۔ کیا چال چلی جائے؟

یانس :۔ ان سے عارضی صلح کی درخواست کی جائے۔

مرہف :۔ کن شرائط پر۔

یانس :۔ شرائط کچھ نہ ہوں۔ صرف ان سے یہ کہا جائے کہ ہم ان کے مطیع ہو گئے اور ایک سال تک مطیع رہیں گے۔ اگر انھوں نے تمام دیار بکر کو فتح کر لیا تو ہم آئندہ سال سے انھیں جزیہ اور خراج دینا شروع کر دیں گے اور اگر وہ فتحیاب نہ ہو سکے تو مصالحت ٹوٹ جائے گی۔

مرہف :۔ اس سے کیا فائدہ ہوگا۔

یانس :۔ صرف یہ کہ مطمئن ہو کر واپس ہو جائیں۔

مرہف :۔ مسلمان بیوقوف نہیں ہیں وہ ایک سال کے جزیہ اور خراج کی رقم پیشگی طلب کریں گے۔

یانس :۔ اس رقم کی ادائیگی کے لئے ان سے مہلت مانگی جائے۔

مرہف :۔ مہلت وہ دیدیں گے۔

یانس :۔ خوش ہو کر۔ بس پھر کام ہو جائے گا۔

مرہف :۔ کیا کام ہو جائے گا۔

یانس :۔ اس عرصہ میں میرو نہ آجائے گی۔ اور چونکہ مسلمان سمجھیں گے کہ ہم سے صلح ہو گئی ہے۔ اس لئے وہ اس سے کوئی تعرض نہ کریں گے اور اسے قلعہ میں آنے دیں گے۔ پھر ہم جزیہ ادا کرنے کے بہانے سے ان کے سرداروں کو طلب کریں گے اور جب وہ آجائیں گے تب انھیں گرفتار کر کے قتل کر ڈالیں گے اور پھر عام مسلمانوں پر حملہ کر کے انکا خاتمہ کر دیں گے۔ کچھ کسی تدبیر ذہن میں آئی ہے۔ یانس قہقہہ لگا کر ہنسنے لگا۔ مرہف نے سنجیدگی سے کہا۔ تدبیر تو مناسب ہے اگر چل جائے۔

یانس :۔ کوشش شرط ہے۔ میرے خیال میں تم قاصد بن کر جاؤ۔ تم ہوشیار اور دانشمند

اور مدد پر ہو۔ اس کام کو خوش اسلوبی سے کرلو گے۔

مرہف :۔ مگر مسلمان خود تو چالباز ہوتے نہیں لیکن دوسروں کی چالوں کو خوب سمجھ جاتے ہیں۔

یانس :۔ تم جاکر دیکھو تو سہی۔

مرہف :۔ مجھے تعمیل حکم میں کوئی عذر نہیں۔

یانس :۔ میں ان کے سردار کے نام ایک خط لکھے دیتا ہوں۔ تم وہ اسے دیکر اس طرح سمجھانا کہ وہ مان جائے۔

مرہف :۔ بہتر۔

یانس نے جلدی جلدی خط لکھ کر مرہف کو دیا۔ اور اسے ہدایت کردی کہ وہ فوراً روانہ ہوجائے۔ مرہف خط لیکر اور اسی وقت جانے کا اقرار کر کے اٹھا سلام کیلئے جھکا اور چلا گیا۔ یانس اس کے جانے کے بعد بہت خوش ہوا اور ناشتہ منگا کر کھانے لگا

پچیسواں باب

اسلامی جوش

اسلامی لشکر تھاج کے سامنے آکر مقیم ہوگیا۔ مسلمان قلعہ سے ذرا فاصلہ پر دُور تک پھیل گئے تھے گویا وہ اس طرح قلعہ کے سامنے چھا گئے کہ اسطرف سے کسی طرح بھی کوئی آدمی بچکر نہ دوسری طرف جاسکتا تھا اور نہ کسی طرح قلعہ کے نزدیک پہنچ سکتا تھا اسلامی لشکر میں قاعدہ تھا کہ قریب قریب ہر خیمہ کے سامنے ساری رات آگ روشن رہتی تھی۔ چنانچہ مسلمانوں نے عشاء کی نماز پڑھتے ہی آگ روشن کردی۔ عیسائی آگ کی روشنی میں مسلمانوں کو چلتے پھرتے دیکھ رہے تھے۔ جب رات زیادہ آگئی تو مسلمان سو گئے تو پانچسو سپاہیوں کا ایک دستہ حفاظت کی غرض سے لشکر کی گرداوری کرنے کیلئے چل پڑا۔

صبح بیدار ہوکر مسلمانوں نے نماز پڑھی جب نماز پڑھکر فارغ ہوئے تو عیاضؓ نے

اٹھکر کہا۔ مسلمانو! آج آرام کرلو ہتھیاروں کی صفائی کرلو کل قلعہ پر حملہ کیا جائے گا۔

عام طور پر مسلمانوں کا خیال تھا کہ حملہ آج ہی ہوگا کیونکہ اکثر ایسا ہی ہوتا رہا تھا کہ جس قلعہ پر مسلمان پہنچے یا تو اسی روز حملہ کردیا یا دوسرے دن مگر آج انہیں تیاری کرنیکی مہلت دیدی گئی تھی اسکی وجہ یہ تھی کہ تھاج کا قلعہ نہایت شاندار بلند اور مضبوط تھا عیاضؓ یہ چاہتے تھے کہ آج اسکے چاروں طرف پھر کر دیکھ لیا جائے کہ کسطرف سے حملہ کرنا مناسب ہے چنانچہ انھوں نے خالدؓ ضرارؓ عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیقؓ نعمان بن مقرنؓ مقداد بن الاسودؓ اور چند شیران اسلام کو روک کر کہا آپ سب اصحاب تیار ہوکر میرے خیمے پر آجائیں میں قلعہ کے چاروں طرف گھوم کر دیکھنا چاہتا ہوں کہ کسطرف سے حملہ کر کے کامیابی کا امکان ہے سب نے کہا بہتر ہے اور اپنے اپنے خیموں کی طرف چلے گئے عیاضؓ اٹھکر اپنے خیمہ پر پہنچے ہتھیار لگائے اور خیمہ سے باہر نکلکر کھڑے ہوگئے۔ اس عرصہ میں انکا غلام گھوڑے پر زین کس لایا تھوڑی ہی دیر میں تمام اصحاب آگئے جنکو عیاضؓ نے بلایا تھا انمیں ضرارؓ ننگے بدن تھے اور گھوڑے کی ننگی ہی پشت پر سوار تھے صرف تہ بند باندھے تھے وہ ہمیشہ ہر جنگ میں لڑائی کے وقت تمام لباس اُتار کر ایک تہ بند باندھ لیا کرتے تھے اور گھوڑے کی ننگی پشت پر سوار ہوکر برسے سے موت کی لڑائی لڑا کرتے تھے وہ سیکڑوں معرکوں میں شریک ہوچکے تھے لیکن اس پھرتی اور چستی سے لڑتے تھے کہ باوجود برہنہ جسم ہونیکے شاذ و نادر ہی زخمی ہوتے تھے۔ انلوگوں کے آتے ہی عیاضؓ بھی گھوڑے پر سوار ہوئے اور انھیں ساتھ لیکر قلعہ کیطرف چلے جب قلعہ ایک تیر کے فاصلہ رہگیا تو انھوں نے گردنیں اُٹھا اُٹھا کر فصیل کیطرف دیکھنا شروع کردیا فصیل اسقدر بلند تھی کہ پرندہ بھی اڑکر پہنچ نہیں سکتا تھا اور دُور سے مضبوط اسقدر معلوم ہوتی تھی کہ اسکا توڑ ڈالنا پہاڑکی سنگلاخ چٹانوں کے توڑ ڈالنے سے کم نہ تھا یہ سب اسطرف سے گھوم کر دوسری طرف پہنچے۔ جو بات قلعہ کے اسطرف تھی وہی بات دوسری طرف بھی نظر آئی عیسائی فصیل پر اور برجوں میں کھڑے ان مسلمانوں کو فصیل کا جائزہ لیتے ہوئے دیکھ رہے تھے جوں جوں یہ لوگ گھومتے جاتے تھے عیسائی فصیل کے نزدیک آنیکی کوشش کرتے تھے تاکہ انھیں تیر برسا کر روکدیں۔ مسلمان بھی

خوب سمجھتے تھے کہ فصیل کے نزدیک ہوتے ہی ان پر تیروں پتھروں کی بارش شروع ہو جائیگی اسلئے وہ ذرا فاصلے پر ہی گشت کرتے تھے انہوں نے قلعہ کے چاروں طرف چکر لگایا لیکن کسی طرف بھی ایسا موقع نہ معلوم ہوا جس سے حملہ کر کے فصیل کو توڑ ڈالنا یا فصیل پر چڑھ جانا ممکن ہوتا۔

چنانچہ وہ لوٹ پڑے۔ چونکہ قلعہ دو ڈھائی میل سے زیادہ لمبا چوڑا تھا اسلئے اسکے گرد چکر لگانے میں کافی وقت صرف ہو گیا جس وقت وہ واپس لوٹ رہے تھے تو چند کوتاہ اندیش عیسائیوں نے ان کی طرف تیر پھینکے جو ان سے کچھ فاصلہ پر آ کر گرے تیروں کو آتے ہوئے دیکھ کر مسلمانوں کا خون جوش حرارت سے انکی رگوں میں کھولنے لگا وہ رک کر کھڑے ہو گئے اور فصیل کی طرف دیکھنے لگے عیسائیوں نے ان کے رکتے ہی فلاخنوں کے ذریعہ پتھر پھینکے اور کمانوں کے ذریعہ سے تیر برسانے شروع کئے لیکن مسلمان فصیل سے اتنے فاصلہ پر کھڑے تھے کہ تیر یا پتھر ان کے پاس نہ آتے تھے بلکہ ان سے دور ہی گر جاتے تھے مگر پھر بھی عیسائی تیروں اور پتھروں کی بارش کر رہے تھے۔ ضرار رضؓ کو اسقدر جوش اور غصہ آ رہا تھا کہ وہ دانت پیس پیس کر غضبناک نگاہوں سے فصیل کے اوپر کھڑے ہوئے عیسائیوں کو دیکھ رہے تھے جوش و غصہ تمام مسلمانوں کو آ رہا تھا۔ عبدالرحمٰن بن ابی بکر سے ضبط نہ ہو سکا انھوں نے عیاض رضؓ سے مخاطب ہو کر کہا۔ یا امیر اجازت دیجئے ان شریروں کو جواب دیا جائے۔ عیاض رضؓ نے کہا کیا فائدہ ہوگا نہ انکے تیر اور پتھر تم تک آتے ہیں نہ تمہارے ان تک پہونچیں گے ضرار نے کہا یہ سچ ہے لیکن جواب دینے سے انھیں یہ معلوم ہو جائے گا کہ مسلمان ڈرنے یا دبنے والے نہیں عیاض رضؓ نے کہا۔ اچھا جواب دو لیکن اتنا آگے نہ بڑھ جانا کہ عیسائیوں کے تیر اور پتھر نقصان پہونچانے لگیں۔

بہتر ہے کہتے ہی تمام مسلمانوں نے جلدی جلدی کمانیں شانوں پر سے اتار کر ہاتھوں میں لیں اور ترکشوں میں سے تیر نکال نکال کر کمانوں میں رکھ کر چلے کھینچے یہ لوگ بھی خوب جانتے تھے کہ ایک تو وہ زیادہ فاصلے پر تھے دوسرے فصیل زیادہ اونچی تھی اس لئے ان کے پتھر بھی عیسائیوں کو نقصان نہ پہونچا سکتے تھے چنانچہ انھوں نے اپنے گھوڑوں کے رخ فصیل کی طرف کر کے مہمیز لگائی گھوڑے فصیل کی طرف تیزی سے بڑھے عیسائیوں نے انھیں بڑھتے ہوئے دیکھ کر شور مچانا اور

جلدی جلدی تیروں اور پتھروں کی بارش کرنا شروع کر دیا۔ چونکہ مسلمان بہت کچھ آگے بڑھ گئے تھے اس لئے تیر اور پتھر انکے پاس سامنے اور ادھر ادھر آ کر پڑنے لگے تھے مگر انھوں نے مطلق بھی تیروں اور پتھروں کا خیال نہ کیا وہ برابر بڑھتے ہی رہے آخر کچھ دور چل کر عیاض رضؓ رک گئے اور انھوں نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ تمام مسلمانوں نے ملکر اس نعرہ کی تکرار کی اور سب نے ایک ساتھ تیر چھوڑے۔ چونکہ فصیل کے اوپر کثرت سے تیر آ رہے تھے اس لئے کئی تیر تو ان تیروں سے ٹکرا کر گرے اور کئی فصیل کے اوپر پہنچے۔ مسلمانوں کے ان تیروں سے بچنے کے لئے عیسائی ادھر ادھر ہٹنے لگے مگر وہ ایسے ملے ہوئے کھڑے تھے کہ کوشش کرنے پر بھی ایک بھی ادھر سے ادھر نہ ہو سکا۔ چنانچہ کئی تیر عیسائیوں کی پیشانیوں اور سینوں میں پیوست ہو گئے اور وہ چیخ چیخ کر گرے۔

چونکہ وہ فصیل کے کنارے پر کھڑے ہوئے تھے اس لئے جھکتے ہی نیچے گرے اور زمین تک آتے آتے انکی روحیں پرواز کر گئیں اور جب زمین پر گرے تو اعضا ٹکڑے ٹکڑے اور ہڈیوں کا چورا چورا ہو گیا۔ انکے قریب کھڑے ہوئے عیسائی انھیں جھک جھک کر دیکھنے لگے ابھی وہ دیکھ ہی رہے تھے کہ پھر تیر سن سن کرتے ہوئے انکے جسموں میں ترازو ہو گئے۔ ان میں سے اکثر نے پھر خوفناک چیخیں ماریں اور فصیل سے ٹکراتے ہوئے گرے انکا بھی وہی حشر ہوا جو ان سے پہلوں کا ہوا تھا۔

عیسائیوں سے یہ غلطی ہوئی تھی کہ وہ زخمیوں کے چلانے کی آوازیں سنتے ہی فصیل کے اوپر سے گرنیوالوں کی طرف متوجہ ہو کر تیر افگنی اور سنگ باری موقوف کر چکے تھے۔ مسلمانوں کے لئے اتنا موقعہ کافی تھا انھوں نے جلدی جلدی تیر پھینکنے شروع کر دیئے اور چند ہی منٹوں میں پندرہ بیس عیسائیوں کو مار ڈالا یہ طاقت اور قوت بازو مسلمانوں ہی کی تھی کہ وہ فاصلے پر کھڑے ہوئے سر بفلک فصیل پر تیر برسا برسا کر انھیں قتل کر رہے تھے۔ لیکن عیسائی فوراً ہی ہوشیار ہو گئے وہ پیچھے ہٹ گئے اور انھوں نے پیچھے ہٹتے ہی تیر اور پتھر برسانا شروع کر دیئے۔ چونکہ مسلمان بہت قریب آ گئے تھے اس لئے ان پر زد پڑنے لگی تھی۔ عیاض رضؓ نے کہا۔ بس اب تیر اندازی بند کر کے واپس لوٹو۔ فوراً مسلمانوں نے تیر اندازی موقوف کر دی اور پیچھے ہٹ کر اپنے لشکر کی طرف چلنے لگے۔ عیسائیوں کو اس بات

برابر اعلان آرہا تھا کہ مسلمانوں نے انکے کئی آدمی تیروں سے زخمی کر کے مار ڈالے تھے اور ان میں سے ایک بھی زخمی تک نہ ہوا تھا وہ جوش میں آکر اپنی پوری قوت سے تیر اور پتھر برسا رہے تھے۔ مگر مسلمان اب اتنی دور پہنچ گئے تھے کہ انکے پاس نہ تیر پہنچتے تھے نہ پتھر وہ فصیل کا پورا چکر لگا کر اپنی لشکر گاہ میں داخل ہوئے جب عیاضؓ خیمہ پر پہنچے تو انکے غلام نے کہا۔ یا سیدی! ایک قاصد قلعہ والوں کا آیا ہے اور وہ منتظر ہے۔ عیاضؓ نے کہا۔ اس سے کہدو کہ ظہر کی نماز کے بعد ملاقات ہوگی۔ بہت اچھا۔ غلام نے کہا۔ اور چلا گیا۔ عیاضؓ نے خیمہ کے اندر جا کر ہتھیار اتار کر رکھے اور واپس آئے اسوقت دوپہر ڈھل چکی تھی ظہر کی اذان ہو رہی تھی تمام مسلمان نماز پڑھنے کیلئے میدان میں جمع ہو رہے تھے۔ عیاضؓ بھی چل کر میدان میں پہنچے وضو کیا اور نماز پڑھنے لگے۔

پچیسواں باب

قاصد

عیاضؓ نماز سے فارغ ہو کر اپنے خیمے پر پہنچے چونکہ اس وقت تک کھانا نہیں کھایا تھا اسلئے انکے جاتے ہی غلام نے سب سے پہلے انکے سامنے کھانا لا رکھا۔ عیاضؓ نے کھانا کھایا اور جب غلام نے کھانا بڑھایا تب انھوں نے قاصد کو طلب کیا ابھی قاصد آنے بھی نہ پایا تھا کہ ضرار، خالد، مقداد عبداللہ بن عمر فاروقؓ، عبدالرحمٰن ابن ابوبکر صدیقؓ آگئے اور سلام کر کے انکے سامنے بیٹھ گئے۔ خالد نے بیٹھنے کے بعد کہا۔ معلوم ہوا ہے یافس کا کوئی قاصد آیا ہے عیاضؓ نے جواب دیا۔ ہاں آیا ہے ابھی تک وہ مجھ سے نہیں مل سکا۔ اب میں نے اسے بلایا ہے۔

عبدالرحمٰن۔ یہ عیسائی لوگ ذرا چالاک ہوتے ہیں۔ نہیں معلوم کس مقصد کیلئے بھیجا ہے۔

عیاضؓ۔ یہ بات تو اس سے باتیں کر کے معلوم ہو سکتی ہے۔

اتنا قاصد خیمے کے اندر داخل ہوا۔ یہ مرہف تھا وہ سلام کیلئے جھکنے لگا۔ فوراً ہی ضرار نے کہا۔

مہربانی کر کے اسقدر نہ جھکئے جس سے سجدے کی شان ظاہر ہو۔ انسان کا انسان کے سامنے اسقدر جھکنا گناہ ہے۔ مرہف فوراً ہی کھڑا ہو گیا۔

اس نے خیال کیا تھا کہ مسلمانوں کا سپہ سالار جسکی شہرت مشرق سے مغرب تک پھیلی ہوئی ہے بڑی شان سے رہتا ہوگا عالیشان خیمہ ہوگا بیش قیمت فرش ہوگا اعلیٰ قسم کی کرسیاں ہوں گی۔ نفیس ریشمی لباس پہنتا ہوگا لیکن اب جو اس نے دیکھا تو وہاں کچھ بھی نہ تھا۔ معمولی مگر وسیع خیمہ تھا۔ کمبلوں کا فرش تھا۔ کرسیوں اور کرسیوں کا پتہ نہ تھا۔ سپاہی، افسر، سردار حتیٰ کہ سپہ سالار سب سادہ کپڑے پہنے بیٹھے تھے۔ وہ مسلمانوں کی یہ سادہ معاشرت دیکھ کر حیران رہ گیا۔ چونکہ اس نے پہلے کبھی عیاضؓ کو نہ دیکھا تھا اس لئے وہ پہچان ہی نہ سکا کہ ان میں سپہ سالار کون ہے۔ کھڑا ہوا حیرت بھری نگاہوں سے انھیں دیکھنے لگا ایک بات جو اس نے دیکھی اور جس کا اس پر زیادہ اثر پڑا یہ تھی کہ ہر مسلمان کے چہرہ سے رعب و جلال ظاہر تھا سادہ لباس میں ان کی اس قدر ہیبت تھی کہ ان کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھا جاتا تھا۔

اسے کھڑا ہوا دیکھ کر خالد سمجھ گئے کہ وہ کچھ حیران اور کچھ مرعوب ہو گیا ہے۔ انھوں نے نرمی کے لہجہ میں کہا۔ آؤ عیسائی برادر بیٹھ جاؤ۔ مرہف ایک قدم آگے بڑھ کر بیٹھ گیا۔ اس نے کہا میں سپہ سالار سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ خالد نے عیاضؓ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ آپ اسلامی لشکر کے سپہ سالار ہیں۔

مرہف نے عیاضؓ سے مخاطب ہو کر کہا۔ معاف کیجئے میں آپ کو پہچان نہ سکا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے پہلے کبھی شرف نیاز حاصل نہیں کیا اور آپ سب اصحاب ایک ہی قسم کا لباس پہنے بیٹھے ہیں۔ کوئی شان امتیاز نہیں ہے۔

عیاضؓ مسکرا رہے تھے۔ انھوں نے کہا۔ میں مسلمانوں کا سردار یا افسر نہیں ہوں بلکہ انکا خادم ہوں خادموں کی حیثیت سے رہتا ہوں اس لئے آپ کا شناخت نہ کرنا کچھ تعجب خیز نہیں ہے۔

مرہف۔ حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کی بے نفسی کی داستانیں سنی تھیں لیکن آج آنکھوں

سے دیکھ لیا۔ بیشک آپ وہ لوگ ہیں جنہوں نے دنیا کو لات ماری ہے۔

عیاضؓ:۔ دنیا چند روزہ ہے اس کی دلفریبیاں بھی عارضی ہیں یہ کارخانۂ عالم مٹنے والا ہے۔ آخرت باقی رہنے والی ہے۔ پھر مسلمان کیسے دنیا کو طلب کر کے آخرت کا فکر نہ کریں۔ خداوند عالم نے اپنے کلام پاک قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے۔ ترجمہ (یعنی)

"مسلمانو! افسوس ہے کہ تم دنیا کی زندگی کو پسند کرتے ہو حالانکہ یہ عارضی ہے اور آخرت بہت بہتر اور باقی رہنے والی ہے۔ اس ارشاد خداوندی کے ہوتے ہوئے وہ کون سا بدبخت مسلمان ہوگا جو دنیا کی زندگی پر مٹ کر آخرت کو بھول جائے گا۔"

مرہف:۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان نہایت سادہ طریقہ پر رہتے ہیں۔ میں عیسائی ہوں قلعہ تھاج کا منتظم یا قلعہ دار ہوں۔ نہایت شان سے رہتا ہوں۔ لیکن اس اعتبار میں وہ اطمینان کہاں نصیب جو اس سادہ معاشرت میں ہے۔

عیاضؓ:۔ حقیقت یہی ہے کہ جتنے تکلفات بڑھاتے چلے جاؤ گے اسی قدر تکلیف بڑھتی جائے گی اطمینان قلب سادہ رہنے ہی میں حاصل ہوتا ہے۔

مرہف:۔ بیشک عیسائیوں کا عام طور پر یہ خیال ہے کہ مسلمان جاہل وحشی اور غیر مہذب ہیں۔ لیکن آج آپ سے مل کر اور چند ہی باتیں سن کر اس بات کا بھی انکشاف ہوا کہ جو کچھ مسلمانوں کے متعلق کہا جاتا ہے وہ سب غلط اور تعصب پر مبنی ہے۔

عیاضؓ:۔ خیالات ہمیشہ صحیح نہیں اترا کرتے۔ مگر مسلمانوں کو عیسائی جو کچھ بھی کہتے ہیں وہ تعصب کی وجہ سے کہتے ہیں۔ لیکن انکے کہنے سے ہم میں وہ برائیاں پیدا نہیں ہو سکتیں جو ہماری طرف منسوب کرتے ہیں۔

مرہف:۔ سچ فرمایا آپ نے میں قاصد ہوں اور بادشاہ یانس کی طرف سے آپکی خدمت میں آیا ہوں۔

عیاضؓ:۔ فرمایئے۔ آپ کیا پیغام لے کر آئے ہیں

مرہف:۔ آپ نے قلعہ کی فصیل دیکھی ہے۔ کس قدر شاندار بلند اور مضبوط ہے۔

عیاضؓ:۔ دیکھی ہے۔

مرہف:۔ آپ نے اندازہ لگا لیا ہوگا کہ یہ قلعہ اور قلعوں کی طرح معمولی نہیں ہے اسکا فتح کرنا نہایت مشکل ہے۔

عیاضؓ:۔ ہاں مشکل نہیں کچھ دشوار ضرور ہے۔

مرہف:۔ دشوار ہی سہی۔ بادشاہ یانس چاہتے ہیں کہ صرف ایک سال کیلئے آپ سے مصالحت کر لیں۔

عیاضؓ:۔ کن شرائط پر۔

مرہف:۔ انھوں نے ایک خط[1] دیا ہے اسے ملاحظہ کیجئے۔ غالباً اسمیں سب کچھ لکھا ہوگا۔

یہ کہتے ہی مرہف نے خط نکال کر پیش کیا۔ عیاضؓ نے خط لیکر کھولا اور بلند آواز سے پڑھنا شروع کیا۔ لکھا تھا۔

از طرف شہنشاہ یانس والیٔ تھاج۔ بنام امیر العسکر اسلامیہ۔

بعد سلام کے واضح ہو کہ تھاج کا قلعہ اسقدر مضبوط ہے کہ آپ اگر ساری عمر بھی اسکو فتح کرنیکی کوشش کرتے رہیں گے تب بھی اس کا فتح ہونا ناممکن ہے میں خونریزی کو پسند نہیں کرتا۔ اور اسلئے چاہتا ہوں کہ مصالحت ہو جائے۔ فی الحال ایک سال کیلئے اس شرط پر صلح کرتا ہوں کہ اگر آپ نے دیار بکر کے بقیہ قلعے بھی فتح کر لئے تو ہم آپ کی اطاعت کر لیں گے۔ اگر فتح نہ ہو سکے تو ہم پر اطاعت واجب اور فرض نہ ہوگی۔ اس صلح کے صلہ میں جزیہ کی معمول رقم میں آپکے حوالے کرونگا۔ اگر منظور ہو تو مطلع فرمایئے تاکہ جزیہ کی رقم ارسال کی جائے نامنظوری کی صورت میں جنگ لابدی ہے۔ والسلام (آپکا خیر اندیش یانس)

---

[1]:۔ اس خط کا مضمون مفصل وار میں غزوہ عرب کے صفحہ ۱۴۳ پر درج ہے۔ (صادق صدیقی سردھنوی)

خط پڑھکر عیاضؓ نے اپنے پاس بیٹھنے والوں کی طرف دیکھ کر کہا۔ آپنے خط کا مضمون سن لیا سب نے کہا۔ جی ہاں سن لیا۔ عبدالرحمٰن نے کہا۔ مجھے اس خط سے فریب کی بو آتی ہے۔

عیاضؓ:۔ میں نے بھی سمجھا ہے۔

عبدالرحمٰن:۔ میرا خیال ہے کہ بادشاہ کا کوئی کام اٹکا ہوا ہے چاہتا ہے صلح کا دھوکہ دیکر ناجائز فائدہ اٹھائے۔

عیاضؓ:۔ بخدا میری سمجھ میں بھی یہی آیا ہے لیکن وہ نہیں جانتا کہ مسلمانوں کے سامنے کسی کا زیب نہیں چلتا۔

خالد نے مرہف سے مخاطب ہو کر کہا۔ اگر میں غلطی نہیں کرتا تو تم عربی النسل ہو۔

مرہف:۔ جی ہاں، میں عربی النسل ہوں۔

خالد:۔ تم سمجھ گئے کہ ہم نے یہ بات معلوم کر لی کہ بادشاہ ہمیں دھوکہ دیکر اپنا کوئی کام نکالنا چاہتا ہے۔ اگر خدا نے چاہا تو ہمیں یہ بات بھی معلوم ہو جائے گی کہ اس کا کون سا کام اٹکا ہوا ہے لیکن تم بھی عرب ہو اور ہم بھی عرب ہیں تم ہی وہ کیوں نہ ظاہر کر دو جسکی وجہ سے بادشاہ پریشان ہے اس صلہ میں ہم تمہیں اور تمہارے لواحقین کو امان دینے کا وعدہ کرتے ہیں جب ہم قلعہ فتح کر لیں گے تو تمہارے عزیز اور زمین کی بابت تم کہو گے۔ سب محفوظ رہیں گے۔

عیاض نے کہا۔ ہاں ہم تم سے وعدہ کرتے ہیں اور دنیا اس بات کو خوب جانتی ہے کہ مسلمان جب کسی سے کوئی وعدہ کرتا ہے تو اسے پورا کرتا ہے۔ مرہف کچھ سوچنے لگا۔ ہزار نے کہا۔ بھائی کچھ مت سوچو۔ جو بات ہو صاف صاف بتا دو۔

مرہف نے کہا۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ محاصلہ کا تہ کو پہنچ گئے ہیں عیاضؓ نے اس کی نگاہوں میں نگاہیں ڈال کر کہا۔ بادشاہ کا کیا منشا ہے۔

مرہف:۔ استوار کی شہزادی اس کی منگیتر ہے اسے شہزادی سے بے حد محبت ہے وہ تاج آرہی ہے بادشاہ چاہتا ہے کہ آپکو مصالحت کے دھوکہ میں رکھ کر میرٹہ کو قلعہ میں داخل کر لے

اور پھر آپ سے جنگ کرے۔

ہزار نے دانت پیستے ہوئے کہا۔ بدکار ہمیں دھوکا دینا چاہتا ہے۔

عیاضؓ:۔ عیسائی برادر مسلمانوں کو دھوکا دینا آسان نہیں ہے کیونکہ مسلمان صرف ایک خدا کی پرستش کرتے ہیں۔ خدا ان سے خوش ہے ان کی مدد کرتا ہے اگر خدا نے چاہا تو اس کی منگیتر ہمارے قبضہ میں آجائے گی اور اس کا مکر اسی کے اوپر پڑے گا۔ ہم تمہارے مشکور ہیں کہ تم نے حقیقت حال سے آگاہ کر دیا۔

مرہف:۔ اور جو وعدہ آپ نے فرمایا ہے۔

عیاضؓ نے قطعہ کلام کرتے ہوئے کہا۔ وہ پورا کیا جائے گا۔

اس وقت لشکر میں ایک عظیم شور بلند ہوا۔ عیاضؓ نے کہا۔ کوئی نئی بات ہوئی ہے اسقدر شور بلاوجہ نہیں ہو سکتا۔ ہزار نے اٹھتے ہوئے کہا۔ میں خبر لاتا ہوں کیا بات ہے یہ کہتے ہی وہ چلے گئے۔ عیاضؓ نے کہا۔ معلوم ہوتا ہے کہ شاید یانس نے قلعہ سے باہر نکل کر حملہ کرنے کا ارادہ کر لیا ہے۔

مرہف:۔ یہ ناممکن ہے۔ جب تک میں واپس نہ چلا جاؤں گا وہ حملہ نہیں کریں گے۔

عیاضؓ:۔ ممکن ہے اسے جوش آگیا ہو۔

مرہف:۔ جوش آنے کی کوئی وجہ نہیں ہے!

عیاضؓ:۔ ایک وجہ ہے۔

مرہف:۔ کیا؟

عیاضؓ:۔ ہم قلعہ کا معائنہ کرنے گئے تھے۔ عیسائیوں نے ہم پر تیروں اور پتھروں کی بارش کی ہمیں بھی غصہ آگیا۔ ہم نے بھی تیر چلائے انکے کئی آدمی مارے گئے۔ شاید وہ ان کا انتقام لینے آئے ہوں۔

مرہف:۔ یہ ناممکن ہے۔

اس وقت ہزار واپس آئے۔ سب کی نگاہیں ان کی طرف اٹھ گئیں۔ انھوں نے کہا استوار کی طرف سے غبار اڑ رہا ہے معلوم ہوتا ہے اس طرف سے کوئی لشکر آ رہا ہے۔

مرہف:۔ میرے خیال میں شہزادی میرونہ یا استوار کے بادشاہ کا لشکر آ رہا ہے۔

عیاشؓ:۔ بڑی خوشی کی بات ہے۔ ہزار آپ لشکر میں پکار دیں کہ یہ سب مسلح ہو جائیں۔

ہزار:۔ وہ پہلے سے مسلح ہو گئے ہیں۔

عیاشؓ:۔ اچھا تو تم سب بھی مسلح ہو کر آ جاؤ۔

سب جلدی سے اٹھ کر چلے۔ عیاشؓ نے بھی ہتھیار لگائے اور مرہف کو ساتھ لیکر باہر نکلے انھوں نے دیکھا کہ تمام لشکر مسلح ہو کر صف بستہ ہو رہا ہے۔ وہ لشکر سے آگے بڑھ کر کھڑے ہو گئے استوار کی طرف سے بہت زیادہ غبار اٹھ اٹھ کر بل کھاتا ہوا آسمان کی طرف اڑ رہا تھا۔ تمام مسلمان غبار کی طرف دیکھنے لگے۔

حصہ اوّل ختم شد

بہادر عرب

حصہ دوم

پہلا باب

مرہف کی حیرت

جس وقت مسلمان لشکر گاہ سے باہر نکل کر غبار کو دیکھ رہے تھے۔ اسی وقت نگران والے فصیل پر کھڑے غبار کو دیکھ دیکھ کر شور مچا رہے تھے۔ دروازہ کے اوپر والے برج میں یانس کھڑا تھا اس کی صورت سے غم و فکر اور پریشانی کے آثار ظاہر تھے۔ اس کے پاس اس کے لشکر کے کئی افسر کھڑے تھے۔ اس وقت وہ بھی کچھ اداس معلوم ہوتے تھے ان سب کی نگاہیں غبار کی طرف لگی ہوئی تھیں کبھی کبھی وہ مسلمانوں کو بھی دیکھ لیتے تھے جو مسلح ہو کر میدان میں نکل آئے تھے غبار کی چادر زمین سے آسمان تک اٹھی ہوئی تھی یہ نظر آتا تھا کہ اس کے دامن میں کون لوگ ہیں۔ چونکہ یانس اور اسکے تمام افسر اور سپاہی خوب جانتے تھے کہ میرونہ آنے والی ہے اس لئے وہ سمجھ رہے تھے کہ وہ بھاگ رہی ہے اسی وجہ سے یانس سب سے زیادہ پریشان اور غمگین تھا اس نے افسوس ناک لہجہ میں کہا میری محبوبہ! میری معشوقہ میرونہ آ رہی ہے لیکن کمبخت مسلمان بیچ میں حائل ہو گئے ہیں۔ اب کیا کرنا چاہئے مرہف بھی جا کر وہیں مر رہا اب تک کوئی جواب نہیں لایا۔ حالانکہ اسے معلوم تھا کہ شہزادی عنقریب آنے والی ہے اسے تو فوراً آ جانا چاہئے تھا؟

ایک افسر نے کہا مسلمان ہر بات کا جواب سوچ سمجھ کر دیا کرتے ہیں اگر ان سے جواب مل جاتا

تو وہ ضرور آجاتے۔

یانس:۔ میں نہیں جانتا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔

دوسرا افسر:۔ لشکر کو تیار رہنے کا حکم دیدیجئے۔ جس وقت شہزادی کا لشکر نظر آئے اور مسلمان اس کی طرف بڑھیں ہم فوراً قلعہ سے نکلکر ان کے اوپر جا ٹوٹیں۔

یانس نے خوش ہوتے کہا۔ بس بس!! یہی تدبیر مناسب ہے۔!

اب غبار کا دامن چاک ہو گیا تھا اور آنے والے سوار صاف نظر آرہے تھے یانس اور اس کے پاس کھڑے ہونے والے افسروں نے دیکھا یہ سوار مسلمان تھے۔ یانس نے کہا۔ اوہو! یہ تو مسلمان ہیں۔ ہم فضول ہی خوفزدہ اور پریشان ہو رہے تھے۔

تمام افسروں نے خوشی کا نعرہ لگاتے ہوئے کہا۔ واہ وا! یہ تو کمبخت مسلمان آرہے ہیں خیر اچھا ہوا۔ شہزادی نہ آئیں۔ ورنہ ابھی جنگ ہو جاتی۔

جس طرح عیسائیوں نے آنے والوں کو دیکھ لیا تھا اسی طرح مسلمانوں نے بھی دیکھ لیا تھا۔ وہ اسلامی لشکر کو آتا ہوا دیکھ کر بہت خوش ہوئے ابھی لشکر فاصلہ ہی پر تھا کہ انھوں نے اللہ اکبر کا پرشور نعرہ لگایا اس نعرہ سے تمام میدان گونج اٹھا فصیل کی بنیادیں ہل گئیں اور عیسائی خوفزدہ ہو گئے۔

آنے والا لشکر آہستہ آہستہ آرہا تھا سب سے آگے ایک سوار اسلامی علم ہاتھ میں لئے بڑھا چلا آرہا تھا۔ علم کا پھریرا ہوا میں لہرا رہا تھا۔ علم سبز رنگ کا تھا۔ جب یہ لشکر زیادہ قریب آگیا تو اس نے بھی اللہ اکبر کا فلک بوس نعرہ لگایا اس نعرہ سے بھی تمام میدان گونج اٹھا۔ چونکہ عیاضؓ، خالدؓ، ضرارؓ، مقدادؓ، عبدالرحمٰنؓ، عبداللہؓ، نعمانؓ سب سے آگے کھڑے تھے۔ اس لئے یہ لوگ اس طرح بڑھے جیسے وہ استقبال کرنے جا رہے ہیں جب نامہ اور کم رہ گیا تو انھوں نے دیکھا کہ علمبردار قیسؓ وہ بھی اپنے لشکر سے آگے بڑھے ہوئے آرہے تھے۔ جو علم ان کے ہاتھ میں تھا اس پر موٹے موٹے سرخ کپڑے سے کڑھا ہوا تھا۔ الجنت

تحت ظل السیوف" یعنی جنت تلواروں کے سایہ میں ہے۔" جس کا مطلب یہ تھا کہ جہاد کرو اور شہید ہو کر جنت میں داخل ہو جاؤ۔ ایک مسلمان کے دماغ میں ہل چل پیدا کرنے کے لئے یہ مختصر عبارت کافی تھی۔ جس کسی نے بھی اس عبارت کو دیکھا جوش جہاد کی وجہ سے اس کی رگوں میں خون دوڑنے لگا۔

جب قیسؓ اور قریب آئے تو انھوں نے بلند آواز سے کہا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ یعنی تم پر سلام اور اللہ کی رحمت اور برکت ہو۔" فوراً ہی عیاضؓ نے جواب دیا۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔" یعنی اور تم پر بھی سلام اور اللہ کی رحمت ہو برکت ہو

یہ ہے مسلمانوں کے سلام کرنے کا طریقہ گویا وہ ایک دوسرے کو دعا دیتے ہیں۔ جب کوئی مسلمان کسی مسلمان کے حق میں دعا کرتا ہے تو خدا کی رحمت جوش میں آجاتی ہے دعا قبول ہو جاتی ہے اور دعا مانگنے والے پر بھی خدا کی رحمت کی بارش ہونے لگتی ہے اور جیسے دعا دی جائے اس پر بھی۔

مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ صرف اپنے ہی لئے دعا نہ مانگیں بلکہ تمام مسلمانوں کے لئے مانگیں خدا ان کی دعا ان کے لئے بھی قبول کرے گا اور سارے مسلمانوں کے لئے بھی۔ اب خیال کیجئے کہ آداب عرض، بندگی، نستے، پالاگن یا اور دوسرے الفاظ سلام کرنے کے لئے مناسب ہیں یا وہ دعائیہ فقرے جو کی اسلام نے تلقین کی ہے۔ مناسب یہی ہے کہ مسلمان کو سلام کرے تو وہی فقرے کہے جن کا خدا اور خدا کے رسولؐ نے حکم دیا ہے۔

جب قیسؓ بالکل ہی قریب آگئے تو انھوں نے سب سے پہلے عیاضؓ سے اور پھر اور لوگوں سے مصافحے کئے۔ ایک نے دوسرے کی خیر و عافیت پوچھی۔ اب یہ سب لوگ واپس لوٹ پڑے لشکر ان سے چند قدم کے فاصلے پر آرہا تھا۔ جب دونوں لشکر چند قدم کے فاصلے پر آگئے تو دونوں کے سوار گھوڑوں سے نیچے اتر اتر کر ایک دوسرے سے بغلگیر ہونے کے لئے بڑھے ہر شخص نہایت جوش سے بغلگیر ہو کر ملا۔ اس خلوص، محبت اور اخوت سے گویا وہ سب ایک

ہی باپ کی اولاد اور حقیقی بھائی ہیں۔ جب سب ایک دوسرے سے مل چکے تب پھر گھوڑوں پر سوار ہوئے اور کیمپ کی طرف چلے۔ راستے میں قیسؓ نے جنگ کے وہ تمام واقعات سنانے شروع کئے جو باب ہائے گذشتہ میں بیان ہو چکے ہیں۔

انھوں نے شہزادی میرونہ کی ہمدردی کی بڑی تعریف کی اور کہا کہ اگر بروقت شہزادی شبنوں مار نے کی اطلاع نہ کر دیتی تو مسلمانوں کو نقصان پہنچ جاتا۔ عیاضؓ اور ان کے تمام ساتھیوں کو شہزادی سے غائبانہ محبت و ہمدردانہ الفت ہو گئی۔

عیاضؓ نے کہا۔ حقیقت یہ ہے کہ شہزادی نے مسلمانوں پر بڑا احسان کیا ہے اگرچہ وہ جنگ کے وقت گرفتار کی گئی ہے اور اسلامی قانون یہ ہے کہ جنگ میں گرفتار ہونے والے قیدی ہیں اور قیدیوں کو اس وقت رہا کیا جا سکتا ہے جب وہ جزیہ ادا کر دیں۔ مگر شہزادی قیدی نہیں ہیں۔ تم نے اس کے ساتھ کیسا سلوک کیا ہے۔

قیسؓ:۔ وہ محض نظر بند ہیں ان کے ساتھ عام قیدیوں جیسا سلوک نہیں کیا گیا۔

عیاضؓ:۔ تم نے ٹھیک کیا۔ جو کوئی بھی مسلمان پر احسان کرے مسلمانوں کا فرض ہو جاتا ہے کہ اس پر اس سے بہتر احسان کریں۔ شہزادی قیدی نہیں ہے مسلمانوں کی محسن ہے اور آزاد ہے جب اور جہاں چاہے یا جس جگہ کہے گی پہونچا دی جائے گی!"

اب یہ لوگ کیمپ میں داخل ہو گئے تھے۔ عیاضؓ نے قیسؓ کے لشکر کے قیام کرنے کے لئے جگہ بتائی اور لشکر اس جگہ ٹھہر گیا۔ قیسؓ عیاضؓ کے ساتھ ان کے خیمہ پر پہنچے اور خیمہ کے سامنے فرش پر بیٹھ گئے۔ مرہف جو کہیں پیچھے رہ گیا تھا اور اس نے قیسؓ کی گفتگو نہیں سنی تھی اب آکر انکے پاس بیٹھ گیا تھا۔ اس نے سنا عیاضؓ قیسؓ سے کہہ رہے تھے اچھا ان سب لڑکیوں کو بلوالو۔"

قیسؓ اٹھنے لگے۔ عیاضؓ نے کہا آپ کو جانے کی ضرورت نہیں۔ میں غلام کو بھیجے دیتا ہوں انھوں نے غلام کو بلا کر ہدایت کر دی کہ وہ ان تمام لڑکیوں کو بلا لائے۔ جو قیس کے ساتھ آئی ہیں۔ غلام چلا گیا۔

اب مرہف نے کہا۔ کیا اب مجھے جانے کی اجازت ہے؟

عیاضؓ نے کہا۔ ابھی ٹھہر جاؤ! ایک بات بتاؤ!"

مرہف:۔ فرمایئے۔ کیا!

عیاضؓ:۔ تم نے شہزادی میرونہ کو دیکھا ہے!"

مرہف نے ٹھنڈا سانس بھر کر کہا۔ جی ہاں دیکھا ہے۔ نہایت حسین لڑکی ہے جو اسے ایک دفعہ دیکھ لیتا ہے دوبارہ دیکھنے کی خواہش کرتا ہے۔

عیاضؓ:۔ گویا تم اسے پہچانتے ہو!

مرہف:۔ اچھی طرح! ناممکن ہے کہ اسے ایک دفعہ دیکھ کر کوئی بھول جائے۔

عیاضؓ:۔ اگر وہ ہمارے قبضہ میں آجائے!"

مرہف:۔ تو یانس فوراً اتھاج کا قلعہ آپ کے سپرد کر دے گا۔"

عیاضؓ خاموش ہو گئے۔ قیسؓ نے کہا۔ اگر ہوا یہ ہے کہ شہزادی کو یانس سے نفرت ہے۔

مرہف:۔ اگر اسے نفرت ہوتی تو اس سے شادی کرنے کیلئے کیوں آتی۔

قیسؓ:۔ اس کے باپ نے یانس سے ڈر کر اسے مجبور کیا ہے۔

مرہف:۔ یہ ممکن ہے۔ کیونکہ پہلی مرتبہ جب قاصد بھیجا گیا تھا تو اسکے باپ نے انکار کر دیا تھا۔ مگر جب اسے جنگ کی دھمکی دی گئی۔ تب اس نے منظور کیا۔

قیسؓ:۔ یہی بات سننے میں آئی ہے!

مرہف:۔ اور یہ بالکل صحیح ہے۔

قیسؓ:۔ شاید استوار کا بادشاہ یانس سے کمزور ہے۔

مرہف:۔ جی ہاں!

عیاضؓ:۔ یانس کچھ آدمی نہیں معلوم ہوتا!

مرہف:۔ جیسے اور عیسائی بادشاہ ہیں۔ ویسا ہی وہ بھی ہے!

عیاضؓ :۔ میرے خیال میں وہ عشرت پسند ہے۔

مرہف :۔ یہی بات ہے وہ عیش و عشرت میں ڈوبا ہوا ہے۔

عیاضؓ :۔ لیکن عیاش بادشاہوں سے ان کی رعایا ناخوش ہوا کرتی ہے۔

مرہف :۔ یاس سے بھی اس کی رعایا ناخوش ہے!"

عیاضؓ :۔ گویا اس کا سچا ہمدرد کوئی نہیں ہے!"

مرہف :۔ کوئی بھی نہیں۔ سب اس کی جبروتی طاقت سے ڈرتے ہیں!"

اسوقت چند حسین لڑکیاں سامنے سے آتی ہوئی نظر آئیں انکے پیارے چہروں کا گلابی رنگ اڑا ہوا تھا۔ وہ سہمی اور گھبرائی ہوئی تھیں۔ سب ان کی طرف دیکھنے لگے۔ ان میں سے ایک جو سب سے آگے آرہی تھی۔ کمال خوبصورت تھی بالکل ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے چاند بڑھا چلا آرہا ہو۔ مرہف آنکھیں پھاڑے اُسے غور سے دیکھ رہا تھا۔ اس کی شان بتا رہی تھی کہ وہ اس وقت حیرت زدہ ہو رہا ہے۔ جب یہ ناز آفریں لڑکیاں اور قریب آئیں تو اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی وہ آنکھیں پھاڑے منہ کھولے ان میں سے ایک لڑکی کو تکتا رہ گیا۔

دوسرا باب

تسخیر اسلام

تمام لڑکیاں خرام ناز سے بڑھی چلی آرہی تھیں۔ ایک تو وہ سب حسین تھیں دوسرے ریشمی پوشاک اور جواہرات کے زیورات پہنے تھیں جس سے اور بھی خوبصورت معلوم ہو رہی تھیں باوجودیہ کہ غمگین اور افسردہ خاطر تھیں لیکن ان کی خوبصورتی میں کچھ فرق نہ آیا تھا انکے چہروں سے شباب کی رنگینی ظاہر ہو رہی تھی۔ جب وہ اور قریب آئیں تو مرہف کی زبان سے بیساختہ نکلا" آہ شہزادی میرونہ"

یہ شہزادی اور اس کی سہیلیاں ہی تھیں۔ وہ کمبلوں کے فرش کے قریب آکر رک گئیں۔ میرونہ کے حسن و جمال سے خورشید عالم بھی جل تھا اس کے حسین چہرہ سے شاہانِ عجم کا جلال ظاہر تھا۔ اس کے رخساروں پر آفتاب کی شعاعیں تڑپ رہی تھیں اور اسکی آنکھوں میں بجلیاں کوند رہی تھیں اسے اور دوسری لڑکیوں کو دیکھتے ہی مسلمانوں نے نگاہیں نیچی کر لیں۔ عیاضؓ نے کہا۔ خدا کی قسم مسلمانو! تم کسقدر خدا اور خدا کے رسولؐ کے فرماں بردار ہو۔ یہ لڑکیاں حسن کی جگمگاتی ہوئی تصویریں ہیں۔ ان کے دیکھنے سے انسان کا دل سیر نہیں ہو سکتا لیکن مسلمانوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ جب نامحرم عورتوں کو دیکھو تو اپنی نظریں نیچی کر لو۔ پروردگار عالم اپنے کلام قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ قل للمومنین یغضوا من ابصارھم۔

ترجمہ" یعنی پیارے نبیؐ مسلمانوں سے کہدو کہ وہ جب نامحرم عورتوں کو دیکھیں تو اپنی نگاہیں جھکا لیں۔ تم نے خدا کے اس حکم کا احترام کر کے اپنی نظریں نیچی کر لی ہیں پھر خدا تم سے کیوں نہ خوش ہوگا۔ مسلمان وہی ہے جو خدا کے ہر حکم کی تعمیل کرے۔"

جب عیاضؓ خاموش ہو گئے تو مرہف نے کہا حقیقت یہی ہے کہ خدا مسلمانوں سے خوش ہے۔ ورنہ کہاں مسلمان اور کہاں شہزادی میرونہ!

عیاضؓ نے میرونہ سے مخاطب ہو کر کہا۔ شہزادی صاحبہ اگرچہ یہ فرش آپکے قابل نہیں ہے۔ مگر ہم مجبور ہیں۔ ہمارے پاس اس قسم کا ہی فرش ہے معاف کیجئے اور ناگوار خاطر نہ ہو تو تشریف رکھئے۔

میرونہ نے ایک طرف بیٹھتے ہوئے نغمہ زا لہجہ میں کہا۔ آپ کا شکریہ میں تیار ہوں اور

لہ :۔ میرونہ کے حسن کی تعریف جو ہم نے لکھی ہے وہ فتح العجم میں اسی طرح تحریر ہے۔
صادق صدیقی سردھنوی

قیدی سے معافی مانگنے کی ضرورت نہیں ہوتی!" یہ کہہ کر وہ اداس سی ہو گئی اداس ہونے سے اس کا چہرہ ایسا ہی پھیکا ہو گیا جیسے چودھویں رات کا چاند صبح کے وقت پھیکا پڑ جایا کرتا ہے۔ اس کے بیٹھتے ہی اور لڑکیاں بھی اس کے پاس بیٹھ گئیں۔

عیاضؓ نے کہا۔ آپ قیدی نہیں ہیں۔ مسلمانوں کی محسن ہیں۔ قیسؓ نے مجھے تمام واقعات سنا دیئے ہیں۔ آپ جب اور جہاں چاہیں جا سکتی ہیں۔

یہ سُن کر میرونہ کی افسردہ دلی دور ہو گئی۔ اس کا چہرہ پھر پہلے کی طرح چمکنے لگا پھر آنکھوں میں ہوش رُبا چمک پیدا ہو گئی اس نے سُریلے لہجہ میں کہا۔ میں آپ کی مشکور ہوں اور قیس کی بھی!" یہ کہتے ہی اس نے قیسؓ کی طرف دیکھا۔ قیس کی نگاہیں بھی اس سے چار ہو گئیں۔ خدا جانے اس کی آنکھوں میں کیا جادو بھرا تھا کہ قیسؓ بے چین ہو گئے مرہف یہ سب کچھ دیکھ اور سن رہا تھا۔ اس نے عیاضؓ سے مخاطب ہو کر کہا۔ آپ نے ابھی تھوڑی دیر ہوئے فرمایا تھا کہ خدا مسلمانوں سے خوش ہوتا ہے کیونکہ مسلمان صرف ایک ہی خدا کی پرستش کرتے ہیں اور اس لئے خدا ہماری مدد کرتا ہے۔ اگر خدا نے چاہا تو یانس کی منگیتر ہمارے قبضہ میں آجائے گی.....

عیاضؓ نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا اور آپ نے دیکھ لیا کہ خدا نے کس قدر جلد میری بات کو سچ کر دکھایا۔

مرہف:۔ یہی بات ہے میرے دل پر اسکا گہرا اثر ہوا ہے میں سمجھ گیا ہوں کہ خدا مسلمانوں کے ساتھ ہے۔

عیاضؓ:۔ انسان کچھ نہیں کر سکتا جبتک کہ خدا کی مہربانی اور اسکی مدد شامل حال نہ ہو۔

مرہف:۔ یہ سچ ہے۔ اگر میں مسلمان ہو جاؤں؟

عیاضؓ:۔ تب تمہاری دنیا کے مسلمانوں کے بھائی بن جاؤ گے تمہیں وہ تمام حقوق حاصل ہو جائیں گے جو ایک مسلمان کو حاصل ہیں۔

مرہف:۔ اور میرے پچھلے گناہ؟

عیاضؓ:۔ وہ بھی معاف ہو جائیں گے۔ پروردگار عالم اسی قدر مہربان ہے کہ جسوقت انسان اس کی طرف جھکتا ہے توبہ کرتا ہے گذشتہ گناہوں کو یاد کر کے پچھتاتا ہے تو اسکے تمام گناہ معاف کر دیتا ہے۔

مرہف:۔ اچھا تو آپ مجھے مسلمان کر لیں!"

عیاضؓ اور تمام مسلمان کو یہ سن کر بڑی خوشی ہوئی۔ فوراً اسے کلمہ پڑھا کر مسلمان[1] کر لیا۔ چونکہ یہ کارروائی شہزادی میرونہ اور دوسری عیسائی لڑکیوں کے سامنے ہوئی اس لئے انھیں کچھ ناگوار بھی ہوا اور حیرت بھی ہوئی۔ ہم بار بار لکھ چکے ہیں کہ اسلام ہی وہ مذہب ہے جو تلوار کے زور سے نہیں پھیلا نہ پھیلایا گیا۔ بلکہ اسلام کے اصول انسانی فطرت کے عین موافق ہیں اور اسلام ہی میں صداقت ہے اس لئے بھلا لوگ خود بخود مسلمان ہوتے چلے جاتے ہیں۔

اب عیاضؓ نے مرہف سے کہا۔ تم پر مسلمان ہونے کیلئے کسی قسم کا جبر نہیں کیا گیا کوئی لالچ نہیں دیا گیا۔ تم اپنی خوشی سے مسلمان ہوئے ہو۔ کیا تم اسلام کی ایک خدمت انجام دو گے؟"

مرہف:۔ ضرور فرمایئے۔ کیا؟

عیاضؓ:۔ تم یانس سے جا کر کہدو کہ اس کا فریب نہ چلا۔ خدا نے اس کی آرزو پوری نہ ہونے دی اسکی منگیتر ہمارے قبضہ میں آگئی ہے۔ اب اگر وہ اسے حاصل کرنا چاہتا ہے تو قلعہ ہمارے حوالے کر دے۔

میرونہ نے عیاضؓ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اگر اس نے تمھارج پر آپ کا قبضہ کرا دیا تو کیا آپ مجھے اس کے حوالے کر دیں گے۔

عیاضؓ نے کہا۔ ہاں! اگر تم خوشی سے رضامند ہو گی!"

---

[1]:۔ از فردوہ عرب صفحہ ۱۰۲

میرونہ:۔ اور اگر میں رضامند نہ ہوں!"

عیاضؓ:۔ تو ہم کبھی اس کے حوالے نہ کریں گے۔

میرونہ:۔ حقیقت یہ ہے کہ مجھے اس سے نفرت ہے!"

عیاضؓ مسکرائے۔ تمام مسلمانوں اور مرہف نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔

عیاضؓ نے دریافت کیا۔ کیا اس نفرت کی کوئی خاص وجہ ہے؟"

میرونہ:۔ ہاں!

عیاضؓ:۔ کیا؟

میرونہ:۔ وہ عشرت پسند ہے جو لڑکی اس کے حرم میں داخل ہوتی ہے وہ اس کے حسن کی خوشہ چینی کر کے اُسے قید یا قتل کر ڈالتا ہے۔

عیاضؓ:۔ تعجب ہے۔ ایک بادشاہ اور ایسا پست اخلاق!

میرونہ:۔ وہ حُسن کا ڈاکو ہے۔ بیرحم اور ظالم ہے۔

عیاضؓ:۔ مگر تم اس کی منگیتر ہو!"

میرونہ:۔ میں منگیتر نہیں ہوں بلکہ وہ مجھے اپنی طاغوتی طاقت سے اپنی منگیتر بننے پر مجبور کر رہا ہے۔ چونکہ اس کی قوت زبردست ہے۔ میرا باپ اس سے ڈرتا ہے۔ اس لئے میں اس کی ہوس کا شکار ہونے کیلئے اس کے پاس بھیجی جا رہی ہوں۔

عیاضؓ:۔ ہم مسلمان کسی پر کسی قسم کا بھی جبر نہیں کیا کرتے۔ اگر تم اپنی خوشی سے اس کے پاس جانے کے لئے رضامند نہیں ہو تو ہم کبھی تمہیں اُس کے پاس نہ جانے دیں گے۔ مگر! .....

میرونہ نے بھولی صورت بنا کر معصوم نگاہوں سے عیاضؓ کو دیکھتے ہوئے دریافت کیا۔ مگر کیا۔؟"

عیاضؓ:۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ مرہف کا جواب آنے تک آپ یہاں قیام کریں۔

میرونہ:۔ اگر میں اُسے پسند نہ کروں!"

عیاضؓ:۔ تو ہم تمہیں مجبور نہ کریں گے!

میرونہ:۔ کیا آپ مجھے یہاں سے چلے جانے کی اجازت دیں گے؟

عیاض:۔ فوراً جس وقت اور جہاں تم کہو گی پہنچا دیا جائے گا!

میرونہ نے سر جھکا لیا اور کچھ سوچنے لگی۔ قیسؓ نے ان کے روئے انور کی طرف دیکھ کر کہا۔ مگر مجھے امید ہے کہ تم یہاں سے جلد ہی واپس جانیکی خواہش نہ کرو گی!"

میرونہ نے اپنا تاباں اور درخشاں چہرہ اٹھا کر ہوشربا نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا کیا تم چاہتے ہو کہ میں کچھ دنوں یہاں رہوں؟

قیسؓ:۔ ہاں بشرطیکہ تم پسند کرو!

میرونہ:۔ تم میرے محسن ہو۔ تم نے میری دو مرتبہ جان بچائی ہے۔ میں تمہاری مشکور ہوں۔ تم جب تک کہو گے میں رہوں گی۔

قیسؓ:۔ اگر میں نے تم پر کوئی احسان کیا تھا تو تم نے اس سے زیادہ مجھ پر اور تمام مسلمانوں پر احسان کر دیا ہے۔ احسان کا بدلہ احسان سے ہو گیا۔ اب اگر تم اپنی مرضی سے کچھ دنوں یہاں ٹھہرو گی تو یہ تمہاری مہربانی ہو گی۔

عیاضؓ:۔ یہ بات ہے تم نے شب خون مارے جانے کی اطلاع دے کر تمام مسلمانوں پر احسان کیا ہے تمہارے احسان کا یہ معاوضہ نہیں ہو سکتا کہ تمہیں تمہاری مرضی کے خلاف روکا جائے اور اگر مناسب سمجھو اور رُک جاؤ تو یہ تمہاری مہربانی ہو گی۔

میرونہ:۔ مجھ پر مسلمانوں کے اخلاق کا گہرا اثر ہوا ہے۔ ہمیں یہ بتایا جاتا تھا کہ مسلمان وحشی، ناخدا ترس، بے رحم، غیر مہذب اور بد اخلاق ہیں۔ لیکن اب آپ سے مل کر معلوم ہوا کہ مسلمانوں سے عیسائیوں کو نفرت دلانے کے لئے غلط طور پر ان کے متعلق وہ باتیں کہی جاتی ہیں جو ان میں نہیں ہیں۔ میں کہہ چکی ہوں کہ جب تک مجھے گرفتار کر کے

لانے والے چاہیں گے۔ میں یہاں رہوں گی۔

عیاضؓ:۔ اس خیال کو اپنے دل سے نکال دو کہ آپ کو گرفتار کر کے لایا گیا ہے۔ چونکہ قیسؓ اپنی مرضی سے تمہیں چلے جانے کی اجازت نہیں دے سکتے تھے اس لئے انھوں نے تمہیں یہاں تک لا کر تکلیف دی اور میں تمام مسلمانوں کی طرف سے تم سے اس تکلیف دہی کی معافی چاہتا ہوں۔

میرونہ:۔ کس قدر خوش اخلاق ہیں آپ!"

عیاضؓ:۔ اگر تم اسی وقت جانا چاہتی ہو تو میری طرف سے اجازت ہے۔"

میرونہ نے دلفریب نگاہوں اٹھا کر قیسؓ کو دیکھ کر حیا پسند نظریں ڈالتے ہوئے کہا۔ آپ کیا کہتے ہیں؟"

قیسؓ:۔ وہی جو مسلمانوں کے امیر کہہ رہے ہیں اور میں کیا کہہ سکتا ہوں۔"

میرونہ:۔ تمہیں جو کہنا چاہتے ہو صاف صاف کہو۔

قیسؓ:۔ میرے کچھ کہنے سے کیا حاصل! اب آپ کی جو مرضی ہو وہ کیجئے!"

میرونہ:۔ تم ناخوش ہو گئے۔

قیسؓ:۔ مجھے ناخوش ہونے کا حق ہی کیا ہے!

قیسؓ نے خوش ہو کر مشکورانہ نظروں سے خورد میرونہ کو دیکھا۔ میرونہ اپنی جادو نگار نظروں سے انھیں دیکھ رہی تھی اس نے قیسؓ کو اپنی طرف دیکھتے ہوئے دیکھ کر شرم سے اپنی نظریں جھکا لیں۔ عیاضؓ نے قیسؓ سے کہا۔ تم شہزادی کو خواتین عرب کے پاس پہونچا دو!"

اس لشکر کے ساتھ بہت سی عربی خواتین اپنے رشتہ داروں کے ساتھ آئی تھیں اور وہ سب ایک جگہ پردہ کے اندر رہتی تھیں! قیسؓ نے کہا۔ بہت اچھا۔"

میرونہ نے کہا۔ میں ایک عرض کرنا چاہتی ہوں۔ عیاضؓ نے اسے دیکھتے ہوئے دریافت

کیا۔ کیا؟"

میرونہ:۔ میرے اور ان لڑکیوں کے لئے خیمہ اس طرح نصب کرا دیجئے کہ ہم جب چاہیں خواتین عرب سے مل سکیں اور جب چاہیں اپنے خیموں میں علیحدہ رہ سکیں۔"

عیاضؓ:۔ مناسب ہے۔ قیسؓ ان کے خیمے سراپردہ کے قریب نصب کرا دو!"

قیسؓ:۔ بہتر ہے!

اب قیسؓ نے مرہف سے مخاطب ہو کر کہا۔ یا اخی! اب تم یانس کے پاس جاؤ اور اس سے کہدو کہ میرونہ مسلمانوں کے کیمپ میں ہے اس کے لئے یہی مناسب ہے کہ وہ ہماری اطاعت قبول کرلے۔ اگر وہ ایسا کرے گا اور عیش پرستی چھوڑ دے گا نیک انسان بن جائے گا تو اسے بدستور بادشاہ رکھا جائے گا۔ اور اگر اس نے انکار کیا تو پھر خدا ہمیں اس کے قلعہ پر قابض کرا دے گا اور اس وقت ہم جو سلوک مناسب سمجھیں گے اس کے ساتھ کریں گے۔

مرہف:۔ میں اسے سب کچھ سمجھا دوں گا اچھا اب میں اجازت چاہتا ہوں۔

عیاضؓ:۔ بہتر ہے جاؤ اور جو کچھ وہ جواب دے وہ بہت جلد ہمارے پاس بھیج دو۔

مرہف نے اٹھتے ہوئے کہا۔ بہت اچھا! مرہف چلا گیا۔ عیاضؓ نے قیسؓ سے کہا۔ اب تم شہزادی کو لے جاؤ اور ان کے قیام کا انتظام کرو۔

قیسؓ بہت خوب کہتے ہوئے اٹھے۔ انھوں نے شہزادی کی طرف دیکھا۔ شہزادی ہزار ناز و ادا سے اٹھی اور سب لڑکیاں بھی اٹھیں اور وہ قیسؓ کے ساتھ روانہ ہوئیں۔

تیسرا باب

ایک اور کافر ادا حسینہ

یانس برج کے اوپر کھڑا ہوا قیسؓ کے لشکر کو اس وقت تک دیکھتا رہا۔ جب تک کہ وہ عیاضؓ کے لشکر کے قریب نہ پہنچ گیا۔ جب مسلمان گھوڑوں سے اتر اتر کر ایک دوسرے سے بغلگیر ہوئے تو اس نے ایک افسر سے دریافت کیا۔ یہ لوگ کیا کرنے لگے ہیں؟"

افسر نے کہا۔ بغلگیر ہو کر مل رہے ہیں۔"

یانس:۔ ان لوگوں میں اخوت اور محبت بہت زیادہ ہے!

افسر:۔ حضور! میں نے سنا ہے کہ جب کوئی مسلمان زخمی ہو جاتا ہے یا کسی کو کوئی اور تکلیف ہو جاتی ہے تو تمام مسلمان بے چین ہو جاتے ہیں۔"

یانس:۔ کس قدر قابل رشک بات ہے یہ!"

افسر:۔ مسلمانوں میں بے حد اتفاق ہے۔ ہر مسلمان دوسرے کو اپنا حقیقی بھائی سمجھتا ہے۔

یانس:۔ اس اتفاق ہی کی بدولت آج انھیں فتوحات نصیب ہو رہی ہیں۔

افسر:۔ یہی بات ہے!"

یانس نے افسوس کرتے ہوئے کہا۔ عیسائیوں میں کبھی ایسا اتفاق نہ ہوا اگر ساری دنیا کے عیسائی متفق ہو جاتے تو ان مسلمانوں میں سے ایک بھی زندہ نہ چھوڑا جاتا۔

افسر:۔ سچ فرما رہے ہیں حضور! مگر .....

یانس نے افسر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ مگر کیا؟

افسر:۔ غریب پرور! حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کی قوم ہے بھی بہادر۔

یانس نے برا سا منھ بنا کر کہا۔ تم ان کی بہادری کی تعریف کرتے ہو؟

افسر ڈر گیا اس نے کہا۔ تعریف نہیں کرتا ہوں حضور! وہ عیسائی ہی نہیں ہے۔ جو مسلمانوں کی تعریف کرے یا سو قوا اور وقت پڑنے پر انھیں نقصان نہ پہونچائے بلکہ یہ بات میں نے اس وجہ سے عرض کی کہ اکثر معرکوں میں مسلمان کم تھے اور عیسائی بہت زیادہ لیکن پھر فتح مسلمانوں ہی کی ہوئی۔

یانس:۔ محض عیسائیوں کی حماقت کی وجہ سے ایسا ہوا!"

افسر:۔ یا نا اتفاقی ہی کی بدولت!

یانس:۔ ہاں نا اتفاقی ہی کی بدولت کہا جا سکتا ہے۔

اس وقت ایک سپاہی آیا اور وہ یانس کے سامنے آ کر سلام کرنے کے لئے زمین پر لیٹ گیا جب یانس اس کا سلام لے چکا تب وہ اٹھ کر کھڑا ہوا اور ہاتھ جوڑ کر بولا حضور! باب جبل پر کچھ عیسائی آئے ہیں اور وہ قلعہ میں داخل ہونے کی اجازت چاہتے ہیں گے۔

یانس نے دریافت کیا "باب جبل پر.....؟ کون لوگ ہیں کہاں سے آئے ہیں۔

سپاہی:۔ قسطاس[1] اور فرساط کے رہنے والے ہیں۔

یانس:۔ کس قدر لوگ ہیں؟۔

سپاہی:۔ اڑھائی ہزار کے قریب ہیں۔"

یانس:۔ مرد ہی مرد ہیں یا عورتیں بھی ہیں!

سپاہی:۔ عورتیں۔ مرد اور بچے سب ہی ہیں۔

یانس:۔ اچھا چلو میں دیکھوں!

سپاہی ایک طرف ہٹ گیا۔ یانس بڑھا۔ دونوں باب جبل کی طرف پہونچے قلعہ

---

[1]:۔ قسطاس اور فرساط دو شہر تھے۔ جو قلعہ تھاج کے شمال مغرب کی جانب واقع تھے۔ اب ان شہروں کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہا ہے۔ از فتوح البلدان صفحہ ۱۰۵

کے اس طرف پہاڑ تھا۔ فصیل سے تقریباً ایک میل کے فاصلہ سے پہاڑ کا سلسلہ شروع ہوگیا تھا۔ یانس نے برج میں کھڑے ہو کر جھانکا فصیل کے نیچے ہزاروں مرد عورتیں اور بچے کھڑے تھے۔ بعض گھوڑوں اور خچروں پر سوار تھے۔ بعض پیدل تھے۔ اکثر عورتیں بچوں کو گود میں اٹھائے ہوئے تھیں اور بعض مرد اپنے بچوں کو کندھوں پر چڑھائے ہوئے تھے۔ یانس کو دیکھتے ہی نیچے کھڑے ہوئے لوگوں نے شور مچا کر کہا۔ ہمیں پناہ دیجئے! ہم عربوں کے خوف سے حضور کے سایہ میں پناہ لینے کے لئے آئے ہیں۔ یانس نے ایک سپاہی سے کہا۔ ان سے کہدو کہ انکے لئے عنقریب دروازہ کھولا جائے گا۔ سپاہی نے اپنی پوری قوت سے چیخ کر یہ بات کہی۔ لیکن فصیل اتنی اونچی تھی کہ نیچے تک آواز نہ پہنچی نیچے کھڑے ہوئے آدمی خاموش کھڑے ہو کر سننے لگے۔ مگر ان کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ انھوں نے پھر شور مچایا۔

یانس نے کہا۔ چونکہ فاصلہ زیادہ ہے اس لئے ان تک آواز نہ پہنچی۔ اچھا میں نیچے جا کر دروازہ کھلواتا ہوں۔ یانس چلا اور اس کے ساتھ کئی افسر بھی چلے۔ نیچے پہنچ کر دروازے پر آئے دروازہ کے محافظوں نے اسے سلام کیا اور اس نے کہا۔ دروازہ کھول دو۔" فوراً کئی سپاہی بڑھے انھوں نے موٹی موٹی سلاخیں نکال کر نیچے ڈال دیں۔ زنجیریں کھولیں اور کئی آدمیوں نے مل کر دروازہ کا پٹ کھولا۔ دروازہ کے کھلتے ہی قسطاس اور فرساط کے باشندے دروازہ میں داخل ہونے کے لئے بڑھے۔

چونکہ سپاہیوں کو یانس نے اجازت نہیں دی تھی کہ وہ باہر والوں کو اندر آنے دیں اس لئے انھوں نے انھیں روک دیا۔ یہ لوگ یہ سمجھے کہ انھیں قلعہ میں داخل ہونے سے روکا جاتا ہے انھوں نے پھر شور مچانا شروع کیا۔ یانس نے شور سنا اس نے کہا آنے دو ان لوگوں کو! سپاہی ہٹ گئے یانس اور اس کی فوج کے افسران بھی دروازہ سے باہر یعنی قلعہ کے اندر بہت کچھ ہٹ کر کھڑے ہو گئے۔

اب قسطاس اور فرساط والے دروازہ میں داخل ہوئے اور قلعہ کے اندر پہنچنے لگے۔ چونکہ ان کی تعداد بہت زیادہ تھی اس لئے دور تک تانتا لگا ہوا تھا یہ سب لوگ یانس کے سامنے سے گزر رہے تھے۔ جب وہ بادشاہ کو دیکھتے تو سلام کیلئے جھک جاتے اور پھر کھڑے ہو کر بڑھتے اور کچھ فاصلہ پر رک جاتے۔

ان لوگوں میں ہر طبقے کے آدمی تھے۔ مفلس بھی غریب بھی۔ متوسط درجہ کے بھی۔ اور امیر بھی۔ ہر طبقہ کے مرد۔ عورتیں اور بچے علیٰ قدر مراتب لباس پہنے ہوئے تھے۔ امیر مرد عورتیں اور بچے نہایت اچھا لباس اور قیمتی زیورات پہنے ہوئے تھے ان کی نوخیز لڑکیاں کمال حسین تھیں چونکہ وہ سفر کے آرہے تھے اس لئے سب کے کپڑوں اور چہروں پر گرد چڑھا ہوا تھا۔ حسین لڑکیوں کے چاند سے چہروں پر ہلکی ہلکی گرد کی تہ جم گئی تھی اور اس غبار کی تہ کے نیچے ان کے چہرے اس طرح جگمگا رہے تھے۔ جس طرح گرد کے اوپر چاند جگمگایا کرتا ہے۔

چونکہ یہ تمام لڑکیاں آہو چشم تھیں۔ اس لئے ان کی مژگان پر بھی غبار کی تہ جم گئی تھی جو نہایت ہی بھلی معلوم ہو رہی تھی۔ یانس اور افسران ان پری جمال لڑکیوں کو نہایت توجہ سے گھور گھور کر دیکھ رہے تھے۔ ان لڑکیوں میں ایک حور ادا لڑکی غضب کی حسین تھی۔ یانس اسے دیکھتے ہی کچھ بیچین سا ہوگیا۔ جب لڑکی سلام کر کے بڑھنے لگی تو اس نے نرم آواز سے کہا۔ حور وش دوشیزہ آگے آؤ۔" لڑکی سہم گئی اس کے ساتھ اس کا باپ تھا اس لئے سہمگیں نظروں سے اپنے باپ کی طرف دیکھا۔

اس کے باپ کا نام جریر تھا۔ وہ قسطاس کا رہنے والا تھا۔ نہایت معزز اور امیر تھا وہ بڑھ کر یانس کے پاس گیا۔ اس نے کہا حضور! یہ لڑکی میری بیٹی ہے۔ اس کا نام زیتون ہے۔ سرکار اس سے کیا فرمانا چاہتے ہیں۔

یانس نے بغیر کسی جھجک کے کہا۔ یہ لڑکی نہایت حسین ہے مابدولت کو بے حد

پسند آئی ہے اسے قریب بلاؤ تاکہ میں اس کے بے عیب حسن کو دیکھ کر اسکی خوبصورتی کا اندازہ کروں۔"

جریر نہایت خوددار تھا۔ اسے یانس کی یہ ہرزہ سرائی نہایت ناگوار معلوم ہوئی لیکن اس وقت وہ اس کے قلعہ میں آکر اس کے قبضہ میں آگیا تھا اس لئے جوش و غصہ کرنے سے کوئی نتیجہ نہ تھا۔ تاہم اس نے کہا۔ جہاں پناہ! آپ ہمارے بادشاہ ہیں۔ بادشاہ رعایا کا باپ ہوتا ہے۔ ہم اور ہمارے بچے حضور کی اولاد ہیں۔

یانس نے بگڑ کر کہا۔ یہ کیسی گفتگو کرنے لگے ہو تم۔ صرف اپنے بچے اولاد ہوتے ہیں رعایا اولاد نہیں ہوتی مگر!.....

جریر کچھ کبیدہ خاطر ہونے لگا تھا۔ یانس اس کی صورت دیکھ کر سمجھ گیا اس نے اپنا فقرہ ناتمام ہی چھوڑ دیا اور اس کی حرکات و سکنات کی طرف دیکھنے لگا۔

جریر نے یانس کی نگاہوں میں نگاہیں ڈال کر کہا۔ مگر کیا؟

یانس:۔ تم اور خیال نہ کرو۔ میں آپ کی لڑکی سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔

یانس کی ہوس پرستی اور عشرت پسندی سے سب واقف تھے اور صرف اس کی ہی نہیں بلکہ تاج کے تمام امیروں اور فوجی افسروں کی بدکاریوں کو خوب جانتے تھے۔ یہ قاعدہ ہے کہ جیسا بادشاہ ہوگا ویسی ہی رعایا ہوگی۔ اگر بادشاہ عیاش، بدکار، شراب خوار، فریبی اور زانی ہوگا تو رعایا کے امیر اور حکومت کے مشیر بھی ایسے ہی ہوں گے۔ جریر بھی ان باتوں کو بخوبی جانتا تھا۔ مگر وہ اور اس کے ساتھ آنے والے عربوں کے خوف سے ڈر کر اس کے پاس پناہ لینے کے لئے آئے تھے۔ ان کو یہ خیال تھا کہ چونکہ وہ مصیبت زدہ تھے اس لئے انھیں نشانۂ ستم نہ بنایا جائے گا۔ بلکہ انکی تشفی کی جائے گی۔ لیکن جریر نے جب بادشاہ کی گفتگو سنی اور اس کی بدلی ہوئی تیوریاں دیکھیں تو اسے افسوس ہوا کہ وہ کیوں تھاج میں آیا۔ مگر اب کیا ہو سکتا تھا۔ بادشاہ

کی نافرمانی کرنے سے خوف تھا کہ کہیں قید یا قتل نہ کر دیا جائے۔ اس نے مجبور ہو کر اپنی بیٹی سے کہا۔ بیٹی زیتون! آگے جاؤ۔ بادشاہ سلامت تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتے ہیں۔

زیتون جس قدر حسین تھی اسی قدر شوخ اور بے حجاب تھی۔ بادشاہ نے جب اسے آگے بڑھنے کے لئے کہا تھا تو وہ اس وجہ سے سہم گئی تھی کہ آج سے پہلے اسے کبھی بادشاہ سے ہمکلام ہونے کا موقعہ نہ ملا تھا۔ مگر اب جبکہ اس کے باپ نے اسے آگے بڑھنے کے لئے کہا تو اسکا خوف دور ہو گیا وہ ہزار ناز و ادا اسے بل کھاتی شوخ لگا ہوں سے یانس کو دیکھتی بڑھتی اور بادشاہ کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔

یانس نے اسے دیکھا۔ وہ حقیقت میں بہت زیادہ حسین تھی یانس اسے دیکھ کر حیران رہ گیا اور ٹکٹکی لگا کر دیکھنے لگا۔ زیتون بھی یانس کو دیکھ رہی تھی۔ وہ اُسے تیز نگاہوں سے اپنی طرف دیکھتے ہوئے شرما گئی۔"

یانس نے کہا۔ واقعی حسین لڑکی ہے تو۔ مجھے افسوس ہے کہ آج سے پہلے میں نے تجھے کیوں نہ دیکھا۔

زیتون اس کا کیا جواب دیتی۔ خاموش کھڑی رہی۔ یانس نے جریر سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔ تم اور تمہاری بیٹی دونوں شاہی مہمان ہو۔ قصر شاہی میں چل کر قیام کرو۔ جریر نے کہا۔ ہم اس اعزاز کے قابل کہاں ہیں حضور!

یانس:۔ تم! تم جس اعزاز کے مستحق ہو اسے میں ہی خوب جانتا ہوں!

جریر:۔ یہ حضور کی ذرہ نوازی ہے!"

یانس:۔ اچھا تم سپاہیوں کے ہمراہ چلے چلو!

جریر:۔ مگر حضور! میں اپنے ہمراہیوں کے ساتھ ٹھہرنا چاہتا ہوں!

یانس:۔ مناسب ہے۔ اچھا تم اپنے ہمراہیوں کے ساتھ جہاں تمہارا جی چاہے ٹھہرو۔ مگر زیتون قصر شاہی میں جائے گی!"

جریر کو یہ سن کر بڑا غصہ آیا۔ لیکن وہ جانتا تھا کہ غصہ کا انجام اس کا قتل ہوگا۔ اس لئے ضبط کر گیا۔ اب مشکل یہ پیش آئی کہ وہ قصر شاہی میں جانے سے انکار کر چکا تھا۔ اس لئے اب وہاں جانے کے لئے نہ کہہ سکتا تھا وہ کچھ سوچنے لگا۔

ابھی تک باہر سے آدمی آ آ کر گذرتے جا رہے تھے۔ یانس انھیں غور سے دیکھ رہا تھا۔ جب سب آ چکے تب دروازہ بند کر دیا گیا۔

اب یانس نے اپنے ساتھ کھڑے ہوئے افسروں سے مخاطب ہو کر کہا۔ ان لوگوں کو مناسب جگہ ٹھہرا دو اور دیکھو جریر کی خاص طور پر مدارات کرنا انھیں کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔ یہ کہتے ہی وہ چلا اور سپاہیوں کو اشارہ کرتا گیا کہ وہ زیتون کو ساتھ لیکر جاویں۔ جب وہ چلا گیا۔ تب جریر نے افسروں سے کہا۔ مہربانی کر کے بیٹی کو بھی میرے ساتھ لے چلو!"

ایک افسر نے کہا۔ یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے بادشاہ نے جو حکم دیا ہے اس کے خلاف نہیں کیا جا سکتا۔" جریر نے زیتون کی طرف دیکھا۔ زیتون نے کہا۔ آبا میں تمہیں چھوڑ کر نہیں جا سکتی۔" یہ کہتے ہی وہ اس کی طرف بڑھی لیکن ابھی دو ہی قدم چلی تھی کہ سپاہیوں نے اسے پکڑ کر کہا خبردار! ادھر مت جاؤ ہمارے ساتھ چلو۔۔۔

زیتون نے حسرت اور افسوس بھری نظروں سے جریر کو دیکھا۔

ابھی وہ کچھ کہنے نہ پایا تھا کہ افسروں نے جریر کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ آیئے ہمارے ساتھ چلئے! جریر نے ہاتھ چھڑاتے ہوئے کہا۔ ٹھہریئے۔ میں بغیر اپنی بیٹی کو لئے ہوئے نہیں جا سکتا۔ ایک افسر نے ڈپٹ کر کہا۔ اب اپنی بیٹی کا خیال چھوڑ دو یا تو خوشی سے ہمارے ساتھ چلو۔ ورنہ جبراً لے جائے جاؤ گے۔

زیتون نے سپاہیوں کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ نہیں ابا! مجھے چھوڑ کر نہ جانا۔" سپاہیوں نے اسے جھٹکا دیا اور لے کر چلے۔ زیتون

کی درگتی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب جاری ہو گیا۔

جریر یہ دیکھ کر تڑپ گیا۔ وہ اپنا ہاتھ چھڑا کر اس کی طرف لپکا۔ لیکن وہ چار ہی قدم گیا تھا کہ دو تین افسروں نے اسے جا پکڑا اور جھٹکا دے کر کہا۔

بدبخت کیوں اپنی موت کو بلاتا ہے۔ ادھر چلا! اس نے ٹھنڈا سانس بھر کر آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ خدایا! اس ظالم حکومت کی تباہی کر دے۔

افسروں نے لات اور گھونسوں سے اس کی مرمت شروع کر دی۔ وہ مجبور ہو کر رہ گیا۔ اور افسروں کے ساتھ چل پڑا۔

چوتھا باب

حسن پرست حسن کی سرکار میں

یانس زیتون کو لانے کا اشارہ کر کے چلا گیا تھا۔ وہ سیدھا اپنے قصر میں پہونچا اور کمرۂ خاص میں جا کر کوچ پر بیٹھ گیا۔ تھوڑی ہی دیر میں سپاہی زیتون کو لے کر آ گئے۔ اس وقت وہ سخت پریشان اور غمگین تھی اسے دیکھتے ہی یانس کھڑا ہوا اور آہستہ آہستہ چل کر اس کے پاس پہنچا زیتون اسے سہمی ہوئی نگاہوں سے اس طرح دیکھ رہی تھی جیسے ہرنی صیاد کو دیکھا کرتی ہے۔

یانس نے دلربا کے لہجہ میں کہا۔ مت ڈرو زیتون! تمہاری مرضی کے خلاف کوئی بات نہ کی جائیگی" زیتون کی تسلی ان الفاظ سے نہ ہوئی وہ خوفزدہ صورت بنائے سہمگیں نظروں سے اسے برابر دیکھ رہی تھی چونکہ وہ ڈری ہوئی تھی اس لئے اس کے نازک لب خشک ہو رہے تھے۔ یانس نے پھر کہا۔ آخر تم ڈر کیوں رہی ہو زیتون۔

زیتون نے کچھ کہنا چاہا لیکن کہہ نہ سکی اس کے لب کھلے اور پھڑک کر رہ گئے۔

یانس نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا اور کوچ کے پاس لے گیا۔ زیتون اس کے ساتھ چلی گئی۔

اپ زیتون کے لب کھلے اور اس نے نہایت شیریں لہجہ میں کہا۔ مجھے میرے ابا کے پاس پہنچا دو۔ یانس نے کہا۔ تیرے پاس تیرے ابا کو پہنچا دیا جائے گا۔

زیتون نے پیچھے کے ضد کے انداز میں کہا۔ تو بلوا دیجئے۔

یانس:۔ ابھی بلوائے دیتے ہیں۔ مگر تم ایک کام کرو!"

زیتون نے بھولے پن سے یانس کو دیکھتے ہوئے دریافت کیا۔ کیا؟

ہم تمہارے ابا کو بلواتے ہیں اتنے میں تم غسل کر کے نیا لباس تبدیل کر لو!"

زیتون:۔ بہت اچھا!

یانس نے ایک سپاہی سے مخاطب ہو کر کہا۔ ذرا "میرین" کو بلا لاؤ۔

سپاہی چلا گیا۔ یانس نے زیتون سے کہا۔ تم اگر پسند کرو گی تو اسی قصر میں رہنے کیلئے جتنے کمرے تم کہو گی دیدیئے جائیں گے۔ زیتون نے عاجزی کے لہجے میں کہا۔ میں کرے کیا کروں گی حضور۔۔۔

یانس:۔ اور کہاں رہو گی تم؟

زیتون:۔ میں قصر شاہی میں رہنے کے قابل کہاں ہوں!"

یانس:۔ تم! تم اس قابل ہو کہ کسی ملک کی ملکہ بنو!"

زیتون نے حیرت سے یانس کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ملکہ بنوں؟ حضور میری ایسی قسمت کہاں ہے۔

یانس:۔ قسمت کا بنانا تمہارے ہاتھ میں ہے!

زیتون:۔ اگر میرے ہاتھ میں ہوتا تو میں اپنی قسمت بنا لیتی۔

یانس:۔ زیتون! تم بھولی ہو۔ بہت بھولی! اگر تم چاہو تو تمہیں تھاج کی ملکہ بنایا جا سکتا ہے۔

زیتون:۔ مگر حضور میں نے سنا ہے کہ آپ ہر حسین لڑکی کو چند روز کے لئے ملکہ

بنا دیتے ہیں اور پھر یا تو اسے قید کر دیتے ہیں یا قتل کر ڈالتے ہیں

یانس:۔ یہ بات بالکل غلط ہے زیتون!

زیتون:۔ مگر میں نے ایسا ہی سنا ہے حضور!

یانس:۔ بعض لوگ مجھ سے ناخوش ہو گئے ہیں اور وہ اس قسم کی جھوٹی باتیں اڑاتے پھرتے ہیں۔

زیتون:۔ مگر لوگ ناخوش کیوں ہو گئے ہیں حضور سے؟

یانس:۔ ان کے دماغ میں یہ فتور پیدا ہو گیا ہے کہ میں ہر حسین لڑکی سے پیار کرتا ہوں۔ انھوں نے چاہا کہ میں انکی لڑکیوں کو اپنے محل میں ڈال لوں۔ لیکن میں نے انکار کر دیا۔ اس وجہ سے وہ ناخوش ہو گئے اور مجھے بدنام کرتے پھرتے ہیں۔"

زیتون:۔ مگر ایسے لوگوں کو آپ سزا کیوں نہیں دیتے۔۔؟"

یانس کچھ لاجواب سا ہو کر سر کھجلانے لگا۔ اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ زیتون اس کے چہرے کی طرف دیکھ رہی تھی اب اس کی دہشت دور ہو گئی تھی خوف جاتا رہا تھا اور وہ بڑی بے تکلفی سے باتیں کر رہی تھی۔ اس نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پھر کہا۔ ہاں فرمایئے آپ انھیں سزا کیوں نہیں دیتے؟

یانس:۔ اس لئے کہ میں عیسائی ہوں اور وہ عیسائی ہیں۔ مذہب کی پاسداری مجھے ایسا کرنے سے روکتی ہے۔

زیتون:۔ لیکن آپ مذہبی پیشواؤں سے اس کے متعلق فتوے لے سکتے تھے۔

یانس:۔ مجھے گرجا جانے کی اجازت دیدی تھی کہ ایسے لوگوں کو سخت سے سخت سزا دوں۔

زیتون:۔ مگر پھر بھی آپ نے سزا نہ دی!

یانس:۔ ہاں!

زیتون:۔ کیوں؟

یانس :۔ محض رحم دلی کی وجہ سے!

زیتون :۔ یہ بات نہیں ہے حضور!

یانس کو اس بات پر غصہ آجانا چاہئے تھا۔ کیونکہ زیتون نے در پردہ اسے جھوٹا بنادیا تھا۔ مگر اسے غصہ نہ آیا۔ بلکہ اس نے محبت بھری نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے دریافت کیا۔ اور کیا بات ہے؟

زیتون :۔ آپ رعایا سے ڈرتے ہیں!

یانس نے حیرت سے زیتون کو دیکھ کر کہا۔ ڈرتا ہوں؟..... کس وجہ سے؟

زیتون :۔ آپ کے قصر میں اراکین سلطنت کی موجودگی میں حسین لڑکیاں لائی جاتی ہیں اور چونکہ آپ انھیں سب کو اپنے قصر میں نہیں رکھ سکتے اس لئے یا تو انھیں قید کر دیتے ہیں یا قتل کر ڈالتے ہیں اور چونکہ یہ سچ بات ہے اس لئے آپ اس بات کی شہرت دینے والوں کو سزا دیتے ہوئے اس وجہ سے گھبراتے ہیں کہ کہیں رعایا باغی نہ ہو جائے۔

یانس نے کہا۔ خداوند کی قسم یہ بات نہیں ہے زیتون! جھوٹا آدمی قسم کھا کر اپنی بات کا یقین دلانے کی کوشش کرتا ہے لیکن سمجھنے والے یا اس کے واقف کار سمجھ جاتے ہیں کہ وہ غلط کہہ رہا ہے۔ مگر زیتون بھولی اور کمسن لڑکی تھی۔ ناتجربہ کار اور سیدھی سادی۔ کچھ مذہب سے بھی لگاؤ تھا اس لئے اس کے قسم کھانے سے یقین آگیا۔ اس نے معذرت خواہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ جب تو مجھ سے غلطی ہوئی حضور اور اس غلطی کی میں معافی چاہتی ہوں۔

زیتون نے یہ الفاظ کچھ ایسے لہجہ سے اور ایسی معصوم نگاہوں سے اسے دیکھ کر کہے کہ یانس کو اس کا انداز دلفریب اور لہجہ روح پرور معلوم ہوا۔ جی تو اس کا چاہا کہ وہ اسے اپنے سینے سے لگا کر اس کا منھ چوم لے۔ لیکن اسے خوف ہوا کہ کہیں وہ اس سے ناخوش ہو کر آہو نے رمیدہ کی طرح بھڑک نہ جائے اس لئے دل پر جبر کر کے اسکی

جرأت نہ کر سکا اور مچلی ہوئی طبیعت کو قابو میں کر کے بولا۔

تمہیں معافی مانگنے کی ضرورت نہیں ہے زیتون! جب تم قصر میں رہو گی تب تمہیں خود ہی معلوم ہو جائے گا کہ میرے متعلق کس قدر غلط باتیں مشہور کی جا رہی ہیں۔"

زیتون :۔ لوگ کس قدر چالاک ہیں۔"

یانس :۔ وہ میری رحم دلی سے ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

زیتون :۔ مگر آپ کو چاہئے کہ ایسے لوگوں کو سزا دیں!"

یانس :۔ خدا خود انھیں شکست دے گا۔

زیتون :۔ کس قدر نیک ہیں آپ!

یانس :۔ کہو زیتون! تم اس قصر میں رہو گی۔

زیتون :۔ بڑی خوشی سے!

یانس :۔ تمہارا شکریہ! میں تمہارے باپ کو بھی تمہارے پاس بلوا دوں گا۔ اور تمہیں زر و جواہر سے لاد دوں گا۔

زیتون :۔ میں آپ کی مہربانی کا شکریہ ادا کرتی ہوں۔

اب ایک ادھیڑ عمر کی ایک عورت کمرہ میں داخل ہوئی وہ موٹی تازی گول مول اور سرخ و سفید تھی۔ معلوم ہوتا تھا کہ جوانی کے ایام میں حسین ہو گی اگرچہ عمر رفتہ شباب کی تمام رنگینیاں لے گئی تھی مگر اس کے چہرے پر اب بھی حسن اپنا عکس چھوڑ گیا تھا۔ اس عورت کا نام میرینا تھا۔ یہ یانس کی رازدار اور کمسن و ناتجربہ کار لڑکیوں کو بہکا کر اور پھسلا کر ترغیب دے کر ہموار کر کے بادشاہ کی ہوس پرستیوں کا شکار بنانے کے لئے تیار کیا کرتی تھی۔ یانس نہ صرف اس کا لحاظ کرتا تھا۔ بلکہ اس سے دبتا بھی تھا۔ اور جو وہ کہتی تھی اسے کرنا پڑتا تھا۔ اس نے کمرہ میں داخل ہوتے ہی جھک کر یانس کو سلام کیا اور جب کھڑی ہوئی تو اس کی نظر زیتون پر پڑی وہ یانس کی طرف معنی خیز نگاہوں سے دیکھ کر

مسکرائی۔ یانس نے کہا۔ میرین! یہ زیتون نہایت نیک، بڑی سادہ لوح اور کمال حسین لڑکی ہے۔ یہ سفر کئے ہوئے آرہی ہے۔ اُسے لے جاکر غسل کراؤ اور شاہی توشہ خانہ سے اعلیٰ قسم کی پوشاک اور جواہرات کے زیورات پہنا کر یہاں لے آؤ۔ میرین نے ادب سے جھک کر کہا۔ بہت اچھا حضور! اب وہ بڑھ کر زیتون کے پاس آئی۔ اور پیار بھرے لہجہ میں بولی۔ آؤ بیٹی! میں تمہیں غسل کرا کر عمدہ لباس اور اعلیٰ قسم کے زیورات پہنا کر قصر میں رہنے کے لئے لے چلوں زیتون اٹھ کر کھڑی ہوگئی اور میرین کے ساتھ چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد یانس اٹھ کر ٹہلنے لگا سپاہی بھی باہر چلے گئے

تھوڑی ہی دیر کے بعد ایک خادم آیا اور تعظیم کے لئے جھک کر خاموش کھڑا ہو گیا۔ جب یانس کی اس پر نظر پڑی تو اس نے دریافت کیا۔ تم کس لئے آئے ہو۔

خادم نے کہا۔ جہاں پناہ! شہر کے حاکم اعلیٰ باریاب ہونا چاہتے ہیں۔

یانس نے جلدی سے دریافت کیا کون؟..... کیا مرہف؟

خادم:۔ جی ہاں حضور!

یانس:۔ انھیں بھیجدو۔

خادم چلا گیا۔ یانس کوچ پر بیٹھ کر اس کے آنے کا انتظار کرنے لگا۔

پانچواں باب

دل شکن اطلاع

چونکہ یانس نے مرہف کو مسلمانوں کے پاس عارضی صلح کا پیغام دے کر بھیجا تھا اس لئے اس کے آنے کا انتظار تھا جب خادم نے اس کے آنے کی اطلاع کی تو وہ خوش ہوگیا اور اس نے اسی وقت طلب کرلیا تھوڑی ہی دیر میں مرہف آیا اور سلام کے لئے زمین بوس ہوگیا۔ یانس نے سلام لے کر کہا۔ آؤ مرہف بیٹھو۔ مرہف بڑھ کر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ یانس نے دریافت کیا۔ تم مسلمانوں کے لشکر میں گئے تھے۔

مرہف نے جواب دیا۔ گیا تھا حضور۔ اس وقت سیدھا وہیں سے آرہا ہوں۔

یانس:۔ مسلمانوں کے سردار سے ملے۔

مرہف:۔ جی ہاں۔ ملا۔"

یانس:۔ کیسا آدمی ہے وہ؟

مرہف:۔ نہایت نیک اور خدا رسیدہ ہے۔

یانس نے منھ بنا کر کہا۔ نیک اور خدا رسیدہ؟ بھلا مسلمان بھی نیک ہوسکتا ہے۔

مرہف:۔ حضور! وہ نہایت خلیق اور حقیقت میں نیک ہے۔

یانس:۔ ممکن ہے۔ اچھا تم نے میرا پیغام پہونچایا؟

مرہف:۔ جی ہاں حضور!

یانس:۔ کیا جواب دیا اس نے۔

مرہف:۔ عالم پناہ! مسلمانوں کو فریب دینا نہایت دشوار ہے۔

یانس نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ کیا مطلب ہے اس سے تمہارا؟

مرہف:۔ سرکار وہ ایسے ہوشیار ہیں کہ مکر و فریب کو فوراً سمجھ جاتے ہیں!

یانس:۔ یہ اندازہ تم نے کیسے کرلیا؟

مرہف:۔ جب میں نے حضور کا پیغام پہونچایا اور شاہی خط انھیں دیا تو وہ پیغام سن کر اور خط پڑھ کر فوراً بول اٹھے کہ تم ہمیں فریب دینا چاہتے ہو؟

میں یہ سن کر ڈر گیا حضور۔ یانس نے بگڑتے ہوئے کہا۔ بڑے بزدل ہو تم۔ اس میں ڈرنے کی کونسی بات تھی۔

مرہف :۔ حضور! وہ لوگ جتنے نیک اور خلیق ہیں اتنے ہی سخت اور غصہ ور بھی ہیں۔ مجھے خوف ہوا کہ کہیں وہ مجھے گرفتار نہ کر لیں!"

یانس نے غیظ بھری نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا اور اس لئے تم نے ڈر کر یہ اعتراف کر لیا کہ ہم انھیں دھوکا دینا چاہتے ہیں۔

مرہف :۔ نہیں حضور! میں ایسا بزدل نہ تھا۔

"یانس خوش ہو گیا۔ اس نے کہا۔ پھر کیا کہا تم نے؟

مرہف :۔ میں نے کہا کہ ہم لوگ مکر و فریب جانتے ہی نہیں ہیں!

انھوں نے کہا کہ اگر تم ہمیں دھوکا دینے آئے ہو تو ہم بتا دیتے ہیں کہ بادشاہ کی منگیتر اس کے پاس آنے کے لئے استوار سے روانہ ہو چکی ہے اور خدا اسے ہمارے قبضہ میں دیدے گا۔ یانس نے حیرت زدہ ہو کر کہا یہ بات انھیں کیسے معلوم ہو گئی۔

مرہف :۔ شاید ان کے کسی جاسوس نے انھیں یہ خبر پہونچا دی۔

یانس :۔ مگر تاج سے باہر تو ہم نے کسی کو جانے ہی نہیں دیا پھر خبر کون پہنچا دیتا۔

مرہف :۔ حضور وہ لوگ چالاک بھی ہیں ممکن ہے اپنے آنے سے پہلے انھوں نے جاسوس بھیجے ہوں اور وہ اس لشکر میں داخل ہو گئے ہوں جو حضور نے وزیر اعظم کی ماتحتی میں بھیجا تھا اور وہاں سے انھیں یہ خبر مل گئی ہو۔

یانس :۔ تم ٹھیک کہتے ہو۔ پھر کیا ہوا!"

مرہف :۔ حضور میں ابھی گفتگو کر رہا تھا کہ لشکر میں شور و غل ہوا دریافت کرنے پر پتہ چلا کہ مسلمانوں کا لشکر آ رہا ہے جب وہ لشکر قریب آیا تو میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ شہزادی میرونہ.....

وہ ہکلانے لگا۔ یانس ہمہ تن متوجہ ہو کر اسے دیکھنے لگا اس نے کہا شہزادی میرونہ

مرہف :۔ اس آنے والے لشکر کی حراست میں تھی۔

یانس پر غم کا دورہ پڑا وہ شدت غم سے کراہنے لگا۔ اسکی آنکھیں پھٹ گئیں وہ دیر تک اسے دیکھتا رہا۔ کچھ دیر کے بعد بولا حراست میں تھیں۔ آہ میری پیاری میرونہ حراست میں تھی! یہ نہیں ہو سکتا تو بکتا ہے بالکل جھوٹ کہتا ہے۔ کہدے! آہ کہدے یہ جھوٹ ہے" بادشاہ فرط غم سے بیقرار اور بدحواس ہو گیا تھا۔ وہ غم آفریں نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ مرہف کی نظریں بھی اس کے چہرہ پر جمی ہوئی تھیں۔ اس نے کہا عالم پناہ یہ جھوٹ ہوتا۔

یانس نے بے چینی سے پہلو بدلتے ہوئے کہا۔ جھوٹ ہوتا... لیکن یہ سچ ہے!

مرہف :۔ جی ہاں سچ ہے میں نے اپنی آنکھوں سے شہزادی کو دیکھا ہے۔

یانس نے کف افسوس ملتے ہوئے کہا۔ آہ! میری آرزوؤں کا خون ہو گیا حسرتیں پامال ہو گئیں۔ افسوس! ع

مادر چہ خیالیم و فلک در چہ خیال!

اس کمبخت مسلمانوں سے خدا سمجھے بدبختوں نے میری راحت روح کو گرفتار کر لیا۔ شیطان ہیں۔ بالکل شیطان!"

مرہف :۔ شہزادی نہایت پریشان اور غمزدہ تھیں۔

یانس :۔ ہونا ہی چاہئے تھا۔ آہ کس قدر دل شکن خبر سنائی ہے تم نے۔ خدا کی قسم میرا دل ٹکڑے ہو گیا ہے۔

مرہف :۔ یہی میرے دل کی کیفیت ہوئی تھی حضور!

یانس نے ایسے انداز سے جیسے اسے کوئی بات یاد آ گئی ہو کہا۔ مگر وزیر اعظم اور اس کا لشکر کیا ہوئے۔

مرہف :۔ معلوم ہوا ہے کہ مسلمانوں نے وزیر اعظم اور شہزادی کے لشکر کے افسر کو مار ڈالا۔

یانس :۔ اور لشکر کہاں گیا؟

مرہف :۔ تمام لشکر مارڈالا گیا۔ بہت تھوڑے سپاہی جان بچا کر بھاگ سکے۔

یانس :۔ مسلمانوں کا لشکر کس قدر تھا!

مرہف :۔ صرف ایک ہزار۔

یانس :۔ اور شہزادی کے ساتھ کس قدر لشکر تھا۔

مرہف :۔ دو ہزار اسٹوار سے آیا تھا۔ اور دو ہزار تھاج کا تھا۔

یانس نے حیرت سے مرہف کو دیکھتے ہوئے کہا۔ کیا یہ صرف ایک ہزار مسلمانوں نے چار ہزار عیسائیوں کو شکست دیکر شہزادی کو گرفتار کر لیا۔

مرہف :۔ جی ہاں!

یانس نے غصہ سے دانت پیستے ہوئے کہا کمبخت بزدل عیسائی ..... وہ اسی قابل تھے کہ قتل ہو جاتے۔ نامرد کہیں کے۔"

مرہف :۔ جب مسلمانوں کے سردار کو معلوم ہوا کہ شہزادی میرونہ گرفتار ہو گئی تو انھوں نے کہا تم ہمیں فریب دے رہے تھے خدا نے شہزادی کو ہمارے پاس بھیج دیا ہے اور اب ہم صلح نہیں کر سکتے۔

یانس نے غضبناک ہو کر کہا۔ صلح نہیں کر سکتے ..... مگر وہ نہیں جانتے کہ میں بزدل نہیں ہوں میں ان سب کو قتل کر کے میرونہ کو ان کے پنجہ سے چھڑاؤں گا۔

مرہف :۔ بے شک! ایسا ہی ہوگا۔ میں نے ان سے التجا کی کہ وہ شہزادی کو زرتار والیکر رہا کر دیں۔ مگر .....

یانس نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔ مگر انھوں نے انکار کر دیا۔

مرہف :۔ انکار بھی نہیں کیا۔

یانس :۔ پھر کیا کہا!

مرہف :۔ انھوں نے کہا کہ اگر بادشاہ قلعہ تھاج ہمارے سپرد کر دیں تو ہم شہزادی کو رہا کر سکتے ہیں۔

یانس کو سخت غصہ آیا۔ اس نے کہا۔ اس قدر بیباکی۔ اتنی جرأت! مگر نہیں! یہ کہہ کر وہ کسی گہرے غور و فکر میں پڑ گیا۔ اس کے چہرہ کا اتار چڑھاؤ بتا رہا تھا کہ وہ کچھ سوچ رہا تھا۔ وہ خاموش تھا اور کچھ سوچ رہا تھا۔ مرہف بھی چپ ہو گیا تھا۔ اور اس کے چہرہ کی طرف نظریں جمائے اسے دیکھ رہا تھا۔

چھٹا باب

دام فریب

دونوں دیر تک خاموش بیٹھے رہے۔ یانس کچھ غور کر رہا تھا اور مرہف اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ کچھ دیر کے بعد یانس کا چہرہ چمک اٹھا۔ آنکھوں سے شیطنت ظاہر ہونے لگی۔ اس نے مرہف کی طرف دیکھ کر کہا۔ تمہیں معلوم ہے کہ اس لشکر کا سپہ سالار کون ہے۔

مرہف :۔ عیاضؓ ہیں!

یانس :۔ عیاضؓ ہیں! مجھے معلوم ہوا تھا۔ ابو عبیدہؓ ہیں!

مرہف :۔ وہ ملک شام میں ہیں۔ اور وہاں کے وائسرائے ہیں۔

یانس :۔ عیاضؓ کیسا شخص ہے۔

مرہف :۔ نہایت ہوشیار اور بہادر آدمی معلوم ہوتے ہیں۔

یانس :۔ اور سادہ لوح بھی۔

مرہف :۔ مسلمان سارے ہی سادہ لوح ہیں اور یہی انکے نیک ہونے کی دلیل ہے۔

یانس :۔ لیکن ان میں ایک وہ شخص بھی تو ہے جو صرف ایک تہہ بند باندھ کر لڑتا ہے

مرہف :۔ جی ہاں!

یانس :۔ اس کا کیا نام ہے؟

مرہف :۔ ضرارؓ ہے۔ نہایت بہادر اور بڑا جوشیلا عرب ہے۔

یانس :۔ ٹھیک ہے۔ اور ایک اور شخص بھی ہے۔"

مرہف :۔ وہ کون؟

یانس :۔ جس نے ہرقل اعظم کی سلطنت کو الٹ دیا تھا۔ ملک شام کے شہروں کو فتح کر لیا ہے جسے مسلمان خدا کی تلوار کہتے ہیں۔

مرہف :۔ حضور شاید خالدؓ کا ذکر کر رہے ہیں!

یانس :۔ ہاں اس کا نام خالد ہی ہے۔"

مرہف :۔ جی ہاں! وہ بھی موجود ہیں وہ جس قدر بہادر ہیں اسی قدر سنجیدہ مزاج بھی ہیں۔

یانس :۔ اور ایک خلیفہ اوّل کا بیٹا بھی ہے۔

مرہف :۔ جی ہاں! اس کا نام عبدالرحمٰنؓ ہے وہ خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بیٹے ہیں۔

یانس :۔ اور ایک مسلمانوں کے موجودہ خلیفہ کا بیٹا ہے!

مرہف :۔ جی ہاں معلوم ہوا ہے کہ اس کا نام عبداللہؓ ہے۔ وہ موجودہ خلیفہ عمر فاروقؓ کا بیٹا ہے۔

یانس :۔ سننے میں آیا ہے کہ یہ گنتی کے چند لوگ نہایت بہادر اور جوشیلے ہیں۔

مرہف :۔ حضور! یہی کیا ہر مسلمان بہادر اور جوشیلا ہے ایک غلام ہے۔ جس کا نام دامسؓ ابوالہول ہے۔ بڑا بہادر اور چالاک ہے۔ حلب کا مشہور اور مضبوط قلعہ

اس نے فتح کیا تھا وہ ملک کے ایک حصہ کا گورنر ہے۔ خلیفہ کے حکم سے اس ملک میں لڑنے کے لئے آیا ہے۔

یانس نے متعجب ہوتے ہوئے کہا۔ ایک غلام اور گورنر ہے۔

مرہف :۔ جی ہاں! مسلمانوں میں غلام اور آقا سب برابر ہیں!"

یانس :۔ تعجب ہے!"

مرہف :۔ عیاضؓ کہتے تھے کہ اسلام میں ادنیٰ اور اعلیٰ کی کوئی تفریق نہیں ہے۔ اگر آقا سے اس کا غلام زیادہ پرہیزگار اور عبادت گذار ہے تو آقا سے زیادہ غلام کی عزت کی جاتی ہے۔

یانس :۔ عجیب مذہب ہے اور عجب مذہبی دیوانے ہیں۔

مرہف :۔ اسی وجہ سے تو مسلمانوں میں مساوات اور اخوت ہے۔

یانس :۔ خیر میرا مطلب یہ ہے کہ اگر یہ لوگ کسی طرح سے قابو میں آجائیں تو ہم آسانی کے ساتھ مسلمانوں کو شکست دے سکتے ہیں۔

مرہف :۔ میرے خیال میں ایسا نہیں ہے۔"

یانس نے تعجب سے مرہف کو دیکھ کر کہا۔ کیوں؟"

مرہف نے سنجیدگی کے لہجہ میں کہا اس لئے کہ مسلمان کسی شخص کی بہادری پر بھروسہ کر کے نہیں لڑتے ان کا اعتماد صرف خدا کی ذات پر ہے۔"

یانس نے قہقہہ لگا کر کہا۔ خوب! گویا خدا انھیں مدد دینے آتا ہے۔"

مرہف :۔ ان کا یہی خیال ہے۔

یانس :۔ محض خبط ہے۔ میرا مطلب یہ ہے کہ اگر یہ لوگ جن کا میں نے نام لیا کسی طرح ہمارے قابو میں آجائیں تو مسلمانوں کو آسانی سے شکست دی جا سکتی ہے۔

مرہف :۔ لیکن میرا خیال ایسا نہیں ہے حضور!

یانس نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ کس وجہ سے تیرا خیال ایسا ہے۔

مرہف :۔ اس لئے کہ میرونہ کو جو شخص گرفتار کر کے لایا ہے اس کا نام قیس ہے وہ نوجوان ہے اور بڑا بہادر ہے اس نے صرف ایک ہزار مسلمانوں سے چار ہزار عیسائیوں کو تہ تیغ کر ڈالا ہے۔

یانس کے دل پر رشک کے دیوتا نے چٹکی لی۔ اس نے کہا۔ وہ نوجوان ہے.... اور خوبصورت بھی۔

مرہف :۔ جی ہاں! خوبصورت بھی ہے نوجوان بھی ہے اور بہادر بھی ہے۔

یانس :۔ کہیں وہ میرونہ پر فریفتہ تو نہیں ہو گیا ہے۔

مرہف :۔ مجھے تو خود شہزادی کی طبیعت اس کی طرف مائل نظر آتی ہے۔

یانس کے دل پر خنجر لگا۔ اس نے زخم خوردہ دل کو سنبھالتے ہوئے کہا۔ یہ تم نے کیسے اندازہ کیا؟

مرہف :۔ عیاضؓ نے شہزادی سے کہا تھا کہ اگر تم چاہو تو تمہیں رہا کر کے جہاں کہو پہونچا دیا جائے۔

یانس نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔ ایسا نیک انسان.... اچھا شہزادی نے کیا کہا ــــ؟"

مرہف :۔ انھوں نے قیس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ میں بھی ان کے ساتھ رہنا چاہتی ہوں۔

یانس نے بگڑتے ہوئے کہا۔ کس قدر بے حیائی کی بات کہی ہے اس بیوفا نے۔

مرہف :۔ مجھے خود تعجب ہوا حضور!

یانس :۔ پرواہ نہیں۔ مجھے اس بے حیا کو قبضہ میں لا کر ذلیل کرنا ہے! مرہف! تم جانتے ہو مجھے تم سے کس قدر محبت ہے میں نے تمہیں شہر کا اعلیٰ افسر مقرر کر کے

تمہاری عزت میں اور اضافہ کر دیا ہے۔ مجھے تم پر بھروسہ ہے۔ تم میری ایک خدمت بجا لاؤ۔

مرہف :۔ فرمایئے۔

یانس :۔ تم کل کسی وقت پھر اسلامی لشکر میں جاؤ اور ان سے کہو کہ بادشاہ تھاج کا قلعہ ان کے سپرد کرنے پر آمادہ ہے۔

مرہف نے حیرت بھری نظروں سے یانس کو دیکھتے ہوئے کہا۔ کیا آپ اسکے لئے تیار ہیں؟

یانس :۔ نہیں میں اپنی زندگی کے آخری سانس تک قلعہ انکے حوالے نہیں کر سکتا۔

مرہف :۔ پھر کیا مطلب ہے حضور کا۔

یانس :۔ پہلے تم ساری بات سن لو۔

مرہف :۔ بہت اچھا۔

یانس :۔ تم ان سے کہنا کہ اگر وہ حقیقت میں شہزادی میرونہ کو رہا کر کے مجھے دینا چاہتے ہیں تو قلعہ ان کے سپرد کر دیا جائے گا مگر اس قرارداد کے لئے یہ ضروری ہے کہ فریقین ایک جگہ جمع ہو کر پہلے حلف اٹھا دیں۔

مرہف :۔ لیکن مسلمان جو کہتے ہیں وہی کرتے ہیں۔

یانس :۔ مگر میرا مقصد کچھ اور ہی ہے۔

مرہف :۔ وہ کیا؟

یانس :۔ تم ان سے کہدو اپنے دس معزز آدمیوں کو حلف اٹھانے کیلئے یہاں بھیجدیں۔ ان دس آدمیوں میں وہ لوگ ہوں جن کا میں نے ذکر کیا ہے۔

مرہف :۔ میں اب سمجھا آپ انھیں یہاں بلا کر فریب سے گرفتار کرنا چاہتے ہیں۔

یانس :۔ یہی بات ہے۔

مرہف :۔ مگر سوچ لیجئے کہ ان کے سامنے فریب چلتا نہیں ہے۔"

یانس :۔ اگر تم انھیں دانشمندی سے یہاں لے آئے تو میں آسانی سے انھیں گرفتار کرلوں گا اور پھر ان کے تبادلے میں شہزادی کو ان سے طلب کروں گا۔

مرہف :۔ جب تو یقین ہے کہ وہ شہزادی کو رہا کردیں گے!"

یانس :۔ اب سمجھے تم میری تدبیر کو اور جب شہزادی میرے پاس آجائے گی تب میں رات کو شب خون مار کر ان سب کو قتل کر ڈالوں گا۔

مرہف :۔ تدبیر تو نہایت مناسب ہے۔

یانس :۔ ایسی مناسب کہ کبھی پٹ ہی نہیں پڑ سکتی!

مرہف :۔ بہتر ہے میں کل دوپہر کے بعد ان کے پاس جاؤں گا!

یانس نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ کل نہیں پرسوں جانا!"

مرہف :۔ اس میں کیا مصلحت ہے حضور کی؟

یانس :۔ آج ایک پری زاد لڑکی قلعہ میں آئی ہے وہ نہایت حسین ہے اور بشرہ سے بڑی چالاک معلوم ہوتی ہے میں اسے بھی اسلامی لشکر میں بھیجوں گا۔

مرہف :۔ کس لئے!

یانس :۔ وہ کسی چالاکی سے شہزادی کو قلعہ کے قریب تک لے آئے پھر ہم اُسے اپنے قابو میں کرلیں گے اور مسلمان دیکھتے ہی رہ جائیں گے!"

مرہف :۔ اور اگر شہزادی قابو میں آگئی تو پھر جانے کی بھی ضرورت نہ رہے گی

یانس :۔ یہ بات نہیں ہے تمہیں ضرور جانا ہوگا اور مسلمانوں کو یہاں لانا ہوگا!"

مرہف :۔ پھر کیا ضرورت رہے گی حضور!

یانس :۔ میرا اصل مقصد تو ان مسلمانوں کو قید کرنا ہے!"

مرہف :۔ بہت خوب!

یانس :۔ اچھا اب تم جاکر آرام کرو"!

مرہف :۔ بہتر ہے!"

یہ کہتے ہی وہ اٹھا اور سلام کر کے چلا گیا یانس خاموش بیٹھ کر کچھ سوچنے لگا۔"

ساتواں باب

تعلیم مکر

یانس خاموش بیٹھا کچھ سوچ رہا تھا۔ اسی وقت آفتاب غروب ہوگیا تھا اور دن کی روشنی رات کی سیاہی میں غائب ہوتی جارہی تھی جس کمرہ میں وہ بیٹھا تھا اس میں کنیزوں نے آکر روشنی کردی تھی۔ سیکڑوں موم بتیاں روشن کردی گئی تھیں اور کمرہ میں دن سا نکلا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں میرین داخل ہوئی اسکے پیچھے زیتون آرہی تھی۔ چونکہ اس نے اعلیٰ قسم کی پوشاک اور جگمگانے والے جواہرات کے زیورات پہنے تھے اس لئے کمال حسین معلوم ہورہی تھی روشنی کی شعاعیں اسکے آئینہ جیسے صاف و شفاف چہرہ پر تڑپ رہی تھیں۔ وہ غسل کر کے اور اچھا لباس پہن کر ایسی نکھر گئی تھی جیسے گلاب کے پھول شبنم پڑنے سے یا بارش ہونے کے بعد رات کو چاند نکھر جاتا ہے اسکے آتشیں رخساروں میں حسن کی بجلیاں کوند رہی تھیں اس وقت اس کے چہرہ کی طرف دیکھنا بڑا مشکل تھا۔

یانس نے اس زہرہ شکن حسن کی جگمگاتی تصویر کو دیکھا۔ دیکھ کر حیران و ششدر رہ گیا۔ زیورات کی چمک نے اس کے چہرہ میں اور تجلیاں بھر دیں شوخ نگاہیں تیراندازی کررہی تھیں اس کا خوف دور ہوچکا تھا اور شوخی پھوٹی پڑتی تھی۔

میرین نے آتے ہی کہا۔ لیجئے حضور حسن کی ملکہ حاضر ہے اب اس کا خوف بھی دور ہوگیا

ہے یانس نے کہا۔ تم نے سلیقے سے اسے آراستہ کیا ہے میرین! اب یہ حسن کا چاند بن گئی ہے۔

میرین نے مسکرا کر کہا۔ یہی بات ہے حضور! اچھا اب میں تحفیف تصدیع چاہتی ہوں۔ یانس ہاں! فی الحال تم جاؤ جب تمہاری ضرورت ہوگی بلا لیا جائے گا!

میرین:۔ بہتر ہے شاید اس بھولی حسینہ کو ہموار کرنے کیلئے اب میری ضرورت نہ ہوگی

یہ کہتے ہی میرین مسکراتے ہوئے معنی خیز نگاہوں سے یانس کی طرف کچھ اشارہ کر کے چلی گئی۔ اب یانس زیتون کی طرف مخاطب ہوا اور اس نے کہا۔ آؤ زیتون میرے پاس آکر بیٹھ جاؤ۔

ہم لکھ چکے ہیں کہ زیتون کا خوف دور ہو گیا تھا اور یہ میرین کی ذرا ہی سی دیر کی تعلیم و تربیت کا اثر تھا۔ ایک گمراہ اور بدکار عورت بہت جلد ایک کمسن اور نا تجربہ کار لڑکی کو گمراہ بنا دیا کرتی ہے بلکہ ایسی عورتیں سنجیدہ اور پختہ کار عورتوں کو بھی ورغلا کر راہ راست سے بھٹکا دیتی ہیں ضرورت اس امر کی ہے کہ کسی مشکوک عورت کو کبھی اپنے گھر میں نہ آنے دیا جائے اور ایسی شیطان کی خالہ عورتیں پردہ نشین عصمت مآب خواتین سے الگ رکھی جائیں عورتیں کتنی بھی عقلمند ہوں لیکن چونکہ ان میں رحم دلی کا مادہ زیادہ ہوتا ہے اس لئے وہ بڑی آسانی سے فریب میں آجاتی ہیں۔ زیتون ادا و ناز سے بڑھی اور بڑی بے تکلفی سے یانس کے پاس جا بیٹھی۔ اب جب یانس نے اُسے قریب بیٹھے ہوئے دیکھا تو اس کے تابش حسن سے اس کی آنکھیں جھپکنے لگیں وہ دیر تک اس کے رخ انور کو ٹکٹکی لگائے دیکھتا رہا۔ زیتون بھی اسے دیکھ کر مسکراتی رہی کچھ وقفہ کے بعد یانس سنبھلا اس نے کہا۔ تم کس قدر حسین ہو زیتون!"

زیتون نے مسکرا کر کہا۔ آپ کی اس تعریف کا شکریہ!"

یانس:۔ میں تمہاری تعریف ہی نہیں کر سکتا! تم حسن کا جلوہ گر آفتاب ہو ایسا جس کی طرف دیکھنا انسان کی طاقت سے باہر ہے۔

زیتون نے ادا و ناز سے اسے دیکھ کر کہا۔ مگر آپ تو میری طرف دیکھ رہے ہیں!"

یانس برابر اس کے منور چہرہ کو ٹکٹکی لگائے دیکھ رہا تھا۔ اس نے کہا ہاں دیکھنے کی کوشش کر رہا ہوں" زیتون! بے اختیار کھل کھلا کر ہنس پڑی۔ ہنسنے سے اس کے تیز گلابی لب کھل کر سفید موتیوں جیسی دانتوں کی لڑیاں نظر آ کر بجلیاں گرانے لگیں حسین چہرہ اور گلابی رنگ میں ڈوب گیا۔ یانس ہمہ تن نظر بن کر اس کی طرف دیکھنے لگا دیکھتا رہا۔ حیرت و محبت بھری نظروں سے، دیر تک دیکھتا رہا۔ کچھ دیر کے بعد بولا حسین ہونے کے ساتھ ساتھ تمہاری شوخی بھی کس قدر دلفریب ہے؟"

زیتون نے اس کا کوئی جواب نہ دیا اس نے شرما کر اپنی نگاہیں جھکا لیں یانس نے کہا۔ بت پرستی ہمارے اس بات کا اندازہ کر لیا ہے کہ تو جسے چاہے اپنے حسن کے جال میں گرفتار کر سکتی ہے مگر ایک بات معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ زیتون نے ہوشربا نگاہیں اٹھا کر اسے دیکھتے ہوئے دریافت کیا۔ کیا؟"

یانس:۔ تو بہادر کس قدر ہے!

زیتون:۔ کیا مجھے کسی سے لڑ کر یہ امتحان دینا ہوگا؟

یانس:۔ نہیں!

زیتون:۔ اور؟

یانس:۔ مجھے ایک بات بتا۔

زیتون:۔ کیا؟

یانس:۔ تو مسلمانوں سے ڈرتی تو نہیں؟

زیتون:۔ مسلمان وحشی اور غیر مہذب ہیں۔

یانس :۔ مگر یہ بات تو تجھے معلوم ہوگی کہ وہ عورتوں اور بچوں بڈھوں اور ہمارے مذہبی پیشواؤں کو کچھ نہیں کہتے۔"

زیتون :۔ ہاں معلوم ہے۔

یانس :۔ کیا تو اس کے لشکر میں جا سکتی ہے؟۔

زیتون گھبرا گئی۔ اس کی شوخی کوچ کر گئی۔ اس نے کہا کس لئے؟

یانس :۔ یہ میں اس وقت بتاؤں گا جب تو اپنا ارادہ ظاہر کرے گی۔

زیتون :۔ کیا مجھے تنہا جانا ہوگا؟۔

یانس :۔ ہاں تنہا ہی۔

زیتون :۔ اگر انھوں نے مجھے گرفتار کر لیا!"

یانس :۔ تب میں فوراً ان پر حملہ کر دوں گا اور جب تک تجھے چھڑا نہ لوں گا چین سے نہ بیٹھوں گا۔

زیتون :۔ مگر حضور مجھے ان دشمنوں میں بھیجتے ہی کیوں ہیں؟

یانس :۔ بات یہ ہے زیتون! کہ اسطوار کی شہزادی میرونہ دیری سنگیتر ہے۔ وہ مجھ سے شادی کرنے کے لئے آ رہی تھی راستہ میں مسلمانوں کے ہاتھوں میں پڑ گئی۔

زیتون نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا اور آپ شہزادی کو ان کے چنگل سے رہائی دلانا چاہتے ہیں؟"

یانس :۔ ہاں!

زیتون نے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ شاید اس لئے کہ آپ اسے ملکہ بنائیں۔

یانس :۔ نہیں!

زیتون نے حیرت بھری نظروں سے اسے دیکھا اور کچھ دیر تک دیکھتے رہے

کے بعد کہا۔ نہیں؟ ..... تو پھر اس کی رہائی کی فکر کیوں ہے؟

یانس :۔ اس لئے کہ اس سے انتقام لینا ہے۔

زیتون :۔ کیسا انتقام!"

یانس :۔ اس نے مجھ پر ایک مسلمان کو ترجیح دی ہے۔

زیتون :۔ کیسے؟

یانس :۔ میں نے مرہف کو اس کا تاوان دیکر رہا کرانے کیلئے بھیجا مقاصلہ نو کے سپہ سالار نے اسے رہا کر دینے پر رضامندی ظاہر کر دی تھی۔ مگر اس نے انکار کر دیا۔

زیتون :۔ عجیب بات ہے یہ!"

یانس :۔ نہایت عجیب مجھے اس پر بڑا غصہ آ رہا ہے۔

زیتون :۔ اگر شہزادی یہاں آ گئی تو آپ کیا کریں گے؟

یانس :۔ میں اسے قید کر دوں گا اور پھر اپنے کسی غلام کے ساتھ اس کا عقد کر کے اس سے انتقام لوں گا۔

زیتون :۔ مگر وہ اس قدر حسین ہے کہ جب وہ آپ کے سامنے آ جائے گی تو آپ اسے ملکہ بنانے پر آمادہ ہو جائیں گے۔

یانس :۔ اگر وہ فردوس بریں کی حور بھی ہے تب بھی مجھے اس سے کوئی سروکار نہ ہوگا میں نے تجھے پسند کیا ہے۔ اب تو ہی تھاج کی ملکہ بنے گی۔

زیتون :۔ لیکن اگر حضور اپنے عہد سے بدل گئے؟

یانس :۔ کبھی نہ بدلوں گا!"

زیتون :۔ کیا آپ حلف اٹھاتے ہیں!

یانس :۔ ہاں! پاک ماں (مریم) اور خداوند حضرت عیسیٰ کی قسم کھا کر کہتا

ہوں کہ اپنی ملکہ تجھے بناؤں گا۔

زیتون:۔ پس میرا اطمینان ہوگیا۔ اچھا اب میں کیا کروں؟

یانس:۔ تو میرے چند سپاہیوں کے ساتھ روانہ ہو جا اور اسلامی لشکر کے قریب پہنچ کر شور کر دینا۔ یقیناً مسلمان تیری آواز سُن کر دوڑے ہوئے آویں گے تو ان کے پاس جا کر کوئی بہانہ بنا دینا۔ میرے سپاہی تجھے وہاں چھوڑ کر چلے آویں گے۔

زیتون:۔ پھر مجھے کیا کرنا ہوگا؟

یانس:۔ شہزادی کے پاس پہنچ کر اس کے دل میں اپنی جگہ کرنا اور اسے میرے بہانے سے پہاڑ پر لے آنا۔ وہاں میرے سپاہی ہر وقت موجود رہیں گے وہ سے گرفتار کرلادیں گے۔

زیتون:۔ تدبیر تو مناسب ہے!

یانس:۔ کیونکہ میں غم و غصہ کی آگ میں جل رہا ہوں اس لئے اس کے قید ہو کر آنے اور قید کرنے سے انتقام کا پانی اس آگ کو بجھا دے گا۔

زیتون:۔ میں تیار ہوں۔

یانس:۔ شاباش میں اس کے سامنے ہی تجھے ملکہ بناؤں گا تاکہ وہ بھی رشک کے انگاروں پہ لوٹے۔

زیتون:۔ بہتر ہے!

یانس:۔ اچھا تو میں سپاہیوں کو بلاؤں!

زیتون:۔ بلا لیجئے!

یانس نے ہتھیلی بجائی۔ ایک خادم آیا۔ اس نے کہا۔ میرے خاص رسالہ کے چند سپاہیوں کو جلد بھیجو۔ خادم چلا گیا اور تھوڑی ہی دیر میں آٹھ سپاہیوں کو لے کر حاضر ہوا۔ یانس نے ان سے کہا۔ دیکھو تم اس لڑکی کے ساتھ قلعہ سے باہر چلے جاؤ

اور اسے اسلامی لشکر کے قریب چھوڑ دو۔ جس وقت یہ شور مچائے تم فوراً اسے چھوڑ کر بھاگ آؤ۔"

ایک سپاہی نے کہا مگر حضور.....

یانس نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔ اگر مگر کچھ نہیں جو حکم دیا گیا ہے اس کی تعمیل کرو۔ لیکن یہ خیال رکھو کہ یہ لڑکی ملکہ بننے والی ہے اس لئے اس کی عزت ابھی سے شروع کر دو۔ اسے کسی قسم کی شکایت نہ ہو۔ تمام سپاہیوں نے سر جھکا کر "بہتر ہے" کہا۔

اب یانس نے زیتون سے مخاطب ہو کر کہا۔ میری راحت روح! تم ان کے ساتھ چلی جاؤ اور جس قدر جلد ممکن ہو اپنا کام کر کے واپس آؤ۔"

زیتون:۔ بہت اچھا کہتے ہوئے اٹھی اور سپاہیوں کے ساتھ روانہ ہوئی یانس خوش ہو کر اٹھا اور دوسرے کمرے میں چلا گیا۔

آٹھواں باب

راز و نیاز

میرونہ قیسؓ کے ساتھ چلی۔ وہ شہزادی تھی۔ شان امارت اس کے چہرہ سے ظاہر تھی۔ چونکہ وہ حسین تھی۔ نوجوان تھی۔ اس لئے حسن کی تمام دلفریبیاں شباب کے پردہ میں جھلک رہی تھیں یہ دونوں کسی قدر آگے بڑھے ہوئے جا رہے تھے۔ اور ان سے چند قدم کے فاصلہ پر دیگر تمام لڑکیاں چل رہی تھیں۔ چلتے چلتے میرونہ نے کہا۔ آپ کا خیمہ کہاں نصب ہوا ہے؟

قیسؓ نے اس کے رخ روشن پر نظریں ڈال کر کہا۔ تم اس بات کو کیوں دریافت

کرتی ہو۔

"میرونہ نے ذرا بگڑنے کی شان سے کہا۔ کیا گناہ ہو گیا اس میں"!

قیسؓ:۔ اوہو آپ بگڑ گئیں!"

میرونہ:۔ مجھے بگڑنے کا کیا حق ہے؟

قیسؓ:۔ خوب میرا ہی جواب مجھے دیا جا رہا ہے!"

میرونہ:۔ یہ آپ کی سمجھ ہے"!

قیسؓ:۔ میری سمجھ!.....

میرونہ نے حیا پردہ نگاہوں سے دیکھ کر کہا۔ اب آپ بگڑیں گے؟"

قیسؓ:۔ میں!..... میں تو بہت بگڑوں۔ مگر کوئی مجھے بگڑنے بھی دے۔

میرونہ بے ساختہ ہنس پڑی۔ ہنسنے سے اس کے چہرے پر اور بھی گلابی رنگ دوڑ گیا اور اس کی صورت نہایت ہی دلکش معلوم ہونے لگی۔ اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ آپ کو کون منع کرتا ہے۔ آپ سو دفعہ بگڑیں۔

قیسؓ نے بھولی صورت بنا کر کہا۔ کس پر بگڑوں۔؟"

میرونہ:۔ جس پر آپ مناسب سمجھیں!"

قیسؓ نے ٹھنڈا سانس بھر کر کہا۔ جس پر میں مناسب سمجھتا ہوں اس پر میری خفگی کا اثر نہیں ہوتا۔

میرونہ:۔ تو پھر بگڑنا بیکار ہے۔

قیسؓ:۔ اس لئے میں بگڑ ہی نہیں سکتا!

میرونہ نے شوخ نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ آپ جس پر بگڑنا چاہتے ہیں پہلے اس سے پوچھ لیا کریں۔

قیسؓ:۔ وہ پوچھنے ہی سے بگڑ جائے تو۔

میرونہ:۔ جب تو بڑی مشکل ہے"۔

قیسؓ:۔ اور اس مشکل ہی کی وجہ سے میں چپ ہوں!"

میرونہ:۔ چپ رہنا ہی اچھا ہے..... مگر وہ ہے کون؟

قیسؓ:۔ کیا بتاؤں؟ اب میں!

میرونہ:۔ پھر بگڑ گئی۔ اس نے کہا۔ میری بات کا تو آپ جواب دیتے ہی نہیں!"

قیسؓ نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ میں سخت حیران ہوں کہ قدرت نے آپ کو کیسا نازک طبع بنایا ہے۔

میرونہ:۔ نازک طبع!

قیسؓ:۔ جی ہاں! گھڑی بھر میں بگڑ جاتی ہو اور گھڑی بھر میں خوش ہو جاتی ہو۔

میرونہ:۔ میں بگڑنا جانتی ہی نہیں!

قیسؓ:۔ ٹھیک ہے وہ تو مجھ پر ہی ناخوشی کے تیر برسائے جاتے ہیں۔

میرونہ:۔ یہ بھی غلط ہے۔ میں آپ سے ناخوش کیوں ہو سکتی ہوں۔

قیسؓ:۔ یہ نعمہ خود میری سمجھ میں نہیں آیا ہے!

میرونہ:۔ میں کب ناخوش ہوئی ہوں آپ سے۔

قیسؓ:۔ کبھی نہیں!

میرونہ:۔ پھر مجھ پر الزام کیوں لگاتے ہو!"

قیسؓ:۔ اگر خفا نہ ہو تو عرض کروں۔

میرونہ:۔ پھر وہی۔ خفا کیوں ہونے لگی میں!

قیسؓ:۔ اور آپ خوش ہی کب ہوئی ہیں مجھ سے۔

میرونہ:۔ مگر آپ ہی کہہ رہے تھے کہ میں آپ سے کبھی ناخوش نہیں ہوئی!"

قیسؓ:۔ اور کیا کہتا!

میرونہ:۔ جو کچھ کہنا چاہتے تھے!"

قیسؓ:۔ صاف گوئی میں ہی تو تمہارے بگڑنے کا اندیشہ رہتا ہے۔

میرونہ:۔ ٹھیک ہے میری بات کا جواب آپ نہ دیں اور بگڑنے کا الزام مجھ پر لگا دیں۔ اچھا اب تو میں تمہارے بس میں ہوں جو جی چاہے کہہ لو مگر.... کبھی تم میرے بس میں آ گئے!.... (مسکرا کر) تب تمہیں سیدھا بناؤں گی۔

قیسؓ:۔ میں!.... شوخ حسینہ! میں تو اب بھی تیرے بس ہی میں ہوں۔ اسی لئے تو مجھ پر ستم ہو رہے ہیں۔

میرونہ:۔ اگر میرے بس میں ہوتے تو کیا میری بات کا جواب نہ دیتے۔

قیسؓ:۔ یہ میری مجال کہاں ہے کہ میں جواب نہ دوں۔

میرونہ:۔ اچھا..... اب مجھے جھٹلانے بھی لگے ہو تم!

قیسؓ:۔ بخدا! نہیں میں تمہیں جھٹلاتا نہیں ہوں۔ نہ اتنی میری مجال ہے۔

میرونہ:۔ اچھا آپ نے کب بتایا کہ آپ کا خیمہ کہاں ہے۔

قیسؓ:۔ اور آپ نے یہ کب بتایا کہ آپ یہ کیوں دریافت کر رہی ہیں۔

میرونہ:۔ میری بات کا جواب دے کہ آپ دریافت کرتے!"

قیسؓ:۔ گویا آپ بتا دیتیں!

میرونہ:۔ کیوں نہ بتاتی!

قیسؓ:۔ جب تو مجھ سے بھی غلطی ہوئی!

میرونہ:۔ اب بتا دیجئے!

قیسؓ:۔ سراپردہ کے قریب ہی ہے!"

میرونہ:۔ اور وہیں میرے خیمے بھی نصب ہوں گے!"

قیسؓ:۔ اگر آپ پسند کریں تب!

میرونہ نے مسکرا کر کہا۔ بس معاف کیجئے!

قیسؓ:۔ حیران ہو کر اسے دیکھنے لگے۔ انھوں نے کہا۔ کیا آپ اس طرح خیمے نصب کرانا نہیں چاہتیں؟"

میرونہ:۔ نہیں!

قیسؓ:۔ کیوں!

میرونہ:۔ اس لئے کہ آپ ہر وقت روٹھتے منتے رہیں گے!"

قیسؓ نے اس کے حسین چہرہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ میں! میں روٹھتا منتا رہوں گا۔ کس پر روٹھوں گا اور کون مجھے منائے گا!"

میرونہ:۔ جس پر آپ ناراض ہو رہے ہیں!"

قیسؓ:۔ میں ناراض ہونے کا حق رکھتا!

میرونہ:۔ تب کیا ہوتا!

قیسؓ:۔ اب میں خوشامد کر رہا ہوں۔ جب تم سے خوشامد کراتا!"

میرونہ نے ہنستے ہوئے کہا۔ اچھا یہ ارمان ہے۔

قیسؓ:۔ ہے تو یہی لیکن فضول ہی ہے!"

میرونہ:۔ کیوں فضول ہے۔

قیسؓ:۔ اس لئے کہ آپ مجھ سے بیزار ہیں کہ میرے خیموں کے پاس خیمے بھی رکھنا نہیں چاہتیں۔

میرونہ:۔ اگر تم ایک وعدہ کرو تو ایسا ہو سکتا ہے۔

قیسؓ:۔ کیا وعدہ کروں میں؟

میرونہ:۔ کبھی مجھ سے نہ بگڑو گے!

قیسؓ:۔ میں وعدہ کرتا ہوں۔

میرونہ:۔ اچھا تو آپ جہاں مناسب سمجھیں خیمے نصب کرا دیجئے!"

قیسؓ:۔ اچھا۔ اب یہ بتایئے کہ آپ نے یہ کیوں دریافت کیا تھا کہ میرا خیمہ کہاں ہے۔

میرونہ:۔ بس اب اس ذکر کو رہنے دیجئے!"

قیسؓ:۔ مگر وہ آپ کا وعدہ؟

میرونہ:۔ سارے ہی وعدے ایفا کرنے کے لائق نہیں ہوتے۔

قیسؓ:۔ میرونہ بتا دو۔

یہ فقرہ کچھ ایسے لہجہ میں قیس نے ادا کیا میرونہ کو شوخی چھوڑ کر سنجیدہ بن جانا پڑا۔ اس نے کہا اس لئے کہ میں یہ دریافت کرنا چاہتی تھی کہ آپ رُخ کس طرف ہے۔

قیسؓ:۔ یہ تو میں بھی سمجھ گیا تھا!

میرونہ:۔ اور آپ کیا سمجھنا چاہتے ہیں۔

قیسؓ:۔ اس سے آپ کا منشا کیا تھا؟

میرونہ:۔ یہی کہ میرا خیمہ بھی آپ کے خیمہ کے پاس ہی رہے۔

قیسؓ:۔ اس کے چہرہ کی طرف برابر دیکھ رہا تھا۔ اس نے کہا۔ اور یہ آپ کس لئے چاہتی تھیں؟"

میرونہ نے شرما کر سر جھکاتے ہوئے شرمیلے لہجہ میں کہا۔ اس لئے کہ اگر کبھی میری طبیعت پریشان ہو تو آپ سے ہی باتیں کر لیا کروں!"

قیسؓ:۔ مجھ سے.....

میرونہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ کیوں... کیا آپ انسان نہیں ہیں!"

قیسؓ:۔ انسان تو اور بھی بہت سے ہیں!"

میرونہ:۔ مگر وہ ناآشنا ہیں! میں انھیں نہیں جانتی، مجھے نہیں جانتے

قیسؓ:۔ لیکن تمہاری سہیلیاں ہیں۔

میرونہ:۔ اب لگے آپ بال کی کھال نکالنے ایسی باتوں سے میرا جی الجھتا ہے۔

قیسؓ:۔ اگر تم سچ سچ کہدو تو میں کچھ بھی دریافت نہ کروں۔

میرونہ بھر بگڑ گئی۔ اس نے غصہ کی شان سے کہا۔ گویا میں جھوٹ بولتی ہوں۔

قیسؓ نے عاجزی کے لہجہ میں کہا۔ بُت ہے پھر تمہیں معلوم نہیں کہ تمہاری خفگی میرے ساتھ کیا سلوک کرتی ہے۔

میرونہ:۔ مگر تم خفا ہونے کی بات ہی کیوں کہتے ہو؟

قیسؓ:۔ میں تو نہیں کہتا!

میرونہ:۔ تو گویا مجھے جنون ہے۔

قیسؓ:۔ آخر کس طرح آپ سے باتیں کروں؟

میرونہ:۔ جس طرح کر رہے ہو۔

قیسؓ:۔ اس طرح آپ ناخوش ہو جاتی ہیں۔"

میرونہ:۔ تو اس طرح نہ کرو۔"

قیسؓ:۔ پھر کس طرح کروں!"

میرونہ:۔ جو کچھ آپ کو دریافت کرنا ہے صاف صاف دریافت کرو!"

قیسؓ:۔ مجھے تمہاری خفگی کا بھی اندیشہ ہے۔

میرونہ:۔ اچھا اندیشہ نہ کرو!"

قیسؓ:۔ تو یہ بتایئے کیا آپ.....

میرونہ قیسؓ کی طرف دیکھ رہی تھی اور قیس اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ اس نے کہا۔ پھر خاموش ہو گئے آپ؟ قیس نے کہا ہمت نہیں پڑتی ہے شہزادی۔

میرونہ:۔ اچھا جب ہمت اجازت دے تب کہہ دینا!"

اب یہ سرا پردے کے قریب پہونچ گئے تھے۔ اس کے ایک طرف قیس کا لشکر فروکش ہوا تھا۔ خیمے نصب کر دیئے گئے تھے۔ قیس سب سے پہلے اپنے خیمے پر پہنچے ان کا خیمہ سرا پردہ کے بالکل قریب ہی تھا اور ان کے خیمہ کی پشت پر آٹھ دس خیمے اس طرح نصب کئے گئے تھے کہ وہ سرا پردہ میں بھی داخل تھے اور اس سے باہر بھی تھے۔ مطلب یہ تھا کہ ان خیموں میں رہنے والے جب چاہیں سرا پردہ میں داخل ہو جائیں۔ اور جب اس طرف کا پردہ گرا دیں تو اس سے الگ ہو جائیں قیس نے کہا۔ یہ خیمہ میرا ہے اور اس کے دوسری طرف آپ کے اور آپ کی سہیلیوں کے خیمے نصب ہیں۔ اگر آپ کو ان میں ترمیم و تنسیخ کرانی ہو یا کسی خیمہ کو کسی اور طرف نصب کرانا ہو تو فرما دیجئے۔

"میرونہ نے کہا۔ نہیں بالکل ٹھیک ہیں۔ میں اسی طرح چاہتی تھی۔

قیس:۔ آپ کے تمام خیموں میں قالینوں کا فرش کروا دیا گیا ہے اور کرسیاں، میز، کرسیاں ڈلوا دی گئی ہیں۔

میرونہ نے مسکرا کر کہا۔ آپ کی اس عنایت کا شکریہ! اچھا اب اجازت چاہتی ہوں۔ یہ کہتے ہی وہ جواب کا انتظار کئے بغیر چلی گئی۔ اس کے پیچھے اس کی سہیلیاں بھی ایک ایک کر کے روانہ ہو گئیں۔ قیس اسے کھڑے دیکھتے رہ گئے انھیں خیال تھا کہ میرونہ خیموں کے پاس جا کر اس کی طرف دیکھے گی مگر ان کی یہ آرزو بھی اس وقت ٹوٹ گئی جب وہ ایک خیمہ میں داخل ہو گئی۔ قیس نے ٹھنڈا سانس لیا اور اپنے خیمے میں جا کر کمبل کے فرش پر بیٹھ کر غم و فکر کے بھنور میں غوطے کھانے لگے۔

نواں باب

جوشِ انتقام

جریر کو یانس اور اس کے سپاہیوں کے غیر شریفانہ طرزِ عمل پر بڑا غصہ آ رہا تھا۔ لیکن وہ خود ہی جانتا تھا کہ اس کا زبان سے کچھ کہنا موت کو دعوت دینا ہے۔ اس لئے وہ چپ تھا اور بے رحم سپاہیوں کے ہاتھوں میں مجرم کی حیثیت سے گرفتار ہو ان کے ساتھ چلا جا رہا تھا۔ ابل قسطاس اور فرساط بھی اس کے ساتھ چل رہے تھے ان میں اتنی جرأت و ہمت نہ تھی کہ وہ زیتون کو جبراً لے جانے پر صدائے احتجاج بلند کرتے سب چپ تھے اور اس بے عزتی کو خون کے گھونٹ پی پی کر برداشت کر رہے تھے۔ شیطان سیرت سپاہیوں نے انھیں ایک کھلے ہوئے میدان میں گرجے کے سامنے جا ٹھہرایا اور ان کے گرد اس لئے پہرہ لگا دیا کہ وہ یا ان میں سے کوئی ایک بھی وہاں سے کہیں جانے نہ پائے۔ اگرچہ قلعہ کا دروازہ بند تھا اور وہ قلعہ سے باہر کہیں بھی نہ جا سکتے تھے۔ مگر انھیں خوف تھا کہ کہیں وہ لوگ جوش و طیش میں آ کر بغاوت نہ کر دیں۔

حالانکہ یہ بھی ان کی غلط فہمی تھی۔ اگر انھیں غیرت آتی یا جوش آتا تو اس وقت جب زیتون کو ان کے سامنے سے زبردستی لے جایا گیا تھا یا اگر اس وقت خاموش رہے تھے تو اس وقت غصہ آتا جب جریر کو سپاہیوں نے زدوکوب کیا تھا۔ لیکن ان میں جوش و غیرت تھی ہی نہیں۔ جب بادشاہی میں یہ دونوں چیزیں نہ تھیں تو رعایا میں کہاں سے آتیں۔ جریر کو بھی اس لئے غم و غصہ تھا کہ زیتون اس کی بیٹی تھی اور اس سے بیحد محبت تھی۔ جب وہ لوگ ٹھہرائے یا نظر بند کئے

گئے تو آفتاب غروب ہونے کے قریب پہنچ گیا تھا۔ ان میں سے چند لوگوں نے سپاہیوں سے کہا کہ بادشاہ سے کہہ کر ہمیں چند چھولداریاں دلوادی جائیں تاکہ رات کو سردی سے بچوں کو نقصان نہ پہونچے۔ سپاہیوں کو کچھ رحم آگیا اور انھوں نے ساٹھ ستر چھولداریاں لادیں۔

ان بے کس لوگوں نے چھولداریاں کھڑی کیں اور عورتوں اور بچوں کو ان کے اندر بٹھادیا۔ چند لوگ اجازت لے کر بازار گئے اور کھانے کا سامان لائے عورتیں کھانا تیار کرنے لگیں۔ مرد ایک جگہ بیٹھ کر صورت حال پر غور کرنے لگے۔ جریر ابھی تک رو رہا تھا لوگ اسے تسلی دیتے تھے اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب اور تیزی سے امڈا آتا تھا۔ لوگوں کو اس پر بڑا ترس آرہا تھا وہ چاہتے تھے کہ وہ رونا بند کردے مگر اس کے آنسو رکتے ہی نہ تھے۔

جب کھانا تیار ہوگیا تو لوگوں نے سب سے پہلے اس کی تواضع کی اس نے افسوس بھرے لہجہ میں کہا۔ آج میری بیٹی کو جبراً لیجا کر اور مجھے زدوکوب کر کے اس بادشاہ نے میری بے عزتی کی ہے۔ جس کے بزرگوں کی ہمیشہ میرے بزرگوں نے مدد کی تھی۔ جس کے طفیل سے یہ سلطنت آج تک قائم ہے۔ مجھے اس قدر غم ہے کہ میرا دل خون ہو کر بہہ گیا ہے۔ میری نگاہوں میں دنیا اندھیر ہوگئی ہے۔ سوچو! اس قدر بے عزتی کے بعد کھانا کیسے کھالوں۔ ایک شخص نے کہا۔ مگر بغیر کھائے ہوئے انسان کب تک زندہ رہ سکتا ہے۔

جریر:۔ مگر مجھے زندگی کی آرزو ہی کب ہے؟

وہی شخص:۔ مگر آپ کو زندہ رہنا چاہیئے۔

جریر:۔ کیوں؟

وہی شخص:۔ انتقام کے لئے۔

جریر کی آنکھوں سے پردہ سا ہٹ گیا۔ آنسوؤں کا سیلاب جو تلیاں دینے سے رکا تھا اب دل میں انتقام کی آگ پیدا ہونے سے خشک ہوگیا۔ ہں نے کہا بیشک میں زندہ رہوں گا۔ اور ضرور زندہ رہوں گا ایک تو اس لئے کہ اپنی ناز آفریں بیٹی کو اس کے پنجۂ ستم سے رہائی دلاؤں دوسرے اس لئے کہ اس ظالم سفاک اور بدکار سے اپنے خاندانی بے عزتی کا انتقام لوں۔ ایک اور شخص نے کہا۔ ہمیں خوف ہوگیا ہے کہ کہیں ہماری تمام لڑکیاں فاتح مہذب لڑکے نہ چھین لیں۔

جریر:۔ کچھ عجب نہیں ہے۔ ابھی تو بادشاہ نے ہم پر ہاتھ صاف کیا ہے اب اسکے بدکار لشکر روز آکر ہماری لڑکیوں میں سے جسے پسند کریں گے لے جائیں گے۔

ایک بڈھے نے کہا یہ ہونے والا ہے وہ سمجھتے ہیں کہ ہم ان کے بس میں ہیں اور اس لئے وہ سب کچھ کر سکتے ہیں۔

جریر:۔ ہم میں سے کسی کی بھی آبرو محفوظ نہیں ہے۔

ایک نوجوان نے جوش میں آکر کہا۔ مگر ہم کبھی انہیں ایسا نہ کرنے دیں گے!!!

جریر نے طعنہ کے طور پر قہقہہ لگا کر کہا۔ تم میں غیرت و حمیت ہی کہاں ہے۔

نوجوان نے اکڑ کر کہا۔ کیوں نہیں ہے۔؟

جریر:۔ میرے نوجوان اگر ہم میں شرم و غیرت ہوتی تو وہ کبھی ہمارے سامنے سے زیتون کو نہ لے جاتے۔ مجھے مارنا تو کیا میری طرف دیکھنے کی بھی جرأت نہ کرتے۔

بڈھا:۔ آپ بالکل صحیح فرما رہے ہیں!

نوجوان:۔ نہیں۔ ہم میں جوش و غیرت تو ہے لیکن اتفاق نہیں ہے!!!

جریر:۔ یہ بات تم نے بالکل سچ کہی اور اسی لئے احوال ہے کہ وہ ہماری تمام لڑکیوں کو لے جائیں گے۔

بڈھا:۔ افسوس! ہم یہاں ان حسن کے ڈاکوؤں میں کیوں آئے!

جریر:۔ بڑی غلطی کی!

نوجوان:۔ ہمیں متفق ہو کر صدائے احتجاج بلند کرنی چاہیئے!

جریر:۔ کچھ فائدہ نہ ہوگا اگر ہم اب جوش و خروش دکھاویں گے تو سپاہی بھی یہی کہیں گے کہ یہ وہی بزدل ہیں۔ بوقت کچھ نہ بولے جب ان کی ایک لڑکی چھینی گئی تھی۔ اور اس لئے وہ ہمیں قتل کرنے پر لے آویں گے۔

نوجوان:۔ پھر کیا کرنا چاہیئے؟

جریر:۔ پہلے اس بات کا حلف اٹھاؤ کہ ہر بات میں سب متفق رہو گے۔"

بڈھا:۔ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں آپ۔ ہر خاندان کے بڑے آدمی کو بلا لو!"

چنانچہ کئی آدمی اٹھ کر گئے اور سو سوا سو آدمیوں کو بلا لائے۔ جب وہ سب آکر بیٹھ گئے۔ تب جریر نے ان سے کہا۔ میں نے اس لئے آپ کو بلایا ہے کہ آج میرے ساتھ جو سلوک ہوا وہ آپ نے دیکھ لیا۔ دنیا میں بادشاہ رعایا کی حفاظت کیلئے ہوتا ہے۔ مگر ہمارا بادشاہ ہماری آبرو ریزی کرنے کے لئے ہے۔ یہ بھی خوب جان لو کہ آج جو کچھ میرے ساتھ ہوا وہی کل تمہارے ساتھ بھی ہوگا۔ میری لڑکی کو بادشاہ چھین کر لے گیا ہے۔ تمہاری لڑکیاں اس کے مشیر اور فوجی افسران لے جاویں گے اور چونکہ آج ہم خاموش رہے ہیں اس لئے ان کے حوصلے بڑھ گئے ہیں۔ بنا بریں میں یہ چاہتا ہوں کہ سب حلف اٹھاؤ کہ متفق ہو کر ان ڈاکوؤں کا مقابلہ کرو گے۔

سب نے کہا۔ ہم قسم کھاتے ہیں کہ سب مل کر مقابلہ کریں گے۔ ایک ادھیڑ عمر کے شخص نے کہا۔ ہم نے بڑی غلطی کی جو ان بھیڑیوں میں آکر پھنس گئے ان سے اچھے تو سلطان ہی تھے۔"

جریر:۔ تم نے بالکل سچ کہا۔ سلطان ہماری عورتوں کو کچھ نہ کہتے بلکہ اگر ہم انہیں جزیہ دینے پر تیار ہو جاتے تو وہ اور بھی ہماری حفاظت کرتے۔

بڈھا:۔ اگر تم سچ پوچھو تو میرا یہ مشورہ ہے کہ مسلمانوں سے مصالحت کر لی جائے۔

جریر:۔ مگر ہم تو خود ہی آکر قلعہ میں قید ہو گئے اب مسلمانوں کے پاس کس طرح جا سکتے ہیں

بڈھا:۔ صبح ہی سے قلعہ کے اندر پھیل جاؤ اور یہ دیکھو کوئی ہمارا شناسا تو قلعہ سے باہر نہیں جاتا اگر ایسا ہو تو اس کے ساتھ خود بھی باہر جانے کی کوشش کرو اور باہر نکل کر مسلمانوں کے پاس جا کر صلح کر لو اور انہیں حملہ کرنے کی ترغیب دو۔ اور اگر خود نہ جا سکو تو اسی کو پیام بر بنا کر بھیجو۔

سب نے بڈھے کی بات کی تائید کی۔ جریر نے کہا۔ اگر تم اس بات کی اجازت دو تو میں کوشش کروں کہ قلعہ سے باہر جا کر مسلمانوں سے صلح کر لوں؟ سب نے کہا ہماری طرف سے اجازت ہے۔"

جریر:۔ اچھا تو میں کوشش کروں گا۔

بڈھا:۔ ضرور کیجئے اور جہاں تک ممکن ہو انہیں جلد حملہ کرنے کی ترغیب دیجئے۔

جریر:۔ میرا سینہ آتش انتقام سے پھٹ رہا ہے۔ میں انہیں اپنے ساتھ ہی لانے کی کوشش کروں گا۔

بڈھا:۔ خداوند تمہاری مدد کریں!

جریر:۔ اگر کسی بھائی کو کچھ اختلاف ہو تو وہ کہہ دے۔

نوجوان:۔ کسی کو کوئی اختلاف نہیں ہے ان عیسائیوں سے مسلمان ہزار درجہ بہتر ہیں۔

جریر:۔ بس تو اب میں صبح ہوتے ہی کوشش شروع کر دوں گا۔

بڈھا:۔ دیکھو بھائیو! جو باتیں ہم میں طے ہو گئی ہیں انہیں کسی کے سامنے اپنی زبان سے نہ نکالنا۔

سب نے کہا۔ ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا!"

جریر:۔ اگر میں چند مسلمانوں کو یہاں لانے میں کامیاب ہو گیا تو کیا آپ ان کے ساتھ مل کر جنگ شروع کر دیں گے؟"

سب یک زبان ہو کر بولے بلا کسی پس و پیش کے ہم ان کے ساتھ ہوں گے۔

بڈھا:۔ اچھا اب کھانا کھا کر آرام کرو۔

سب اٹھ اٹھ کر چلے گئے۔ اور جو لوگ جریر کے ساتھ پہلے سے بیٹھے تھے وہیں بیٹھے رہ گئے ان کے چلے جانے کے بعد ان سب لوگوں نے کھانا کھایا اور پھولداریوں کے سامنے فرش بچھا کر اس پر لیٹ گئے۔ اور نیند کا انتظار کرنے لگے۔

دسواں باب

اقرارِ محبت

قیسؓ جب عشاء کی نماز پڑھ کر آئے تو انھوں نے شہزادی میرونہ کو اپنے خیمے کے سامنے بیٹھے ہوئے دیکھا ان کے سامنے الاؤ میں موٹی موٹی لکڑیاں جل رہی تھیں اور انکی روشنی ہر طرف پھیل رہی تھی۔ میرونہ قیسؓ کو دیکھ کر مسکرائی قیسؓ اس کے قریب جا بیٹھے انھوں نے دریافت کیا۔ کہئے کیسے تکلیف کی اس وقت؟ میرونہ یا تو مسکرا رہی تھی یا کچھ برہم ہو گئی اس نے ترشروئی کے لہجہ میں کہا۔ کیا میرا آنا ناگوار گذرا آپ کو؟

قیسؓ نے اس کے چہرہ کی طرف دیکھا آگ کی لپٹوں کی روشنی اس کے صاف آئینہ جیسے چہرہ میں چمک پیدا کر رہی تھی۔ اس نے کہا۔ شہزادی آخر تم میری بات سن کر ناخوش کیوں ہو جاتی ہو؟

میرونہ:۔ آپ باتیں ہی کچھ عجیب کرتے ہیں!"

قیسؓ نے آزردہ ہوتے ہوئے کہا۔ افسوس یہ ہے کہ میں واقف ہی نہیں ہوں کہ

لڑکیوں سے گفتگو کس طرح کی جاتی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ نہ میرے کوئی بہن ہے جس سے گفتگو کرنے کا اتفاق ہوتا اور یہ معلوم ہو جاتا کہ صنف نازک سے کس طرح گفتگو کی جاتی ہے۔ نہ کبھی کسی لڑکی سے باتیں کرنے کا اتفاق ہوا اس لئے شہزادی میری غلطیوں اور لغزشوں کو معاف کر دیا کرو۔ بگڑا نہ کرو! خدا کی قسم تمہارے بگڑنے سے میری جان پر بن جاتی ہے۔

انھیں آزردہ دیکھ کر میرونہ کو کچھ رحم آگیا۔ اس نے کہا۔ افسوس! تم اب تک بھی نہیں سمجھے"۔ قیسؓ نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔ دیکھتے رہے اس انتظار میں رہے کہ وہ اپنا فقرہ پورا کرے۔ مگر وہ خاموش ہو گئی۔

قیسؓ نے دریافت کیا۔ کیا نہیں سمجھا میں؟

میرونہ:۔ یہی کہ میں تم سے ناخوش ہو جاتی ہوں!"

قیسؓ:۔ نہیں میں مطلق نہیں سمجھا۔ کاش سمجھ جاتا!

میرونہ:۔ اگر میں تم سے ناخوش ہوتی تو کیوں تمہارے پاس آتی!"

قیسؓ:۔ اور اگر خوش ہوتیں تو کیا بات بات پر مجھ سے خفا ہو جاتیں۔

میرونہ:۔ مگر میں خفا کب ہوتی ہوں۔

قیسؓ:۔ آہ یہ نہ پوچھو کہ تم خفا کب نہیں ہو! بے مہر!" میرونہ تم نے میرے سکون کی دنیا کو تاراج کر ڈالا ہے جب تک میں نے تمہیں نہ دیکھا تھا اس وقت تک نہایت خوشی سے زندگی بسر ہو رہی تھی اور جب سے تمہیں دیکھا ہے میری عجیب حالت ہو گئی ہے۔

میرونہ:۔ کیا کیفیت ہو گئی ہے۔

قیسؓ:۔ اب اگر میں بیان کروں گا تو تم پھر خفا ہو جاؤ گی!"

میرونہ:۔ خفا ہونے کی بات ہی نہ کہو!"

قیسؓ:۔ میں پچھتا رہا ہوں کہ کیوں تمہیں یہاں تک لایا!"

میرونہ پھر بگڑ گئی۔ اس نے کہا۔ اب نکال دو۔ اسی وقت!"

قیسؓ:۔ نکال دوں اور تمہیں؟ اچھا سنو میرونہ میں خود نکل جاؤں گا۔ آج رات کو کسی وقت نکل جاؤں گا اور کبھی تمہیں اپنی صورت نہ دکھاؤں گا۔

میرونہ کچھ بے چین ہو گئی۔ اس نے بے قرار ہو کر قیس کو دیکھا۔ قیسؓ اس وقت سخت آزردہ ہو رہے تھے اور ان کے چہرہ سے یہ بات ٹپک رہی تھی کہ جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں کر کے رہیں گے۔ میرونہ نے شیریں لہجہ میں کہا کیوں آپ کیوں چلے جائیں گے۔

قیسؓ:۔ اس لئے کہ میں تمہیں ناخوش کر دیتا ہوں جس سے تمہیں بھی رنج ہوتا ہے اور مجھے بھی تکلیف ہوتی ہے۔ جب میں یہاں سے چلا جاؤں گا تو تمہیں ناخوش کرنے کے لئے یہاں کوئی نہ رہے گا۔"

میرونہ:۔ اور آؤ گے کب؟

قیسؓ:۔ کبھی نہیں۔

میرونہ:۔ کیا فائدہ ہوگا اس سے؟

قیسؓ:۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ تم کسی طرح سے خوش رہو!

میرونہ نے محبت بھری نظروں سے قیسؓ کو دیکھ کر کہا اور تم.....؟

قیسؓ:۔ میں!..... میں جیسا بھی رہوں۔ ظالم!۔

میرے ناشاد رہنے سے اگر تو شاد رہتی ہے
تو میں ناشاد ہی اچھا مجھے ناشاد رہنے دے

میرونہ:۔ بھولے عرب! حقیقت میں تم کچھ بھی نہیں جانتے۔

قیسؓ:۔ میں اجڈ سپاہی ہوں صرف لڑنا جانتا ہوں۔ شاید خدا نے مجھے لڑنے کیلئے ہی پیدا کیا ہے۔

میرونہ:۔ مگر تمہاری صورت خدا نے ایسی کیوں بنائی۔"

قیسؓ:۔ اب اس میں میرا کیا بس تھا۔ جیسا اس نے چاہا بنا دیا!

میرونہ بے اختیار قہقہہ لگا کر ہنس پڑی۔ قیسؓ کو بڑا رنج ہوا وہ سمجھے کہ میرونہ اس کا مذاق اڑا رہی ہے۔ انھوں نے لمبا ٹھنڈا سانس بھر کر کہا۔ ہنس لو خوب جی بھر کر ہنس لو اور ہنستا جب میں چلا جاؤں گا۔ اس وقت جی بھر کر ہنسنا! میرونہ نے انکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر کہا۔ مگر میں تمہیں جانے ہی کیوں دوں گی۔ قیسؓ اس بت پرفن کے چہرہ کی طرف دیکھنے لگے۔

"میرونہ نے کہا۔ میں تمہیں کبھی یہاں سے نہ جانے دوں گی۔"

قیسؓ:۔ رات کو تم مجھے روکنے کے لئے کہاں آؤ گی۔"

میرونہ:۔ میں تمہارے خیمہ کے دروازہ پر کھڑی ہو کر ساری رات پہرہ دوں گی۔"

قیسؓ:۔ مذاق نہ کرو شہزادی"!

میرونہ:۔ خدا کی قسم سچ کہہ رہی ہوں!"

قیسؓ حیران رہ گئے۔ انھوں نے کہا سچ کہہ رہی ہو..... لیکن کیوں تم میرے لئے اتنی تکلیف اٹھاؤ گی؟

میرونہ نے بے ساختگی کے انداز سے کہا۔ اس لئے کہ میں تم سے محبت کرتی ہوں یہ کہتے ہی اس نے شرما کر اپنا بانکا سر جھکا لیا۔ قیسؓ انتہائی حیرت بھری نگاہوں سے اس کی طرف دیکھتے رہ گئے دیر تک دیکھتے رہے کچھ دیر کے بعد بولے۔

محبت ہے..... تمہیں مجھ سے محبت ہے۔ لولو! میرونہ لولو! ایک دفعہ اور ان الفاظ کو دہرا دو۔ کہو میرونہ کہو"۔

کہہ کر انھوں نے اس کی نازک اور حسین ٹھوڑی پکڑ کر اوپر اٹھائی۔ اس کا چاند سا چہرہ آہستہ آہستہ اوپر اٹھا اور دلفریب نگاہیں قیسؓ کے چہرہ پر پڑیں۔ مگر نازک لب نہ کھلے اور نغمہ زا آواز نہ نکلی۔ قیسؓ نے محبت بھری نظروں سے دیکھ کر کہا۔ میری روح کو

خوش کرنے کے لئے ایک دفعہ اور کہدو ..... میرونہ ..... میری مسرت کی دنیا۔ ہاں کہدو تم مجھ سے محبت کرتی ہو۔ میرونہ نے رُک رُک کر کہا۔ ہاں..... میں تم سے... محبت کرتی ہوں۔

قیسؓ نے جوش مسرت سے بیخود ہو کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور اسے آہستہ آہستہ اپنے سینہ کی طرف اٹھایا لیکن ابھی سینے تک پہونچا بھی نہ تھا کہ چھوڑ دیا۔ میرونہ کو سخت حیرت ہوئی۔ اس نے تعجب خیز نگاہوں سے اسے دیکھا۔ قیس نے کہا۔ میرونہ معاف کرنا!"

میرونہ نے اس کے شانہ پر اپنا نازک سر رکھدیا اور کہا۔ معاف!..... کیا۔ معاف کروں تم کس قدر بھولے ہو۔ آہ! جو بات تمہیں کہنا چاہئے تھی یا جس بات کو میں تمہاری زبان سے سُننا چاہتی تھی اُسے تم نے مجھ سے کہلایا۔ میں نے کہدیا..... مجبور ہو کر! قیس ابھی میں بے حیا بن گئی ہوں۔ میں پھر کہتی ہوں مجھے تم سے محبت ہے بے حد محبت ہے آہ! اگر تم یہاں سے چلے گئے تو میں بھی چلی جاؤں گی اور پھر پہاڑ پر چڑھ کر چٹان کے اوپر سے کود پڑوں گی!"

قیسؓ نے آہستہ آہستہ اس کا نازک سر اپنے شانے سے ہٹاتے ہوئے کہا اطمینان رکھو اب میں کہیں نہ جاؤں گا..... میرونہ نے اس کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا نہیں چلو! قیس ایسی جگہ چلو۔ جہاں ہماری تنہائی میں مخل ہونے والا کوئی بھی نہ ہو۔

قیسؓ۔ وہاں جاکر کیا کریں گے ہم!

میرونہ۔ محبت کی ہیںگیں بڑھائیں گے۔ آمنے سامنے بیٹھ کر ایک دوسرے کی صورت دیکھا کریں گے!

قیسؓ۔ ایسی زندگی اچھی نہیں ہے میرونہ!

میرونہ۔ نہیں قیسؓ! محبت کی دنیا میں رہیں گے۔ محبت کی آغوش میں جھولا جھولینگے

قیسؓ کچھ کہنا چاہتے تھے۔ کچھ شور ہوا دونوں کان لگا کر سننے لگے۔ لیکن کچھ سمجھ میں

نہ آیا کہ کیسا شور ہے کون غل مچا رہا ہے۔ قیس نے کہا۔ اگر تم اجازت دو تو میں دیکھوں کہ یہ کیسا شور ہے؟

میرونہ۔ نہیں تم نہ جاؤ اور بہت سے سلمان چلے گئے ہوں گے!"

قیسؓ۔ مجھے اندیشہ ہے عیسائیوں نے شبخون نہ مارا ہو۔

میرونہ۔ یاس کو یہ جرأت کبھی نہیں ہو سکتی وہ بزدل بادشاہ ہے اس کے علاوہ ابتدائی رات میں کون بے وقوف شب خون مارے گا۔

اب شور بند ہو گیا۔ قیسؓ نے کہا۔ شاید کوئی جانور آگیا ہوگا۔"

میرونہ۔ ایسا ہی معلوم ہوتا ہے!

قیسؓ۔ میرونہ! جب تمہیں مجھ سے محبت تھی تو تم نے مجھے اس قدر کیوں ستایا

میرونہ۔ کہاں ستایا میں مصنوعی طور پر تم سے روٹھتی تھی اور روٹھ کر خود ہی من جاتی تھی۔ چاہتی تھی تم اظہار محبت کرو مگر .....

وہ قیس کو دیکھ کر شرمیلے انداز میں مسکرانے لگی!"

قیسؓ نے کہا۔ تمہارے رعب حسن سے مجھے جرأت ہی نہ ہوئی کہ میں اظہار محبت کروں اور چونکہ تم بات بات پر بگڑ جاتی تھیں اسلئے اور بھی ہمت ٹوٹ جاتی تھی۔

میرونہ۔ اور میں بگڑتی ہی اس لئے تھی کہ تم محبت کا اظہار کرتے کرتے بات کا پہلو بدل دیتے تھے۔

قیسؓ نے مسکراتے ہوئے کہا بات یہ ہے کہ میں اس کوچے سے ناواقف تھا۔

میرونہ۔ اچھا! اب ایک اقرار کرو!"

قیس نے اس کے چاند سے چہرہ کو دیکھتے ہوئے کہا کیا!

میرونہ۔ میرے سوائے کبھی کسی سے محبت نہ کروگے!"

قیسؓ۔ اقرار کرتا ہوں سوائے تمہارے کبھی کسی سے محبت نہ کروں گا۔"

میرونہ:۔ بس اب مجھے اطمینان ہو گیا!

قیس:۔ مگر تم بھی تو اقرار کرو۔"

میرونہ:۔ میں؟ میں بخلف کہتی ہوں کہ تمہارے سوائے کبھی کسی سے محبت نہ کرونگی

قیسؓ:۔ مگر تم تو چلی جاؤ گی میرونہ!

میرونہ نے جوش میں آکر کہا۔ ہرگز نہ جاؤں گی!"

اس وقت ایک اعرابی آکر قیس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ اس نے کہا۔ آپ کو سپہ سالار یاد کر رہے ہیں۔

قیسؓ:۔ اس وقت کیا ضرورت پیش آگئی میری؟

اعرابی:۔ وہاں چل کر معلوم ہو جائے گا!

قیسؓ:۔ اچھا تم چلو! میں ابھی آیا!"

اعرابی چلا گیا۔ قیسؓ نے میرونہ سے کہا۔ اب تم اپنے خیمے میں جا کر آرام کرو میں سپہ سالار کے پاس ہو آؤں۔

میرونہ:۔ شوق سے ہو آؤ۔ میں یہیں بیٹھی تمہارا انتظار کروں گی!

قیسؓ:۔ نہیں یہاں نہ بیٹھو۔ یہ جگہ تمہارے بیٹھنے کے قابل نہیں ہے۔

میرونہ:۔ میں خاک نشینوں میں آکر خاک نشین ہی بن گئی ہوں۔

قیسؓ:۔ دیکھو! سردی زیادہ بڑھ گئی ہے۔ ایسا ہی ہے تو خیمے کے اندر چلی جاؤ

میرونہ:۔ ہاں یہ منظور ہے۔

میرونہ خیمہ کے اندر چلی گئی اور قیسؓ اٹھ کر سپہ سالار کے خیمہ کی طرف روانہ ہوئے۔

گیارہواں باب

فریب کار حسینہ

قیسؓ چلے۔ اس وقت وہ خوش تھے اس لئے خوشی تھی کہ شہزادی میرونہ نے ان سے اظہار محبت کیا تھا۔ یہ معمولی بات نہ تھی وہ عجمی بادشاہ کی حسین بیٹی تھی۔ مذہباً عیسائی ایک عیسائی دوشیزہ کا ایک عرب سے محبت کرنا تعجب کی بات تھی۔ عربی لشکر کے خیمے قطار در قطار دور تک پھیلے ہوئے تھے۔ ہر خیمہ کے سامنے آگ روشن ہو رہی تھی بعض جگہ مسلمان آگ کے الاؤ کے گرد بیٹھے باتیں کر رہے تھے کوئی خیمہ کے اندر بیٹھا قرآن شریف یاد کر رہا تھا۔ کوئی نماز پڑھ رہا تھا کوئی کسی کے پاس جا رہا تھا اور کوئی کسی کے پاس سے آرہا تھا یہ چپ چاپ بڑھے چلے گئے۔ اور عیاضؓ کے خیمے پر پہونچے۔ عیاضؓ بھی خیمہ سے باہر آگ کے سامنے کمبل پر بیٹھے تھے اور بہت سے مسلمان ان کے گرد حلقہ قائم کئے بیٹھے تھے۔ ان کے سامنے ایک عیسائی حسینہ بیٹھی تھی نہایت خوبصورت تھی۔ آگ کے شعلوں میں اس کی صورت چمک رہی تھی۔ جب قیس نے جا کر سلام کیا تو سب نے ان کی طرف دیکھا ناز آفریں لڑکی نے بھی نظریں اٹھا کر دیکھا اور وہ دیکھتی رہ گئی۔

عیاضؓ نے کہا۔ قیسؓ آؤ! معاف کرنا میں نے بے وقت تمہیں تکلیف دی۔ مگر ضرورت ہی ایسی لاحق ہو گئی تھی۔"

قیسؓ:۔ ایک طرف مگر ایسی جگہ بیٹھے جس سے عیاضؓ کی طرف بھی رخ رہا اور پری جمال دوشیزہ کی طرف بھی۔ قیسؓ نے کہا۔ مجھے تکلیف نہیں ہوئی ابھی میں سونے کے لئے تیار بھی نہ ہوا تھا۔ فرمائیے کیا حکم ہے؟

عیاضؓ:۔ شہزادی میرونہ کے خیمے نصب ہو گئے!

قیسؓ:۔ جی ہاں۔

عیاضؓ:۔ کیا سرا پردہ کے قریب ہیں؟

قیسؓ:۔ اسی حلقہ میں ہیں!"

اب عیاضؓ نے عیسائی دوشیزہ کی طرف اشارہ کر کے کہا! یہ لڑکی قسطاس کی رہنے والی ہے۔ وہاں سے تھاج آ رہی تھی۔ چند بدمعاشوں نے اس کا پیچھا کیا یہ بھاگ کر اسلامی لشکر میں آ گئی۔ اس کا نام زیتون ہے اسے بھی اپنے ساتھ لے جاؤ۔ اور شہزادی یا اس کی سہیلیوں کے پاس ٹھہراؤ۔

جس وقت عیاضؓ نے لڑکی کی طرف اشارہ کیا تھا اس وقت قیسؓ کی نگاہیں اس کی طرف اٹھ گئی تھیں وہ پہلے ہی سے ان کی جانب دیکھ رہی تھی دونوں کی نگاہیں چار ہوئیں۔ یہ لڑکی زیتون ہی تھی۔ جریر کی بیٹی وہی زیتون جسے یانس نے شہزادی میرونہ کو فریب دے کر لانے کے لئے بھیجا تھا۔ وہ یانس کے کہنے کے بموجب اس کے رسالہ کے چند سواروں کے ساتھ قلعہ سے باہر نکلی اور اسلامی لشکر کے قریب پہنچ کر گھوڑا دوڑا کر کیمپ کے قریب آئی اور شور مچا دیا۔

اس کی آواز سن کر فوراً مسلمان دوڑ پڑے۔ شاہی سوار واپس لوٹ گئے اور مسلمان اس لڑکی کو عیاضؓ کے پاس لے آئے جس شور کو قیسؓ اور میرونہ نے سنا تھا وہ زیتون شاہی سواروں اور مسلمانوں کا تھا۔ عیاضؓ کے دریافت کرنے پر زیتون نے بتایا تھا کہ وہ قسطاس کی رہنے والی ہے اس کا باپ تھاج میں ہے اپنے باپ کے پاس جا رہی تھی کہ راستہ میں چند بدمعاش مل گئے اور اس کے پیچھے دوڑے وہ قلعہ کی طرف بھاگی۔ مگر دروازہ بند تھا اس لئے ان سے بچنے کے لئے اسلامی لشکر کی طرف بھاگ آئی۔ چونکہ مسلمان خود سچ بولتے ہیں اس لئے وہ سمجھتے ہیں کہ ساری دنیا سچ بولتی زیتون نے ان سے جو کچھ کہا۔ انھوں نے اسے سچ باور کر لیا۔ زیتون قیسؓ

کی طرف برابر دیکھے جا رہی تھی۔ قیسؓ نے کہا۔ لیکن یہ تنہا کیوں قسطاس سے آئی؟

عیاضؓ:۔ میں نے اس سے یہ دریافت نہیں کیا!"

قیسؓ:۔ اگر مناسب معلوم ہو تو اب دریافت کر لیجئے!

عیاضؓ:۔ تم خود ہی پوچھ لو"!

قیسؓ:۔ بہتر ہے!

اب قیسؓ زیتون کی طرف مخاطب ہوئے انھوں نے کہا۔ تم متمول گھرانے کی لڑکی معلوم ہوتی ہو۔ تنہا کیوں چل پڑی تھیں؟

زیتون نے شیریں لہجہ میں کہا۔ میں تنہا نہیں چلی تھی بلکہ میرے ساتھ آٹھ دس سوار تھے لیکن وہ پیچھے رہ گئے تھے اور میں آگے بڑھ آئی تھی!"

قیسؓ:۔ ایسی غلطی کیوں کی تھی تم نے؟

زیتون:۔ محض حماقت کی وجہ سے اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

قیسؓ:۔ لیکن تمہاری پوشاک اور تمہارا چہرہ دونوں صاف تھے مگر وہ نہایت چالاک اور سمجھدار تھی۔ فوراً ہی بولی۔ میں نے غبار سے بچنے کے لئے لبادہ پر زغل اور چہرہ پر نقاب ڈال لی تھی اور یہ دونوں چیزیں بھاگ دوڑ میں گر گئیں اس لئے میری پوشاک اور میرے چہرے پر گرد کا نشان بھی نہیں ہے۔

یہ جواب معقول تھا۔ عیاضؓ نے قیسؓ سے کہا۔ کیا آپ کو کچھ شبہ پیدا ہو گیا ہے۔ قیسؓ نے کہا۔ جی ہاں! لبادہ اور زیورات دونوں دیکھنے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ دن چھپنے سے کچھ ہی دیر پہلے پہنے گئے ہیں!"

عیاضؓ نے مسکرا کر کہا۔ شک نہ کرو قیسؓ! یہ کمسن لڑکیاں چالاکی کیا جانیں۔

قیسؓ:۔ ممکن ہے کہ میں ہی غلطی پر ہوں!

زیتون نے مسکرا کر کہا۔ میں اپنے کپڑوں کو بہت صاف رکھتی ہوں۔ زیورات

بیش قیمت جواہرات کے ہیں۔ جن پر گرد کا اثر نہیں ہوتا۔ لیکن ان باتوں کو چھوڑ دیجئے اور یہ سوچئے کہ میں اسلامی لشکر میں کیوں آئی۔ کیا ضرورت تھی مجھے اگر آپ مجھ پر احسان کریں تو مجھے قلعہ کے دروازے تک پہونچا دیں۔

قیسؓ نے اس سیم تن کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اگر تم کہو تو میں تمہیں قلعہ تک پہنچا سکتا ہوں۔" زیتون کو خوف ہوا کہ کہیں سپہ سالار بھی اس کی رائے سے اتفاق کر کے اسے اسی وقت قلعہ کی طرف روانہ نہ کر دے اسلئے اس نے جلدی سے کہا۔ رات کے وقت قلعہ کا دروازہ کون کھولے گا اگر میں چلی جاؤں گی بھی تب بھی میری آواز فصیل تک نہ جائے گی اور آپ آواز دیں گے تو آپ کو مسلمان سمجھ کر کبھی دروازہ نہ کھولیں گے۔

عیاضؓ۔ یہ سچ کہہ رہی ہے۔ اسے رات کے وقت بھیجنا مناسب نہیں ہے۔ تم اپنے ساتھ لے جا کر شہزادی کے سپرد کر دو۔ صبح دیکھا جائے گا۔

قیسؓ۔ بہتر ہے۔

عیاضؓ۔ بس تو لے جاؤ۔ کہیں اس کے جانے سے پہلے شہزادی سو نہ جائے۔"

قیسؓ نے بہت اچھا کہا اور اٹھے۔ زیتون بھی اٹھی۔ قیسؓ نے کہا۔ آؤ زیتون۔ زیتون اُن کے ساتھ چلی۔ قیسؓ آگے آگے اور زیتون پیچھے پیچھے چلنے لگی۔ لیکن تھوڑی ہی دور چل کر زیتون ان کے برابر میں آگئی اور اس نے ایک ادائے دلربانہ سے قیس کو دیکھ کر کہا۔ آپ کو کیا شک پیدا ہو گیا تھا؟"

قیسؓ نے اس کے عارض گلگوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ یہ جنگ کا زمانہ ہے ہر شخص کو احتیاط کرنا پڑتی ہے۔

زیتون۔ مگر میں اطمینان دلاتی ہوں کہ جو کچھ میں نے کہا وہ بالکل سچ ہے!"

قیسؓ۔ جب تو میں نے فضول شک کیا! میں اس شک کرنیکی معافی چاہتا ہوں

زیتون۔ تم عرب نہایت سچے اور صاف دل ہوتے ہو۔

قیسؓ۔ ہمارا ظاہر اور باطن یکساں ہوتا ہے۔

زیتون۔ یہی بات ہے۔ آپ کا کیا نام ہے۔

قیسؓ نے زیتون کی طرف دیکھا۔ زیتون کی نگاہیں اس کے چہرہ کی طرف لگی ہوئی تھیں۔ انھوں نے کہا۔ کیا تم نے ہمارا نام نہیں سُنا؟ تمہارے سامنے ہمارے سپہ سالار نے میرا نام لیا تھا؟

زیتون نے مسکرا کر کہا۔ کچھ یاد نہیں رہا۔"

قیسؓ۔ میرا نام قیس ہے!

زیتون۔ خوب نام ہے آپ کا!

قیسؓ خاموش ہو گئے۔ وہ باتیں کرنا نہ چاہتے تھے اور زیتون باتیں کرنا چاہتی تھی۔ اس نے کہا۔ خاموش ہو گئے آپ تو؟"

قیسؓ۔ اب میں اس کا کیا جواب دیتا!"

زیتون۔ کیا آپ بھی لڑا کرتے ہیں؟

قیسؓ۔ کیوں نہیں مسلمان کا بچہ بچہ لڑتا ہے۔

زیتون۔ آپ کی ماتحتی میں کتنا لشکر ہے؟"

قیسؓ۔ ایک ہزار!"

زیتون۔ آپ نے شہزادی کو دیکھا ہے؟"

قیسؓ۔ دیکھا ہے۔ ان کا خیمہ میرے خیمہ کے قریب ہی ہے!"

یہ سن کر زیتون کے دل پر کچھ چوٹ لگی۔ اب وہ خاموش ہو گئی اور چپ ہو کر قیسؓ کے ساتھ چلتی رہی۔ تھوڑی ہی دیر میں دونوں قیسؓ کے خیمہ پر پہنچ گئے۔ خیمہ کے باہر ابھی تک آگ روشن ہو رہی تھی۔ قیسؓ خیمہ کے اندر داخل ہوئے۔ خیمہ کے اندر موم بتیاں جل رہی تھیں اور ان کی روشنی اچھی خاصی پھیل

رہی تھی۔ شہزادی میرونہ کمبل کے اوپر بے تکلفی سے لیٹی ہوئی تھی۔ میرونہ کے لئے اس کے خیمہ میں قالینوں کا فرش تھا۔ کوچیں تھیں کرسیاں تھیں لیکن وہ ان تمام چیزوں کو چھوڑ کر کمبل کے سخت فرش پر زمین کے اوپر ایسے ہی آرام سے پڑی تھی جیسے کوچ پر پڑی ہو۔

وہ قیسؓ کو دیکھ کر کچھ مسکرا کر رہ گئی اٹھی نہیں جس طرح سے پڑی تھی پڑی رہی۔ قیسؓ بڑھے۔ اس کے قریب جا بیٹھے زیتون ایک طرف کھڑی ہو کر کچھ عجیب نگاہوں سے کبھی میرونہ کو اور کبھی قیسؓ کو دیکھنے لگی۔

میرونہ نے اب تک زیتون کو نہیں دیکھا تھا اس کی نظر قیسؓ کی طرف تھی۔ اس نے کہا۔ کہو ہو آئے؟

قیسؓ نے جواب دیا۔ جی ہاں!

میرونہ:۔ کیا بات تھی۔

قیسؓ:۔ ایک لڑکی جس کا نام زیتون ہے قسطاس سے آ رہی تھی راستہ میں اسے بدمعاشوں نے پریشان کرنا شروع کر دیا۔ وہ اسلامی لشکر میں بھاگ آئی۔ امیر نے اسے آپ کے پاس بھیجا ہے۔

میرونہ:۔ کہاں ہے۔

قیسؓ نے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ یہ کیا کھڑی ہے۔"؟

اب میرونہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اس نے زیتون کو دیکھا۔ زیتون نے اسے جھک کر سلام کیا۔ اس نے کہا۔ نہایت حسین لڑکی ہے۔ آ بیٹھ جا زیتون!"

زیتون کا چہرہ کچھ تمتما رہا تھا۔ وہ خاموشی سے میرونہ کے سامنے بیٹھ گئی میرونہ نے کہا۔ زیتون تو تنہا کیوں سفر کر رہی تھی؟

زیتون نے مختصر طور پر وہی فرضی داستان سنائی جو وہ قیس کے جواب میں

امیر عیاض کے سامنے بیان کر چکی تھی۔ میرونہ نے کہا۔ اچھا ہوا تو یہاں آ گئی۔ مسلمان نہایت شریف ہیں۔ تجھے تکلیف نہ ہونے دیں گے۔

زیتون نے کہا بیشک شریف ہیں لیکن ناقدر شناس ہیں!"

میرونہ:۔ کیسے سمجھا تو نے۔

زیتون:۔ آپ شہزادی ہیں۔ لیکن آپ کے لئے بھی کمبل کا ہی فرش ہے نہ قالین ہیں نہ کرسیاں۔

میرونہ:۔ سب کچھ ہے۔"

زیتون نے حیرت سے اِدھر اُدھر دیکھ کر کہا۔ مگر مجھے تو کچھ بھی نظر نہیں آتا۔

میرونہ نے مسکرا کر کہا۔ یہ خیمہ میرا نہیں ہے"!

زیتون اور کس کا ہے؟

میرونہ:۔ ان کا جو تمہیں اپنے ساتھ لائے ہیں!"

زیتون:۔ اور آپ اس خیمہ میں کیوں ہیں۔

میرونہ:۔ جس وقت یہ یہاں سے گئے تھے۔ میں ان سے باتیں کر رہی تھی انکے واپس آنے کے انتظار میں بیٹھی رہ گئی۔ آؤ تمہیں اپنے خیمہ میں لے چلوں۔

یہ کہتے ہی شہزادی اٹھی۔ زیتون بھی کھڑی ہو گئی۔ شہزادی نے قیس کو دیکھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔ اچھا شب بخیر قیسؓ۔

اب یہ دونوں چلیں اور خیمہ سے باہر نکل گئیں۔ قیسؓ کچھ دیر بیٹھے رہے۔ جب زیادہ رات گزر گئی تو اٹھے کمبل لیا اوڑھ کر سو رہے۔

بارہواں باب

آغاز فریب

میرونہ زیتون کو ساتھ لے کر اپنے خیمہ پر آئی۔ اس کا خیمہ ہر طرح سے آراستہ اور شہزادی کے رہنے کے قابل تھا۔ دونوں ہی کوچ پر بیٹھ گئیں۔ زیتون نے کہا۔ آپ کے ساتھ مسلمانوں نے کوئی سختی تو نہیں کی؟ میرونہ نے کہا۔ بالکل نہیں شریف قوم ہے۔ عورتوں کی بڑی عزت کرتے ہیں۔ نہایت پرہیزگار اور خدا ترس لوگ ہیں۔ اور ان کی عورتیں مردوں سے بھی زیادہ خلیق ہیں۔ مجھے مسلمانوں پر رشک آتا ہے۔ ایک ہماری قوم ہے جو عورتوں کی عزت نہیں سمجھتی۔ نہ خلیق ہے نہ پرہیزگار ہے۔ عیش و عشرت میں ڈوبی ہوئی ہے۔

زیتون:۔ یہی بات ہے۔ لیکن سب سے زیادہ خلیق قیس رضؓ معلوم ہوتے ہیں!"

میرونہ نے جوش میں آکر کہا۔ قیس رضؓ انسان نہیں فرشتہ ہے۔ نہایت نیک کم سخن اور سیدھا سادہ سا نوجوان ہے۔

زیتون میرونہ کے چہرہ کی طرف دیکھ رہی تھی۔ قیس کا نام سنتے ہی اس کی صورت چمک اٹھی تھی۔ آنکھوں میں دلکش روشنی پھوٹ رہی تھی۔ زیتون اس کی صورت دیکھ کر کچھ افسردہ ہو گئی۔ لیکن میرونہ کے چپ ہوتے ہی اس نے کہا۔ اور خوبصورت بھی ہیں۔

میرونہ:۔ ہاں! لیکن ان میں مذہبی جوش زیادہ ہے۔"

زیتون:۔ مجھے تو سارے مسلمان ہی مذہب کے دیوانے نظر آتے ہیں۔"

میرونہ:۔ حقیقت یہی ہے۔ یہ لوگ رات دن عبادت کرتے۔ مل کر نماز پڑھتے ہیں آپس میں حقیقی بھائی سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔ ان سب کے پاس کافی دولت ہے۔ لیکن نہایت سادہ طریقہ پر رہتے ہیں ایک ادنیٰ سپاہی سے لے کر اعلیٰ افسر تک ایک ہی

قسم کا لباس پہنتے ہیں۔

زیتون:۔ اور عورتیں؟

میرونہ:۔ عورتیں بھی نہایت سادہ لباس پہنتی ہیں۔ بہت کم زیورات استعمال کرتی ہیں لیکن نماز وہ بھی پڑھتی ہیں اور پابندی کے ساتھ پڑھتی ہیں۔ ہر وقت لڑائی کے تذکرے کرتی رہتی ہیں۔ لڑائی کی باتیں سن سن کر جوش میں آجاتی ہیں یوں تو وہ نہایت بھولی خلیق اور ہمدرد ہیں مگر انھیں دھوکہ دینا آسان نہیں ہے۔

زیتون:۔ خدا کی شان ہے۔ یہی عرب غیر معروف تھے انھیں کوئی جانتا بھی نہ تھا۔ آپس ہی میں کٹتے مرتے رہتے تھے۔ غیر مہذب اور پورے وحشی تھے لیکن مسلمان ہو کر انسان بن گئے گویا کایا ہی پلٹ گئی۔

میرونہ:۔ دراصل ان میں شرافت کا جوہر تھا۔ مگر زنگ خوردہ ہو رہا تھا ان کے نبی (حضرت محمدؐ) نے انھیں انسان اور خدا پرست بنا دیا اور ان کی قوم کو ایسا مضبوط کر دیا کہ کوئی قوم بھی انھیں شکست نہیں دے سکتی۔

زیتون:۔ یہی بات ہے..... شہزادی صاحبہ! یہ تو فرمائیے آپ قیس سے کیا باتیں کرنے گئی تھیں۔؟

میرونہ:۔ کچھ بھی نہیں بیٹھے بیٹھے جی گھبرانے لگا تھا۔ وہاں چلی گئی تھی!"

زیتون نے ذرا تیز نظروں سے دیکھ کر کہا۔ لیکن سنا ہے آپ کے ساتھ آپ کی سہیلیاں بھی ہیں ان سہیلیوں کو کیوں نہ بلا لیا۔؟

میرونہ:۔ دراصل ہم قیس رضؓ کی حفاظت میں ہیں۔ اس لئے انھیں خوش رکھنا پڑتا ہے۔

زیتون:۔ مگر سنا ہے۔ مسلمان غیر عورتوں کو دیکھنا گناہ سمجھتے ہیں!"

میرونہ:۔ یہ بالکل صحیح ہے تم نے دیکھا ہوگا کہ مسلمان تمہاری طرف آنکھ اٹھا کر

بھی نہ دیکھتے ہوں گے۔

زیتون:۔ میں نے اس بات کا اندازہ کیا تھا!"

میرونہ:۔ وہ کہتے ہیں کہ خدا اور خدا کے رسولؐ نے انہیں منع کر دیا ہے کہ غیر عورت کو نہ دیکھیں۔

زیتون:۔ مگر قیسؓ تمہیں کیوں دیکھتے ہیں۔

میرونہ:۔ کہاں دیکھتے ہیں۔ جب میں ان سے باتیں کرنے لگتی ہوں تب وہ دیکھنے لگتے ہیں ورنہ نظریں نیچی کئے کھڑے یا بیٹھے رہتے ہیں۔

زیتون:۔ مگر آپ ان سے باتیں کیوں کرتی ہیں!"

میرونہ:۔ اس کی وجہ میں پہلے بیان کر چکی ہوں!

زیتون:۔ اگر حضور خفا نہ ہوں تو کچھ عرض کروں؟

میرونہ:۔ بے دھڑک ہو کر کہو!

زیتون:۔ جو وجہ آپ نے بیان کی ہے۔ وہ معقول نہیں ہے۔"

میرونہ نے زیتون کی طرف دیکھ کر کہا۔ کیوں؟

زیتون:۔ اس لئے کہ جو بے تکلفی آپ میں اور قیسؓ میں ہو گئی ہے وہ محض انہیں خوش رکھنے کے لئے نہیں ہو سکتی۔

میرونہ:۔ اور کس وجہ سے ہو سکتی ہے؟

زیتون:۔ دیکھئے۔ جب میں آئی ہوں تو آپ کمبل پر لیٹی ہوئی تھیں۔ آپ قیسؓ کو دیکھ کر اٹھی نہیں۔ بلکہ برابر لیٹی رہیں۔ ایک غیر شخص کے سامنے کوئی عیسائی لڑکی اس طرح نہیں لیٹ سکتی۔

میرونہ:۔ چونکہ وہ نیک ہیں.....

زیتون نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔ نیکی کا بہانہ نہ کرو!

میرونہ:۔ اور؟

زیتون:۔ جو اصل بات ہے وہ کہو!

میرونہ:۔ اصل بات کیا ہے؟

زیتون:۔ میں ہی بتاؤں۔

میرونہ:۔ ہاں! تم ہی بتاؤ!

زیتون:۔ تم ان سے محبت کرتی ہو!"

میرونہ چپ ہو گئی۔ زیتون نے کہا۔ ہے نہ یہی بات؟ میرونہ نے کہا۔ بات دراصل یہی ہے۔ تم نے دیکھا ہو گا۔ قیسؓ محبت کرنے ہی کے قابل ہیں۔

زیتون:۔ بے شک۔ مگر قیسؓ بھی تم سے محبت کرتے ہیں!"

میرونہ:۔ بہت زیادہ۔ مگر اس قدر شرمیلے ہیں کہ اظہار محبت ہی نہ کر سکے!

تمہارے لئے کھانا منگواؤں۔ زیتون نے کہا۔ میں کھانا کھا چکی ہوں۔

میرونہ:۔ اچھا تو اب آرام کرو!

زیتون:۔ مجھے ایک بات آپ سے کہنی ہے۔

میرونہ:۔ کیا؟

زیتون:۔ آپ کے والد پہاڑ کے ایک درّہ میں ٹھہرے ہوئے.....

میرونہ نے تعجب سے قطع کلام کرتے ہوئے زیتون کو دیکھتے ہوئے کہا۔ میرے والد!..... کیوں ٹھہرے ہوئے ہیں؟

زیتون:۔ انہیں تمہاری گرفتاری کی خبر ہو گئی تھی!

میرونہ:۔ اور مجھے رہائی دلانے کے لئے آئے ہیں؟

زیتون:۔ ہاں۔ لیکن.....

میرونہ اس کے چہرے کی طرف دیکھ رہی تھی اس نے دریافت کیا۔ لیکن کیا؟

زیتون :۔ وہ گھوڑے سے گر گئے۔ اور ان کے خفیف سی چوٹ آگئی۔

میرونہ گھبرا گئی۔ اس نے غمزدہ لہجہ میں کہا اوخدا! یہ میں کیا سن رہی ہوں!

زیتون :۔ میں اپنے سپاہیوں کے ساتھ آرہی تھی کہ ان سے ملاقات ہوگئی انھوں نے مجھے مجبور کیا کہ میں تمہیں ان کی حالت سے خبردار کردوں چنانچہ میں یہاں آگئی

میرونہ نے شکورانہ نظروں سے اُسے دیکھ کر کہا۔ تمہارا شکریہ! زیتون تم بڑی نیک ہو۔"

زیتون :۔ میں ان کی درخواست کو رد نہ کر سکی اور ان کا پیغام تم تک پہنچانے کے لئے خود کو خطرہ میں ڈال کر یہاں بھاگ آئی!

میرونہ :۔ تم نے بڑی مہربانی کی۔ میں تمہیں اس کا صلہ دوں گی۔"

زیتون :۔ صلہ کی ضرورت نہیں ہے۔ انھوں نے کہا ہے کہ وہ کسی طرح ایک نظر مجھے آکر دیکھ جائے۔

میرونہ :۔ میں ضرور چلوں گی۔

زیتون :۔ مگر قیسیؓ کی محبت آپ کو کیوں جانے دے گی۔

میرونہ :۔ میں قیسیؓ کو بھی اپنے ساتھ لے جاؤں گی۔ اور ان سے مل کر انھیں سب کچھ سمجھا کر واپس چلی آؤں گی۔

زیتون :۔ کہیں ایسا غضب نہ کرنا کہ قیسیؓ کو ساتھ لے جاؤ یہ مسلمان مذہب اور قومی حقوق کو سب سے بڑھکر سمجھتے ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم اپنے والد کا تذکرہ قیسیؓ سے کرو اور وہ انھیں جاکر گرفتار کرلیں۔

میرونہ کے ساتھ یہ واقعہ پیش آچکا تھا کہ قیسیؓ اسے اپنے ساتھ لائے تھے اور انھوں نے کہہ دیا تھا کہ وہ خود اسے رہا نہیں کر سکتے۔ اس نے کہا۔ یہ تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ پھر کیا کروں؟"

زیتون :۔ تم قید ہو یا نظر بند!"

میرونہ :۔ نہ قید ہوں نہ نظر بند ہوں۔

زیتون نے حیرت سے میرونہ کو دیکھ کر کہا۔ یہ کیوں؟

میرونہ :۔ محض قیسیؓ کی مہربانی سے!

زیتون :۔ اگر تم لشکر سے باہر جانا چاہو تو تمہیں کوئی روکے گا تو نہیں؟

میرونہ :۔ بالکل نہیں!"

زیتون :۔ بس تو اب کچھ مشکل نہیں ہے تم میرے ساتھ شام کے وقت سیر کے بہانہ سے چلو اور اپنے والد سے مل کر چلی آؤ!"

میرونہ :۔ ٹھیک تدبیر بتائی تم نے!

زیتون :۔ تمہارے والد نے یہ بھی کہلا بھیجا تھا کہ وہ فکر نہ کرے میرے خفیف چوٹ آئی ہے۔ اور ایک دو روز میں اچھا ہوجاؤں گا۔

میرونہ :۔ مگر وہ قلعہ تھاج میں کیوں نہ چلے گئے۔

زیتون :۔ میں نے ان سے یہ دریافت نہیں کیا۔

میرونہ :۔ اور صبح ہی کیوں نہ چلیں۔"

زیتون :۔ ممکن ہے اس وقت مسلمان حوائج ضروری سے فارغ ہونے کیلئے اِدھر اُدھر جارہے ہوں اور ان میں سے کوئی ہمارے پیچھے لگ جائے!

میرونہ :۔ ٹھیک ہے!"

زیتون :۔ اچھا! اب آرام کیجئے۔ رات زیادہ آگئی ہے۔

میرونہ :۔ تم دوسری کوچ پر پڑ جاؤ!"

زیتون دوسری کوچ پر جا پڑی اور میرونہ اسی کوچ پر پڑ گئی۔ چونکہ اس نے اپنے والد کے گھوڑے سے گرنے اور چوٹ آجانے کی خبر سُنی تھی اس لئے اسے نیند نہ

آئی۔ اور وہ کروٹیں بدلنے لگی۔

تیرہواں باب

ظالم و مظلوم

جریر اور اس کے ساتھ آنے والے سردی کے موسم میں آسمان کے سایہ میں پڑے سو رہے تھے۔ انھیں چھولداریاں اس قدر کم دی گئی تھیں کہ وہ عورتوں اور بچوں کے لئے بھی اچھی طرح کافی نہ ہوئیں۔ ان میں کچھ لوگ تو اوسط طبقہ کے تھے لیکن زیادہ تر متمول تھے۔ اور وہ اپنے وطن قسطاس اور فرساط میں محلات چھوڑ کر آئے تھے اگرچہ آج وہ کچھ نئے نہ آئے تھے پہلے بھی چند مرتبہ آ چکے تھے اور تھاج والے ان کی کافی عزت کرتے تھے۔ مگر اس مرتبہ انھیں کسی نے بھی نہ پوچھا اور وہ عام آدمی کی طرح نہایت بے قدری سے ایک میدان میں جو گرجہ کے سامنے پڑا تھا ٹھہرا دیئے گئے تھے اس کی وجہ یہ تھی کہ پہلے جب وہ آتے تھے تو حکومت وقت ان کی عزت کرتی تھی اور اس لئے ہر شخص ان کا احترام کرتا تھا مگر اس موقعہ پر بادشاہ نے ان کی عزت نہ کی۔ بلکہ اجڈ اور وحشی سپاہیوں نے جریر کو مارا پیٹا۔ اسلئے کسی نے بھی ان کا احترام نہ کیا نہ ان کی بات پوچھی۔ ان لوگوں نے جوں توں کر کے رات کاٹی۔ جب صبح ہوئی تو وہ اٹھے اور ضروریات سے فراغت کرنے چلے گئے ان کے گرد سپاہیوں کا اب بھی پہرہ تھا۔ جو خیموں میں پڑے آرام سے سو رہے تھے۔ جو سپاہی جاگ رہے تھے وہ خیموں سے باہر آ گئے تھے۔ اور ان لوگوں کی تلاشی لینے کے بعد کہیں جانے دیتے تھے ان کا یہ خیال تھا کہ کہیں یہ لوگ ہتھیار چھپا کر نہ لے جائیں اور بغاوت نہ کر دیں جب سب لوگ ضروریات سے فارغ ہو کر آئے تو

انھوں نے دو یا تین آدمیوں کو اب تک پڑے سوتے دیکھا۔ کچھ آدمیوں نے انھیں اٹھانا چاہا۔ لیکن وہ نہ اٹھے جب ان کے چہروں سے کمبل علیحدہ کئے گئے تو معلوم ہوا کہ وہ سردی سے اکڑ کر مر چکے ہیں۔ ان سب لوگوں کو ان کے مرنے کا بڑا رنج ہوا۔ رنج کی بات بھی تھی۔ اگر یہ لوگ کسی غیر آباد مقام پر سردی سے اکڑ کر مر جاتے تو کوئی تعجب یا رنج کی بات نہ تھی مگر وہ اس جگہ مرے تھے جہاں ان کی ہی قوم کے لوگ اس قدر موجود تھے کہ اگر وہ چاہتے تو سیکڑوں نہیں ہزاروں انسانوں کے لئے گرم کپڑے مہیا کر سکتے تھے لیکن انھوں نے قومی ہمدردی تو کیا انسانی رواداری سے بھی کام نہ لیا اور بیچارے کمزور لوگ اکڑ اکڑ کر مر گئے ان کے رشتہ داروں کو ان کے مرنے کا بڑا صدمہ ہوا اور وہ چیخ چیخ کر رونے اور حکومت اور بادشاہ کو گالیاں دینے لگے۔ جب سپاہیوں کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو وہ آئے اور ان مردوں کو ان کے رشتہ داروں سے اٹھوا کر لے گئے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ انھیں دفن کرایا یا کہیں پھینکوا دیا کیونکہ تاریخ میں ان بیکسوں کا کچھ بھی تذکرہ نہیں لکھا ہے۔

ان چند آدمیوں کی موت نے قسطاس اور فرساط والوں کے دلوں میں بادشاہ اور سلطنت کی طرف سے اور بھی نفرت و حقارت کے جذبات بھر دیئے اور اب وہ ان کے پورے دشمن ہو گئے۔ جریر اور چند اور لوگ تلاشی دینے کے بعد وہاں سے چلے اور مختلف سڑکوں پر ہو لئے ان سب کا اب صرف ایک ہی مقصود باقی رہ گیا تھا اور وہ مسلمانوں تک صلح کا پیغام پہنچانا اور انھیں قلعہ پر جلد سے جلد حملہ کی ترغیب دینا تھا۔ جریر چکر لگاتا ہوا دوپہر کے بعد قلعہ کے اس دروازہ پر پہونچا۔ جس طرف اسلامی لشکر قلعہ سے باہر فروکش تھا اس نے کوشش کی کہ اسے قلعہ سے باہر جانے دیا جائے لیکن پہرہ والوں نے نہ مانا اور وہ نا امید ہو کر واپس لوٹا ابھی وہ تھوڑی ہی دور چلا تھا کہ اسے مرہف آتا ہوا ملا وہ اس کے قریب گیا

جریر اسے اور وہ جریر کو خوب جانتے تھے۔ جریر نے اسے سلام کیا۔ مرہف کو اس کے آنے کی اطلاع نہ تھی۔ اس نے اسے حیرت سے دیکھتے ہوئے کہا۔ جریر! تم کب آئے؟

جریر نے جواب دیا۔ کل آیا تھا۔

مرہف :۔ مگر مجھ سے نہیں ملے۔

جریر :۔ دوست مرہف! میں مصیبت میں گرفتار ہو گیا ہوں!"

بے اختیار جریر کے آنسو جاری ہو گئے۔ مرہف اس کا دوست تھا اسے اس پر بڑا ترس آیا۔ اس نے کہا رو مت جریر! مجھے بتاؤ۔ کیا مصیبت نازل ہو گئی ہے تم پر؟

جریر نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا تم میری بیٹی کو جانتے ہو!"

مرہف :۔ بہت اچھی طرح!"

جریر :۔ کل اسے تمہارے بے رحم بادشاہ نے زبردستی چھین لیا ہے۔

مرہف کو بڑا افسوس ہوا۔ اس نے کہا۔ اب بادشاہ کی ہوس پرستی حد سے گزر گئی ہے۔"

جریر :۔ جب میں نے مزاحمت کرنی چاہی تو اس کے وحشی سپاہیوں نے مجھے مارا اور وہاں سے ہٹا دیا۔

مرہف :۔ اس قدر بے عزتی! گویا اب شریفوں کی آبرو بالکل ہی خطرہ میں پڑ گئی ہے۔

جریر :۔ ہم مسلمانوں کے خوف سے بادشاہ کے دامن میں پناہ لینے کے لئے آئے تھے مگر پناہ دینے کے بجائے ہمیں ہدف تیر ستم بنا دیا گیا ہے۔

مرہف :۔ مگر تم میرے پاس کیوں نہ آئے؟

جریر :۔ دوست معاف کرنا میں یہ سمجھا تھا کہ حکومت کے تمام پرزے بادشاہ کے اشارہ پر حرکت کرتے ہیں تم بھی بادشاہ کے شریک کار ہو میری فریاد کیا سنو گے۔

مرہف :۔ تم نے غلط سمجھا میں عربی النسل ہوں میرا دادا یہاں آ کر عیسائی ہو گیا تھا ہم عرب ایسی باتوں کو برا سمجھتے ہیں۔ بتاؤ! میں تمہاری کیا مدد کر سکتا ہوں۔

جریر :۔ میری بیٹی مجھے واپس دلا دو۔ عمر بھر تمہارا غلام رہوں گا!

مرہف :۔ تمہاری بیٹی کو بادشاہ سے واپس دلا دینا میری طاقت سے باہر ہے لیکن قدرت خود ایسا انتظام کر رہی ہے جس سے مظلوموں کی دادرسی ہو سکے گی۔

جریر :۔ وہ کیا انتظام ہے؟

مرہف :۔ اگر کسی سے نہ کہو تو بتا دوں۔

جریر :۔ میں کہہ دوں گا؟ جو یہ چاہتا ہے کہ بادشاہ اور یہ ظالم حکومت آج ہی مٹ جائے۔

مرہف :۔ تو سنو! میں مسلمانوں کے پاس بظاہر تو بادشاہ کا پیغام لے کر جا رہا ہوں لیکن میرا منشا یہ ہے کہ مسلمان جلد سے جلد قلعہ پر قابض ہو جائیں۔

جریر :۔ اب میری بات سنئے میرے ساتھ قسطاس اور فرساط سے دو اڑھائی ہزار آدمی آئے ہیں جن میں ڈیڑھ ہزار جوان لڑنے والے ہیں رات ہم نے حلف اٹھایا ہے کہ ہم بادشاہ اور ظالم حکومت کو مٹا کر دم لیں گے۔ میں قلعہ سے باہر مسلمانوں کے پاس ان سے اپنے لئے مصالحت کرنے اور انھیں حملہ کی ترغیب دینے جانا چاہتا تھا مگر پہرہ والوں نے نہ جانے دیا۔

مرہف :۔ مگر تم مسلمانوں کی اطاعت کرنے کے لئے تیار ہو؟

جریر :۔ بالکل! بلکہ اگر وہ کہیں تو ہم مسلمان ہونے پر بھی آمادہ ہیں۔

مرہف :۔ اچھا تو سنو۔ میں مسلمان ہو گیا ہوں اور مسلمانوں کو قلعہ پر قابض

کرا دینے کی فکر میں ہوں۔ میں مسلمانوں سے تمہارا تذکرہ کر کے تمہارے لئے امان حاصل کر لوں گا۔

جریر:۔ آپ کی بڑی عنایت ہوگی۔

مرہف:۔ بادشاہ نے دس مسلمانوں کو مصالحت کی گفتگو کرنے کے لئے بلایا ہے میں دس ہی مسلمانوں کو ساتھ لاؤں گا اور کوشش کروں گا کہ وہ بادشاہ کو قتل کر ڈالیں۔ جس وقت تم دیکھو کہ مسلمانوں نے اسے قتل کر ڈالا ہے تو ان کے طرفدار بن کر لشکر پر حملہ کر دینا۔

جریر:۔ ایسا ہی کریں گے ہم!"

مرہف:۔ اچھا اب تم میرے مکان پر جا کر ٹھہرو اور میری واپسی کا انتظار کرو"

جریر:۔ بہتر ہے!"

مرہف:۔ آگے بڑھ گیا اور جریر واپس لوٹا جب وہ قصر شاہی کے قریب پہنچا تو سامنے سے بادشاہ آتا ہوا نظر آیا۔ وہ گھوڑے پر سوار آگے آگے آرہا تھا۔ اور اس کے پیچھے کسی قدر فاصلہ پر اس کا رسالہ تھا۔ جریر کو اسے دیکھتے ہی غصہ آیا وہ اس کی طرف جھپٹا۔ اس نے جلدی سے اس جگہ ہاتھ ڈالا جہاں وہ خنجر رکھا کرتا تھا مگر خنجر غائب تھا۔ تلاشی لینے والوں نے پہلے ہی اس سے چھین لیا تھا اسے بڑا افسوس ہوا کیونکہ اگر اس وقت اس کے پاس خنجر ہوتا تو یقیناً اس پر حملہ کرتا۔

یانس نے بھی اُسے دیکھا اس نے گھوڑا روک لیا اور جب جریر اس کے پاس آگیا تو اس نے کہا۔ جریر کہاں پھر رہے ہو تم؟ جریر نے کہا۔ حضور کی خدمت میں باریاب ہونے اور اپنی فریاد عرض کرنے آرہا تھا۔"

یانس:۔ فریاد! ہم فریاد سننے کے لئے نہیں ہیں۔ تمہارے ساتھ جو لوگ

آئے ہیں۔ اُن کے پاس کس قدر لڑکیاں اور ہیں۔

جریر:۔ میں نے شمار نہیں کیا ہے!

یانس:۔ جریر! تمہاری لڑکی نہایت خوبصورت بڑی شوخ اور کمال چالاک ہے۔ ہم نے اسے پسند کر لیا ہے۔ اگر شہزادی میرونہ نہ آسکی تو ملکہ وہی بنے گی اور اگر میرونہ آگئی تو پھر بھی وہ نقصان میں نہ رہے گی!

جریر کو اس کی اس بے باکانہ گفتگو پر بڑا غصہ آیا لیکن کیا کر سکتا تھا۔ نہتا تھا اس نے عاجزی کے لہجہ میں کہا۔ حضور وہ ملکہ بننے کے قابل نہیں ہے۔ آپ اسے رہا کر کے مجھ پر رحم کریں!"

یانس قہقہہ لگا کر ہنسا۔ اس نے کہا۔ تم بھی کس قسم کے انسان ہو کہ دولت کو ٹھکراتے ہو؟

جریر:۔ نہ مجھے دولت کی ضرورت ہے اور نہ اسے ملکہ بننے کی آرزو ہے۔

یانس:۔ لیکن میں تو اپنے محل میں رکھنا چاہتا ہوں!

جریر:۔ یہ ظلم ہے حضور!"

یانس کو غصہ آگیا۔ اس نے کڑک کر کہا! ظلم.....

اور کوڑا کھینچ کر جریر کے مارا اتفاق سے وہ بچ گیا۔ ورنہ چمڑے کا کوڑا اسکی کھال اُدھیڑ ڈالتا۔ یانس نے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور بڑھ گیا۔ اس کے بڑھتے ہی اس کا رسالہ بڑھنے لگا۔ جریر نے بلند آواز سے کہا ظالم بادشاہ یاد رکھ تیرا خوفناک انجام قریب ہے!"، شاید اس کی آواز کسی نے سنی ہی نہیں کیونکہ شاہی سواری برطھی چلی گئی۔

جب وہ دور نکل گئے تب جریر بھی غم و غصہ سے پیچ و تاب کھاتا مرہف کے مکان کی طرف روانہ ہوا۔

چودھواں باب

شوق شہادت

مرہف قلعہ سے باہر نکل کر چلا اور اسلامی لشکر میں پہنچ گیا۔ وہ سیدھا عیاضؓ کے خیمہ پر پہنچا۔ عیاضؓ نے بڑے تپاک سے اس کا خیر مقدم کیا وہ ایک طرف بیٹھ گیا۔ اس وقت عیاضؓ کے پاس خالدؓ، مقدادؓ، عمارؓ، سعیدؓ، عروہؓ معاذؓ، سیف بن جعیفہؓ، قیسؓ، ضرارؓ، عبدالرحمٰنؓ، عبداللہؓ، وامسؓ اور چند بہادر تیر دل مجاہدین بیٹھے تھے۔ عیاضؓ نے مرہف سے دریافت کیا۔ کہئے یانس نے کیا جواب دیا۔

مرہف نے کہا۔ وہ میرونہ کی گرفتاری کی خبر سن کر حیران و ششدر رہ گیا فکر کے بھنور میں غوطے کھانے لگا۔ دیر کے بعد سنبھل کر بولا کہ مجھے یہ شرط منظور ہے لیکن اس کا کیا اطمینان ہے کہ وہ قلعہ پر قبضہ کر کے میرونہ کو میرے حوالے کر دینگے؟

عیاضؓ:۔ پھر آپ نے کیا کہا؟

مرہف:۔ یہی کہ مسلمان صادق القول ہوتے ہیں جو وعدہ کرتے ہیں اسے پورا کرتے ہیں۔

عیاضؓ:۔ اس نے کیا جواب دیا؟

مرہف:۔ وہ چاہتا ہے کہ دس آدمی آپ کی طرف سے قلعہ میں جائیں اور قسم کھا کر اسے اس بات کا یقین دلا دیں۔

عیاضؓ:۔ کن آدمیوں کو بلانا چاہتا ہے وہ؟

مرہف:۔ اس نے چند آدمیوں کے نام بتائے ہیں!

عیاضؓ:۔ وہ نام آپ کو یاد ہیں؟

مرہف:۔ جی ہاں یاد ہیں!

عیاضؓ:۔ بتائیے۔

مرہف:۔ خالدؓ، عبدالرحمٰنؓ، ضرارؓ اور دوسرے انھیں کے رتبہ کے لوگ

عیاضؓ نے مسکرا کر کہا۔ اس کا ارادہ مکر و حیلہ کرنے کا ہے مگر وہ نہیں جانتا کہ خدا فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا نہ ان کے کام انجام کو پہنچاتا ہے اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں خود فرماتا ہے۔

ان اللہ لا یصلح عمل المفسدین۔ یعنی خدائے تعالیٰ مفسدوں کے کام نہیں سنوارتا۔

خالدؓ نے کہا۔ یانس مجھے طلب کرتا ہے۔ آپ مجھے جانے کی اجازت دیدیں!"

عیاضؓ:۔ نہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ فریب کار ہے۔ فریب دینا چاہتا ہے۔

ضرارؓ:۔ لیکن خدا نے چاہا تو اس کا فریب خود اس کے ہی اوپر پڑے گا۔

عیاضؓ:۔ یہ سچ ہے۔ مگر میں خود تو غیموں اور مجاہدین کے حلقوں میں چھپا بیٹھا رہوں اور تمہیں دشمنوں کے نرغے میں بھیجدوں مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا۔

عبدالرحمٰنؓ:۔ میرا خیال تو یہ ہے کہ اگر ہم قلعہ کے اندر داخل ہو جائیں تو انشاء اللہ قلعہ فتح کر لیں گے۔

عبداللہ:۔ خدا کی ذات سے یہی توقع ہے۔

قیسؓ:۔ ہم کیا اور ہماری بہادری کیا۔ ہم انسان ہیں اور انسان میں کوئی طاقت کسی کام کے کرنے کی بھی نہیں ہے۔ ہاں جس کی مدد خدا کرتا ہے اس کا ہر کام پورا ہو جاتا ہے۔ چونکہ ہم خدا کی عبادت کرتے ہیں اس لئے وہ ہماری مدد کرتا ہے۔ ہر وقت اسے یاد کرتے ہیں اسی کے بھروسے پر اسی کا نام لیکر اگر ہم قلعہ کے اندر داخل ہو جائینگے تو ضرور اسے فتح کرینگے

عیاضؓ:۔ یہ باتیں سب سچ ہیں مگر آپ نے سن لیا کہ وہ کتنے آدمی بلانا چاہتا ہے۔

خالدؓ:۔ صرف دس!

عیاضؓ:۔ اور قلعہ میں اس کا لشکر کتنا ہے۔

خالدؓ:۔ یہ معلوم نہیں!،،

عیاضؓ نے مرہف کی طرف دیکھ کر کہا۔ یانس کے پاس کتنا لشکر ہے؟

مرہف:۔ پورا بیس ہزار ہے۔

عیاضؓ:۔ اور عام لوگ کس قدر ہیں؟

مرہف:۔ ستر اسی ہزار!

عیاضؓ:۔ سوچو۔ اسی ہزار عام لوگ اور بیس ہزر سپاہی ہیں۔ گویا پورے ایک لاکھ عیسائی قلعہ کے اندر ہیں۔ اب بتاؤ ایک لاکھ کے مقابلے کے لئے میں دس آدمی کیسے بھیج دوں اگر میں ایسا کروں تو قیامت کے روز خدا کو کیا جواب دوں گا!"

حزارؓ:۔ لیکن اگر آپ نے نہ بھیجا۔ تب یانس کیا خیال کرے گا!

عیاضؓ:۔ وہ کچھ خیال کرتا رہے۔ میں دیدہ و دانستہ لوگوں کو ہلاکت میں نہیں ڈال سکتا۔

وامسؓ:۔ ایک کام کیجئے جب ہم قلعہ میں داخل ہو جائیں تو آپ تمام لشکر لیکر قلعہ کے قریب پہنچ جائیے گا۔ اگر اس نے ہمارے ساتھ فریب کیا اور وہاں جنگ شروع ہو گئی تو ہم قلعہ کا دروازہ کھولنے کی کوشش کریں گے یا آپ دروازہ توڑ ڈالنے کی کوشش کریں۔

عیاضؓ:۔ لیکن اگر خدانخواستہ دروازہ کھلنے یا ٹوٹنے تک دشمنوں نے تمہیں نرغہ میں لے لیا۔ تب کیا ہو گا؟

قیسؓ:۔ آپ خوب جانتے ہیں کہ ہم وہ لوگ ہیں جو زندگیوں پر شہادت کی

موت کو ترجیح دیتے ہیں۔ اگر ہم شہید ہو گئے تو اس سے زیادہ اور کیا خوش قسمتی ہو سکتی ہے۔

مقدادؓ:۔ آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ ہم کچھ دم کے بنے ہوئے نہیں ہیں کہ جو کوئی جب اور جس طرف چاہے موڑ لے۔ ہم مسلمان ہیں اور مسلمان آسانی سے نہیں مرا کرتا۔ اگر جنگ شروع بھی ہو گئی تو انشاء اللہ ہم دس آدمی ہی صبح سے شام تک لڑ سکتے ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ ہمیں ان حالات میں کس طرح جنگ کرنا چاہئے۔

عیاضؓ:۔ گویا تم لوگ مجھے مجبور کرنا چاہتے ہو!

حزارؓ:۔ اور وہ بھی اسلامی شان اور مسلمانوں کی بہادری کی شہرت کو برقرار رکھنے کیلئے۔

عمرو بن کربؓ نے کہا اور اگر مجھ سے پوچھئے تو میں عیسائیوں کی کوئی حقیقت ہی نہیں سمجھتا جو قوم عشرت میں ڈوبی ہوئی ہو۔ جس نے مذہب کو چھوڑ دیا ہو لہو و لعب میں مشغول ہو گئی ہو وہ بہادر نہیں ہو سکتی۔ پھر ایسی قوم کے اگر بیس ہزار آدمیوں کے مقابلہ میں صرف ایک مسلمان بھی ہو تو وہ کافی ہے۔ میں تو انھیں ایسی مکھیاں سمجھتا ہوں۔ جو محض بھنبھناہٹ کرنا ہی جانتی ہیں اور جب انھیں ہنکاؤ تو ہنک جاتی ہیں۔

عیاضؓ:۔ اچھا میری طرف سے اجازت ہے۔ خالدؓ! تم نو اور آدمیوں کو منتخب کرو۔"

تمام لوگ یہ سن کر خوش ہو گئے اور خالد کی طرف دیکھنے لگے۔ خالدؓ نے کہا۔ دقت یہ ہے کہ صرف دس..... بلکہ دس بھی کیا نو آدمی منتخب کرنا ہیں اور میرے خیال میں ہر ایک کی یہی خواہش ہے کہ اسے منتخب کیا جائے۔

قیسؓ نے کہا۔ آپ بالکل سچ فرما رہے ہیں۔ ہم میں سے ہر شخص یہی چاہتا ہے لیکن آپ کو اختیار ہے کہ آپ جسے چاہیں منتخب کریں۔

خالدؓ:۔ اچھا میں ایک طرف سے نام لیتا ہوں۔ مقدادؓ، عمارؓ، سعیدؓ، عمرو بن معدیؓ کرب، مسیب بن نجبیہ۔ قیسؓ، حزارؓ، عبدالرحمٰنؓ۔ وامسؓ۔ بس یہ اصحاب تیار ہو جائیں۔

خالدؓ نے ایک طرف سے نام لئے تھے جو شخص منتخب ہوئے وہ تو بہت خوش ہو گئے

"حقیقت یہ ہے کہ مسلمان دنیا سے زیادہ عقبیٰ کو طلب کرتے ہیں۔ بھلا ایسی قوم کا مقابلہ کون سی قوم کر سکتی ہے۔

عیاضؓ:۔ اب یہ بتایئے کہ یہ لوگ کب بھیجے جائیں گے؟"

مرہف:۔ کل میں جاکر بادشاہ کو یہ تمام باتیں بتادوں گا۔ اور ان سے کہدوں گا کہ وہ فریب نہ کرے بلکہ صلح کر لے۔"

عیاضؓ:۔ مگر مجھے اُمید نہیں کہ وہ مان جائے گا۔

مرہف:۔ امید مجھے بھی نہیں ہے۔ اب میں ایک بات عرض کرنا چاہتا ہوں۔

عیاضؓ:۔ کیا؟

مرہف:۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ خدا اسلام اور مسلمانوں کی خود مدد کرتا ہے۔

عیاضؓ:۔ مسلمانوں کا تو ایمان ہی یہی ہے کہ خدا ہی ان کی مدد کرتا ہے لیکن آپ کو کیسے اس کا تجربہ ہوا؟

مرہف:۔ پہلی بات تو یہ کہ میں مسلمان ہوگیا۔ دوسری بات جسے اسلام کا معجزہ کہہ سکتے ہیں یہ ہوئی کہ قسطاس اور فرساط سے کچھ لوگ آپ کے خوف سے بھاگ کر تھاج میں آئے تھے وہ یانس سے ناخوش ہوگئے ہیں اور مسلمان ہونے پر تیار ہیں۔

عیاضؓ:۔ یہ واقعی اسلام کا معجزہ ہے۔

مرہف:۔ انھوں نے میرے ذریعہ سے صلح کا پیغام بھیجا ہے۔

عیاضؓ:۔ ان سے کہدینا کہ وہ ہماری امان میں آگئے ہیں۔ اب کسی مسلمان کی تلوار ان پر نہیں اُٹھ سکتی اور ان سے دشمنوں کا قلع قمع کر دیا جائے گا اور اگر وہ مسلمان ہو گئے تو ہمارے بھائی بن جائیں گے۔

مرہف:۔ یوں تو وہ اڑھائی ہزار ہیں لیکن ان میں صرف ڈیڑھ ہزار لڑنے والے ہیں اگر یانس نے دغابازی کر کے جنگ شروع کر دی تو وہ سب لوگ مسلمانوں کا ساتھ دینگے۔"

جو انتخاب میں نہ آسکے انھیں بڑا رنج ہوا اور انھوں نے آزردہ خاطر ہو کر اپنے سر جھکالئے۔ خالدؓ نے انھیں افسردہ دیکھ کر کہا۔ بھائیو! میں نے خاص خاص لوگوں کے نام نہیں لئے ہیں بلکہ ایک طرف سے چن لئے ہیں اور اس لئے میں نے کسی کو شکایت کا موقعہ نہیں دیا ہے۔

نعمانؓ نے کہا۔ ہم شکایت بھی نہیں کر رہے ہیں البتہ اپنے ان بھائیوں کی قسمت پر رشک کر رہے ہیں جو منتخب ہو گئے ہیں۔ حقیقت میں خوش قسمت لوگ ہیں اور ہم انھیں مبارکباد دیتے ہیں۔

عیاضؓ:۔ مسلمانو! آزردہ خاطر نہ ہو۔ ممکن ہے ہم سب ہی کو جنگ کرنی پڑ جائے۔

حکمؓ نے کہا۔ ہم جنگ کے لئے ہر وقت تیار رہتے ہیں لیکن آپ بجائے دس کے پندرہ آدمی بھیج دیں۔ کم سے کم پانچ آدمی تو اور ثواب میں داخل ہو جائیں۔

عیاضؓ:۔ میں زیادہ آدمی کیسے بھیج سکتا ہوں۔ اس نے دس طلب کئے ہیں لہٰذا دس ہی بھیجے جا سکتے ہیں۔

حمزہؓ نے کہا۔ یہ ہماری قسمت!"

خالد نے کہا۔ اگر پانچ اور چن بھی لئے جائیں تو پھر بھی ایسے سیکڑوں آدمی رہ جائیں گے جنہیں افسوس ہوگا کہ وہ منتخب نہ ہو سکے اس لئے جو ہو گیا سمجھ لینا کہ یہی ہونے والا تھا۔

عیاضؓ:۔ میں کہوں گا کہ سارے لشکر سے دریافت کیا جائے تو ہر شخص یہی کہے گا مگر اُسے ضرور چنا جائے وجہ یہ ہے کہ ہر مسلمان جانتا ہے کہ جو شہید ہو جائے گا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ پھر کون سا مسلمان ہے جو شہید ہونا نہ چاہے گا۔"

نعمانؓ:۔ مگر ہمیں نہ کوئی اعتراض ہے نہ شکایت ہے۔

عیاضؓ:۔ بس تو یہ آدمی منتخب ہو گئے۔

مرہف:۔ مسلمانوں کے اس جوش جہاد کو دیکھ کر حیران ہو رہا تھا۔ اس نے کہا

عیاضؓ:۔ یہ خدا کی مہربانی ہے!

مرہف:۔ بے شک۔ میں نے یہ بات پہلے اس لئے عرض نہیں کی تھی کہ مجھے دیکھنا تھا کہ مسلمان دس آدمیوں کے بھیجنے پر تیار ہوتے ہیں یا نہیں۔

عیاضؓ:۔ اس میں شیخی کی بات نہیں ہے بلکہ یہ حقیقت ہے کہ ہر مسلمان شہادت کا ایسا شوقین اور طلب گار ہے کہ تنہا قلعہ میں جانے اور دشمنوں کے نرغے میں گھس جانے پر ہر وقت تیار رہتا ہے۔

مرہف:۔ یہ تو میں نے خود ہی دیکھ لیا۔ جو منتخب نہیں ہو سکے وہ افسردہ دل ہو گئے ہیں اچھا اب میں اجازت چاہتا ہوں۔"

عیاضؓ:۔ کل انھیں کس وقت بھیجا جائے۔

مرہف:۔ کل دوپہر کے وقت اور یا صبح۔

عیاضؓ:۔ بہت اچھا۔

اب مرہف اٹھا اور سلام کر کے چلا گیا۔ عیاضؓ نے کہا۔ جو لوگ چنے گئے ہیں میں انھیں مبارکباد دیتا ہوں ساتھ ہی یہ بھی عرض کرتا ہوں کہ اپنی طرف سے کوئی ایسی بات نہ ہونے دینا جس سے اسلام اور مسلمانوں کی بدنامی ہو۔ قسطاس اور فرساط والے جو صلح میں داخل ہو گئے ہیں ان کی اعانت کرنا۔ اب جاؤ اور کل کے لئے ابھی سے تیاری شروع کر دو۔ سب نے بہتر ہے کہا اور اٹھ اٹھ کر سلام کر کر چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد عیاضؓ اور کام میں مشغول ہو گئے۔

پندرہواں باب

خدا کے محبوب بندے

اگرچہ شہزادی میرونہ کو اسکے باپ نے مجبور ہو کر یانس کے پاس تھاج روانہ کیا تھا اور اسلئے

اسے اپنے باپ سے شکایت تھی اور تہیہ کر چکی تھی کہ اب جیتے جی نہ باپ کو اپنی شکل دکھائے گی نہ اس کی صورت دیکھے گی۔ مگر جب اس نے فریب کار زیتون سے یہ سنا کہ اس کے باپ کے گھوڑے سے گرنے کی وجہ سے چوٹ آ گئی ہے تو وہ بے چین ہو گئی اور آدھی رات تک کروٹیں بدلتی رہی آدھی رات کے بعد اسے نیند آئی اور وہ سو گئی۔ جب اس کی آنکھ کھلی تو صبح کی اذان ہو رہی تھی۔ کئی آدمی ملکر اذان دے رہے تھے۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گئی ابھی تک اس کے خیمہ میں روشنی ہو رہی تھی۔ اس نے زیتون کی طرف دیکھا وہ لبادہ اوڑھے اور منہ کھولے پڑی تھی۔ اس کی نرگسی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں گویا وہ جاگ رہی تھی۔ میرونہ نے اس سے دریافت کیا کیا تم جاگ رہی ہو زیتون! زیتون نے انگڑائی لی۔ اٹھ کر بیٹھی اور شہزادی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ہاں جاگ رہی ہوں۔ یہ آواز کیسی آ رہی ہے! میرونہ نے کہا۔ مسلمانوں کی نماز کا وقت ہو گیا ہے وہ اذان دے رہے ہیں۔

زیتون:۔ اذان کیا ہوتی ہے۔

میرونہ:۔ نماز کے وقت کا اعلان اور نماز پڑھنے کا بلاوا ہوتا ہے۔

زیتون:۔ نہ گھنٹہ۔ نہ گھڑیال!!"

میرونہ:۔ مسلمانوں کی ہر بات سادہ ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ چونکہ اسلام خدائی مذہب ہے اس لئے خدا نے اس مذہب میں کوئی بات ایسی نہیں رکھی جس سے ارکان مذہب ادا کرنے میں کوئی رکاوٹ ہو۔ مثلاً ہمارے کلیساؤں اور گرجاؤں میں نماز کا بلاوا دینے کے لئے گھنٹہ بجایا جاتا ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص سفر میں ہو اور اس کے پاس گھنٹہ نہ ہو تو نماز کے وقت کا اعلان کس طرح سے کرے۔ مسلمان اذان دیتے ہیں اور جب اور جس جگہ نماز کا وقت ہو جاتا ہے اذان دے کر نماز کے وقت کا اعلان کر دیتے ہیں۔

زیتون:۔ بات تو ٹھیک ہے۔

میرونہ:۔ حقیقت یہ ہے زیتون کہ مسلمانوں کی ہر بات ٹھیک ہے اس قوم کے مرد

عورتیں اور بچے سب نماز پڑھتے ہیں۔ چاہے کھانا نہ ملے۔ خواہ لڑائی ہو رہی ہو۔ یا کوئی بیمار ہو۔ غرض کچھ ہو یہ لوگ نماز ضرور پڑھیں گے۔

زیتون:۔ میں نے بھی یہی بات سُنی تھی۔ ہمارے شہر کے گرجہ کے بڑے پادری کہتے تھے کہ چونکہ مسلمان نماز پڑھتے ہیں ہر وقت خدا کو یاد کرتے رہتے ہیں اس لئے خدا ان کی مدد کرتا ہے اور وہ ہر جگہ ہر کام میں کامیاب ہوتے ہیں۔

میرونہ:۔ یہی بات ہے چلو تمہیں سرا پردہ میں چل کر دکھاؤں گا کہ ساری عورتیں اور بچے کس شوق سے نماز پڑھتے ہیں۔

زیتون:۔ تم نے انہیں کب نماز پڑھتے دیکھا ہے؟

میرونہ:۔ جس وقت میں یہاں آئی تھی تو نماز کا وقت تھا اور سب نماز پڑھ رہے تھے

زیتون نے اٹھتے ہوئے کہا۔ چلئے میں بھی دیکھوں گی۔ میرونہ بھی اٹھ کر کھڑی ہو گئی اس نے کہا آؤ۔ مگر پہلے ضروریات سے فراغت کر لیں۔ دونوں خیمہ سے باہر نکلیں اور ایک طرف چلی گئیں۔ تھوڑی ہی دیر میں ضروریات سے فراغت کر کے آئیں اور سرا پردہ میں داخل ہو گئیں۔ یہ سرا پردہ ایک بڑا حلقہ تھا جس کے چاروں طرف خیموں کی قطار تھی اور درمیان میں بہت کافی میدان چھوڑ رہا تھا جو اس قدر وسیع تھا کہ اس کے اندر بچوں کو تیراندازی سکھائی جاتی تھی صبح صادق کا وقت تھا رات کی سیاہ چادر غائب ہو چکی تھی اور دن کا اجالا پھیلنے لگا تھا۔ مشرق میں شفق پھول آئی تھی اور افق میں آگ سی لگی معلوم ہوتی تھی اس سرا پردہ والے تمام میدان میں سرسبز گھاس کھڑی تھی اور عورتیں اور بچے اِدھر سے اُدھر اور اُدھر سے اِدھر جلدی جلدی آ جا رہے تھے ان میں وضو کرنے کے لئے کوئی پانی لینے جا رہی تھی کوئی پانی لے آ رہی تھی کوئی صراحی اٹھائے ہوئے تھی کوئی مشکیزہ لئے تھے کوئی خود ہی صراحی سے پانی لے کر وضو کر رہی تھی اور کسی کو کوئی دوسری عورت مشکیزہ سے وضو کرا رہی تھی بچے بھی صراحیوں سے پانی انڈیل انڈیل کر وضو کر رہے تھے۔

چونکہ نماز کا وقت قریب آ گیا تھا اس لئے ہر عورت اور ہر بچہ جلدی کر رہا تھا۔ اگرچہ سردی کا زمانہ تھا۔ سرد ملک تھا۔ پانی ٹھنڈا تھا مگر وضو کرنے والوں کو ان باتوں میں سے کسی بات کا بھی خیال نہ تھا وہ جلدی جلدی اس لئے وضو کر رہے تھے کہ کہیں نماز کا وقت نہ نکل جائے اس تمام میدان میں عورتوں اور بچوں کے آنے جانے اور کھڑے ہونے کی وجہ سے خوب چہل پہل ہو رہی تھی۔

اب عورتوں نے میدان کے بیچ میں برف کی طرح ٹھنڈی۔ سبزہ زار زمین پر کھڑے ہو کر نماز پڑھنا شروع کر دی ان سے جنوب کی طرف ہٹ کر بچوں نے اپنی صفیں قائم کیں۔ ایک سمجھدار بچہ امام تھا اور اس نے قرأت شروع کر دی۔ تمام بچے ہاتھ باندھے خدا کے دربار میں کھڑے ہو گئے۔ زیتون اور میرونہ دونوں عورتوں اور بچوں کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھ کر بڑی متاثر ہو رہی تھیں۔ زیتون نے کہا کسقدر پیارے انداز سے نماز پڑھ رہے ہیں یہ لوگ۔ مجھے تو بڑا رشک آ رہا ہے ان پر میری قوم کی عورتیں اور بچے تو کیا مرد بھی اس شوق سے نماز نہیں پڑھتے۔

میرونہ:۔ یہی بات ہے ہماری قوم کے زن و فرزند سب ابھی بستروں میں گھسے آرام کر رہے ہوں گے۔ گویا عیسائیوں نے عبادت کرنے کے لئے محض پادریوں اور ننوں کو مخصوص کر دیا ہے۔ میرا تو جی چاہتا ہے کہ میں بھی ان کے ساتھ کھڑی ہو کر نماز پڑھنے لگوں"

زیتون نے میرونہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! تم! مسلمان عورتوں کے ساتھ نماز پڑھو بُرا خیال ہے یہ۔

میرونہ:۔ کیا بُرائی ہے اس میں۔ آخر یہ لوگ بھی خدا کی عبادت کرتے ہیں۔ اور ہم بھی۔

زیتون:۔ بے شک یہ صحیح ہے۔ مگر یہ لوگ خداوند (حضرت عیسیٰؑ) کو خدا کا

بیٹا تو مانتے ہی نہیں۔

میرونہ:۔ بس ان میں اتنی ہی کمی ہے۔ آؤ اب تمہیں مردوں کو نماز پڑھتے ہوئے دکھاؤں۔

یہ کہتے ہی وہ چلی۔ اس کے پیچھے زیتون چلی دونوں خیموں سے نکل کر اور قیسؓ کے لشکر کے خیموں کی لمبی قطار کو طے کر کے اس کھلے ہوئے میدان میں پہونچیں جس میں مسلمان نماز پڑھا کرتے تھے اس وقت تمام مسلمان اس میدان میں جمع تھے اور لمبی لمبی صفوں میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ چونکہ وہ نو ہزار تھے اس لئے ان کی صفیں دور تک پھیلی ہوئی تھیں۔ عیاضؓ نماز پڑھا رہے تھے ان دونوں نے جب مسلمانوں کو رکوع اور سجدہ کرتے دیکھا تو ان کے دلوں پر خدا پرستی کا یہ منظر دیکھ کر بڑا اثر ہوا۔ میرونہ نے از خود فراموشی کے انداز میں کہا۔ یہ ہے مسلمانوں کی فتح کا راز چونکہ وہ خدا کو یاد کرتے ہیں۔ اس لئے خدا انھیں یاد رکھتا ہے اور جسے خدا یاد رکھے اس کے کام خود بخود اس کی مرضی کے مطابق کیوں نہ ہوتے چلے جائیں۔

زیتون:۔ حقیقت یہی ہے عیسائی عیش و عشرت میں ڈوب گئے ہیں۔ مذہب کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔ اس لئے خدا اور خدا کی نیز پاک ماں (حضرت مریم) ان سے ناخوش ہو گئے ہیں۔ اور اب ان سے سلطنتیں چھین چھین کر ان لوگوں کو دی جا رہی ہیں جو خدا کی عبادت کرتے ہیں۔

میرونہ:۔ تم نے ان کے مردوں کو بھی دیکھا عورتوں اور بچوں کو بھی دیکھا! ہم رقص و سرود کی محفلوں اور کھانے پینے کی مجلسوں میں بھی اس جوش و شوق سے شامل نہیں ہوتے۔ جس طرح سے یہ نماز میں شریک ہوتے ہیں..... اگر تم اس وقت تمام اسلامی کیمپ میں گھوم آؤ تو تمہیں وہاں ایک مسلمان بھی نہ ملے گا سب نماز پڑھنے کے لئے یہاں آ گئے ہیں۔

زیتون:۔ سنتی ہوں یہ لوگ نماز نہ پڑھنے والوں کو سزا بھی دیتے ہیں۔

میرونہ:۔ قیسؓ کہتے تھے کہ ہمیں سزا دینے کی ضرورت ہی پیش نہیں آتی اگر کبھی کسی شخص کی ایک وقت کی بھی نماز کسی وجہ سے قضا ہو جاتی ہے تو اسے اس قدر رنج ہوتا ہے کہ اسی رنج میں اس روز کھانا نہیں کھاتا۔ لوگوں کی نگاہوں سے چھپا چھپا اور شرمندہ شرمندہ پھرتا ہے۔ نیز مہینوں خدا سے اپنے اس گناہ کی معافی مانگتا رہتا ہے۔

زیتون نے متاثر ہوتے ہوئے کہا۔ کیا اچھا ہے ان کی خدا پرستی کا!"

میرونہ:۔ دنیا کو حیرت ہے!

زیتون:۔ حیرت کی بات ہی ہے۔

میرونہ:۔ آؤ۔ اب واپس چلیں!"

زیتون:۔ چلئے!

یہ دونوں واپس چلیں اور خیموں کی رسیوں کو پھلانگتی ہوئی اپنے خیمہ پر پہنچیں ابھی وہ کوچ پر بیٹھی بھی نہ تھیں کہ ان کے کانوں میں شیریں آوازیں آئیں زیتون نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔ یہ کیسی آوازیں آنے لگیں۔

میرونہ خدا ہی جانتا ہے مگر کس قدر دلکش اور پیاری ہیں!"

زیتون نے کان لگا کر سنتے ہوئے کہا۔ سراپردہ کی طرف سے آ رہی ہیں۔ آؤ دیکھیں۔ شاید لڑکیاں خدا کی تعریف میں کوئی گیت گا رہی ہیں۔ میرونہ نے کہا! نہیں مسلمان عورتیں گیت نہیں گایا کرتیں۔ ہاں لڑائی کے وقت ایسے اشعار ضرور پڑھ لیا کرتی ہیں۔ جن میں عربوں کی بہادری اور لڑائیوں کے واقعات نظم میں بیان کئے گئے ہیں۔

زیتون:۔ اچھا۔ آؤ چل کر دیکھیں تو سہی!

میرونہ:۔ چلو!"

دونوں خیمہ سے نکل کر سراپردہ کے کنارے پر کھڑی ہو گئیں۔ انھوں نے دیکھا کہ دس دس پندرہ پندرہ عورتوں کے غول بیٹھے ہیں اور ہر غول میں ایک ایک عورت قرآن شریف پڑھ رہی ہے اور تمام عورتیں خاموش بیٹھی سن رہی ہیں۔ اسی طرح بچے بھی جگہ جگہ دس دس پندرہ پندرہ بیٹھے ہیں اور ان میں بھی ایک ایک لڑکا تلاوت کر رہا ہے اور باقی سب بیٹھے سن رہے ہیں۔

میرونہ نے کہا! اس وقت یہ سب اس کتاب کو پڑھ رہی ہیں۔ جس کی بابت ہر مسلمان کا ایمان ہے کہ خدا کا وہ کلام ہے جو ان کے رسولؐ پر نازل ہوا تھا۔"

زیتون:۔ کتنا پیارا لہجہ اور کیسی شیریں آوازیں ہیں!

میرونہ:۔ بس آجاؤ۔ ورنہ اندیشہ ہے کہیں ہم دونوں متاثر ہو کر مسلمان نہ ہو جائیں۔

زیتون:۔ ٹھیک کہتی ہیں آپ!"۔

اب یہ دونوں وہاں سے ہٹ کر خیمہ میں داخل ہوئیں اور کوچ پر بیٹھ کر مسلمانوں کی خدا پرستی کے متعلق باتیں کرنے لگیں۔

سولھواں باب

خواتین عرب

تھوڑی ہی دیر میں آفتاب نکل آیا اور اس کی سنہری کرنیں خیموں کی چوٹیوں، درختوں کی شاخوں اور کھلے ہوئے میدان میں سرسبز گھاس پر پڑنے لگیں۔ میرونہ نے اب زیتون سے دریافت کیا۔ کس وقت چلنے کا قصد ہے تمہارا۔

زیتون نے جواب دیا۔ دوپہر سے ذرا پہلے چلیں گے۔

میرونہ:۔ ہاں میں اپنے باپ کو دیکھنے کے لئے بہت بے قرار ہو رہی ہوں۔

زیتون:۔ بے قرار ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔

میرونہ:۔ مجھے فکر ہے نہ معلوم کس قدر چوٹ آئی ہے۔

زیتون:۔ بہت معمولی چوٹ ہے کوئی اندیشہ کی بات نہیں ہے۔

میرونہ:۔ پھر بھی جب تک اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لوں اطمینان نہیں ہو سکتا۔

زیتون:۔ اگر یہی خیال ہے تو چلو ابھی چلیں!"

میرونہ:۔ میں تو یہی چاہتی ہوں۔

زیتون:۔ کیا پیدل چلو گی؟

میرونہ:۔ نہیں گھوڑوں پر چلیں گے!

زیتون:۔ تو پھر گھوڑے تیار کرنے کے لئے کہلا دیجئے!"

میرونہ:۔ اچھا! میں ابھی اُن سے کہے دیتی ہوں!

زیتون کے دل پر لفظ "اُن سے" سن کر چوٹ لگی لیکن وہ دل پر جبر کر کے مسکرائی اس نے مسکراتے ہوئے دریافت کیا۔ کن سے کہیں گی آپ۔ میرونہ نے اس کی شرارت بھری چتون دیکھی وہ شرما گئی۔ زیتون نے کہا۔ واہ واہ! آپ تو شرما گئیں بتائیے نہ! میرونہ نے شرمیلا چہرہ اٹھا کر حیا پرور نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا "قیسؓ سے" زیتون کے دل پر پھر چوٹ لگی لیکن اس نے اپنے دل کو سنبھالا اور مسکراتے ہوئے پھر کہا۔ کس پیار سے قیسؓ کا نام لیتی ہیں آپ۔"

میرونہ نے ہلکے تبسم کے ساتھ کہا۔ وہ اسی قابل ہیں زیتون!"

زیتون۔ مگر میں اب سمجھی!

میرونہ نے حیرت سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ کیا سمجھا ہے تم نے۔

زیتون:۔ آپ قیسؓ کو دیکھنے کے لئے جانا چاہتی ہیں!

میرونہ نے شرما کر سر جھکاتے ہوئے کہا۔ آپ جو کچھ سمجھیں! سمجھے!"

زیتون:۔ مگر ایک بات میں سمجھ گئی۔

میرونہ نے شرمیلی نظروں سے دیکھ کر کہا۔ کیا؟

زیتون:۔ جس قدر تمہیں قیس کا خیال ہے اس قدر قیس کو تمہارا خیال نہیں ہے۔

میرونہ:۔ یہ کیسے سمجھا تم نے!

زیتون:۔ دیکھ لیجئے۔ آپ تو انھیں دیکھنے کے لئے دوڑی جا رہی ہیں اور وہ آئے بھی نہیں اگر انھیں ذرا بھی خیال ہوتا تو نماز پڑھتے ہی آپ کو دیکھنے کے لئے دوڑے آتے۔

میرونہ:۔ زیتون۔ وہ اس قدر بھولے اور شرمیلے ہیں کہ میرے پاس آتے مجھ سے باتیں کرتے ہوئے شرماتے ہیں۔

زیتون:۔ یہ طفل تسلیاں ہیں جو آپ اپنے دل کو دے رہی ہیں!"

میرونہ:۔ کیوں؟

زیتون:۔ اس لئے کہ یہ مسلمان غیر مسلموں سے محبت کرتے ہی نہیں۔

میرونہ نے ٹھنڈا سانس بھر کر کہا ممکن ہے ایسا ہی ہو! لیکن میں کیا کروں زیتون! مجھے تو ان سے بے حد محبت ہو گئی ہے۔

زیتون:۔ رفتہ رفتہ ان کا خیال دل سے نکال ڈالو۔

میرونہ ناممکن ہے!

زیتون:۔ تو پچھتاؤ گی!

میرونہ:۔ کچھ ہو زیتون! مگر انھوں نے میری محبت کا اقرار کیا ہے۔

زیتون:۔ اس میں کوئی مصلحت ہو گی۔ ان کی!"

میرونہ:۔ لیکن مسلمان جھوٹ نہیں بولا کرتے مجھے ان کے قول پر اعتماد ہے۔

زیتون کچھ کہنا چاہتی تھی کہ چند عربی خواتین آ گئیں انھیں دیکھتے ہی یہ دونوں کھڑی ہو گئیں عربی خواتین میں ایک ام تمیمؓ تھیں۔ خالد کی بیوی نہایت بہادر اور بڑی پرہیزگار تھیں۔ دوسری ام سلمہؓ تھیں۔ نہایت ضعیف العمر تھیں ان کا شوہر اور ایک بیٹا جنگ اُحد میں شہید ہو چکے تھے۔ اور دوسرا بیٹا جمیل قلعہ داس العین کے سامنے شہید ہو چکا تھا ایک نوعمر لڑکی ام ایانؓ تھیں بڑی خوبصورت اور بہادر تھیں جب ان کی شادی ہوئی تھی تو شاید ایک مہینہ بھی شادی کو نہ ہوا تھا کہ ان کے شوہر دمشق کے قلعہ کے سامنے جنگ کرتے ہوئے شہید ہو گئے تھے انھوں نے میدان جنگ میں جا کر اپنے شوہر کے قاتل کی آنکھیں پھوڑ ڈالی تھیں دوسری لڑکی خولہؓ تھیں بڑی خوبصورت اور نہایت بہادر تھیں کئی لڑائیوں میں شریک ہو چکی تھیں ضرارؓ کی بہن تھیں۔ ام ایان اور خولہ کی چوٹیاں گوندھی ہوئی تھیں جو ان کے سینوں کے دونوں طرف اس طرح پڑی تھیں جیسے کہ دو سانپ لٹک رہے ہیں ام تمیمؓ اور سلمہؓ نے شہزادی اور زیتون دونوں کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے دعائیں دیں اور کرسیوں پر بیٹھ گئیں۔

ام ایانؓ اور خولہؓ مسکراتے ہوئے بڑھیں اور ان دونوں سے نوجوان بغلگیر ہو کر انہیں وہ بھی کرسیوں پر بیٹھنے لگیں لیکن ہم سنی کے تقاضے سے مجبور ہو کر میرونہ نے کھینچ کر انھیں اپنے پاس بٹھا لیا۔ ام تمیمؓ نے کہا۔ شہزادی میرونہ ہمیں رات ہی تمہارے آنے کی اطلاع ہو گئی تھی مگر ہم میں سے کوئی بھی اس خیال سے نہیں آئی کہ کہیں آپ کو تکلیف نہ ہو اور آرام میں خلل نہ پڑے۔

میرونہ نے کہا۔ ہم آپ کی قیدی ہیں۔ آپ کے آنے سے ہمارے آرام میں کیا خلل پڑ سکتا ہے۔"

ام تمیمؓ:۔ تم قیدی نہیں ہو شہزادی اگرچہ تمہیں لڑائی کے وقت حراست میں

لیا گیا تھا۔ اور اسلامی قانون یہ ہے کہ لڑائی میں جو چیز بھی ملے وہ مال غنیمت ہے اس میں اسباب زر و جواہر، زیورات، لباس، قیدی، عورتیں، بچے، مرد سب ہی شامل ہیں۔ لیکن تم نے تو مسلمان پر احسان کیا ہے۔ تمہاری وجہ سے سیکڑوں مسلمانوں کی زندگیاں بچ گئیں۔ تم قیدی نہیں بلکہ مسلمانوں کی محسن ہو۔ مسلمانوں کا ہر مرد، ہر عورت اور ہر بچہ تمہارا شکر گزار ہے۔

میرونہ:۔ یہ آپ کی مہربانی ہے جو ایسا خیال فرماتی ہیں!"

ام تمیمؓ نے زیتون کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ یہ لڑکی شاید وہ ہے جسے چند بدمعاش ستا رہے تھے۔

میرونہ:۔ جی ہاں! یہ وہی ہے!"

ام تمیمؓ:۔ کیا نام ہے اس کا؟

میرونہ:۔ اس کا نام زیتون ہے۔

ام تمیمؓ:۔ کہاں کی رہنے والی ہے؟

میرونہ:۔ قسطاس کی!

ام تمیمؓ:۔ یہ قسطاس کہاں ہے۔

میرونہ:۔ اس سامنے والے قلعہ تھاج سے کچھ فاصلے پر ہے۔

ام تمیمؓ:۔ کس قدر قابل شرم بات ہے یہ کہ عورتوں کو ستاتے ہیں"

میرونہ:۔ میری قوم میں اوباش، بدمعاش آوارہ اور بدکاروں کی تعداد زیادہ ہو گئی ہے۔

ام تمیمؓ:۔ تمہارے پادری یا بادشاہ ایسے لوگوں کو کچھ نہیں کہتے؟

میرونہ:۔ بادشاہوں کی حالت نہ پوچھئے۔ عیش پرستی ان کا مسلک ہے۔ رہے پادری ان کی حالت بھی اچھی نہیں ہے۔

ام تمیمؓ:۔ بڑے افسوس کی بات ہے!"

میرونہ:۔ بے شک! مجھے یہ بات کہتے ہوئے شرم نہیں معلوم ہوتی کہ وہ اخلاق انسانیت مذہب کسی بات کے بھی پابند نہیں ہیں!"

ام تمیمؓ:۔ اسی لئے تو خدا ان سے ناخوش ہے۔

میرونہ:۔ جی ہاں وہ ذلیل ہوتے چلے جا رہے ہیں!"

ام تمیمؓ:۔ تم ہماری مہمان ہو۔ جس چیز کی اور جس وقت ضرورت ہو بے تکلف کہہ دینا فوراً فراہم کر دی جائے گی!

میرونہ:۔ آپ کی اس مہربانی کا شکریہ!

ام ایانؓ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ شہزادی طاریوں[1] نے جب سنا کہ شہزادی میرونہ آئی ہے تو اس نے ہم سے تمہارے اوصاف بیان کئے اور حسن کی بھی تعریف کی اس وقت سے ہم سب کو تمہارے دیکھنے کا اشتیاق پیدا ہو گیا تھا۔

میرونہ:۔ یہ آپ کا حسن اخلاق ہے!

خولہؓ نے کہا۔ بہن میرونہ! میں تو تمہاری گرویدہ ہو گئی ہوں ذرا عیسائی لڑکیاں بے وفا ہوتی ہیں۔ کہیں ایسا نہ کرنا کہ تم مجھے چھوڑ کر چلی جاؤ۔

میرونہ:۔ میں خود نہ جاؤں گی۔

خولہؓ نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔ اگر تمہارے والد نے تمہیں طلب کیا تو چلی جاؤں گی۔

---

[1]:۔ شہزادی طاریوں اطلاط کے بادشاہ کی بیٹی تھی۔ نہایت بہادر اور حسین تھی اس نے اعلان کر رکھا تھا کہ جو لڑ کر اس پر فتح یاب ہو گا وہ اسی سے شادی کرے گی۔ یہ شہزادی نہایت عجیب و غریب طریقہ پر مسلمانوں کے قبضہ میں آ گئی تھی۔ (صادق صدیقی)

میرونہ:۔ جب بھی نہ جاؤں گی۔ ہاں جب تم خود نکال دو گی تو چلی جاؤں گی!"

خولہؓ نے اس کے روشن چہرہ پر نظریں جما کر کہا۔ ہم نکال دیں گے..... ناممکن ہے ہم تو سب تمہاری خدمت کریں گی۔

میرونہ:۔ میری خدمت کرو گی؟ نہیں مجھ سے خدمت لینا تم!"

خولہؓ (مسکرا کر کہا۔) اچھا تم ہماری خدمت کرنا اور ہم تمہاری خدمت کریں گے۔

میرونہ:۔ منظور ہے۔"

خولہؓ:۔ دیکھو۔ تم کسی قسم کی تکلیف نہ اٹھانا ورنہ ہمیں بڑا رنج ہوگا۔

میرونہ:۔ اطمینان رکھئے جو تکلیف مجھے ہوگی میں آپ سے کہہ دیا کروں گی!"

خولہؓ:۔ یہی چاہتی ہوں!

میرونہ:۔ آپ سب کس قدر خلیق ہیں؟

ام تمیمؓ نے کہا۔ چونکہ اب ہمیں کھانا تیار کرنا ہے اس لئے اجازت چاہتی ہوں دوپہر کے وقت آ کر جی بھر کے باتیں کریں گے۔

میرونہ:۔ میری طبیعت بھی تب ہی سیر ہوگی!"

اب یہ سب اٹھیں۔ خولہؓ نے میرونہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر بھینچتے ہوئے کہا۔ دیکھو۔ مجھے بھول نہ جانا میرونہ! (مسکرا کر) بیوفائی کر کے کہیں چلی نہ جانا۔

میرونہ نے مسکرا کر کہا۔ نہ تمہیں بھولوں گی نہ بے وفائی کروں گی!"

خولہؓ بھی اٹھیں۔ میرونہ اور زیتون بھی اٹھ کر کھڑی ہو گئیں ان دونوں نے ان سب کو سلام کیا اور وہ دعائیں دے کر مسکراتی ہوئی چلی گئیں ان کے جانے کے بعد میرونہ نے کہا۔ کس قدر خلیق ہیں یہ عربی خواتین!"

زیتون:۔ بے شک نہایت خلیق اور بڑی نیک!

میرونہ:۔ اچھا اب میں گھوڑوں کو تیار کرنے کے لئے کہہ آؤں۔

زیتون نے مسکراتے ہوئے کہا۔ وہ تو میں جانتی ہوں قیسؓ کو دیکھنے کے لئے دل مچل رہا ہے۔ اچھا جاؤ کہہ آؤ۔ میرونہ مسکراتے ہوئے اٹھی۔ ابھی اچھی طرح کھڑی بھی نہ ہوئی تھی کہ سہیلیوں کی پلٹن آ گئی سب نے اسے سلام کیا۔ اس نے کہا بیٹھو میں ابھی آئی ہوں۔ سہیلیاں کرسیوں اور کرچوں پر بیٹھ گئیں۔ میرونہ چلی!

خیمہ سے باہر نکلی۔ جب وہ قیسؓ کے خیمہ کے قریب پہنچی تو قیسؓ اسے دروازے کے سامنے کھڑے ہوئے ملے وہ اس کی طرف دیکھ رہے تھے وہ انھیں دیکھتے ہی ٹھٹھک کر کھڑی ہو گئی اور محبت بھری نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔

سترہواں باب

السیر بلا

قیسؓ پہلے ہی سے سیم تن کی طرف دیکھ رہے تھے۔ وہ بھی بہوت کھڑی محبت کے تیر برسا رہی تھی۔ کچھ وقفے کے بعد قیسؓ آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھے۔ میرونہ بھی سنبھل کر بڑھی اور قیسؓ کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔ قیسؓ نے دریافت کیا۔

شہزادی کس لئے آئی ہو تم؟ میرونہ بگڑ گئی۔ اس نے کہا میں نے بڑی غلطی کی کہ آپ کے پاس چلی آئی۔"

بات یہ تھی کہ میرونہ کو قیسؓ سے بے حد محبت ہو گئی تھی۔ وہ عیسائی لڑکی تھی چاہتی تھی کہ قیسؓ اس کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کرے جیسے اس کی قوم کے نوجوان اپنی دلرباؤں سے کرتے ہیں۔ مثلاً دیکھتے ہی خوش ہو جانا، ہنس کر بڑھنا، محبوبہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر دبانا اس کے حسن و جمال کی تعریف کرنا اس کی ہر بات کو سراہنا وغیرہ وغیرہ۔ لیکن قیسؓ عرب تھے مسلمان تھے۔ نہ وہ ان باتوں کو جانتے تھے نہ پسند کرتے تھے اس کے علاوہ نہایت سادہ لوح

اور سیدھے سادھے تھے گویا دونوں کی معاشرت میں بعد المشرقین تھا اسی لئے میرونہ بات بات پر ناخوش ہو جاتی تھی اور اس کے ناخوش ہونے سے انھیں رنج پہونچتا تھا چنانچہ اب بھی قیسؓ کو رنج ہوا۔ ان کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ میرونہ کیا چاہتی ہے اور انھیں کیا کرنا چاہیے جس سے وہ خوش رہے انھوں نے افسردگی بھرے لہجہ میں کہا پھر ناخوش ہو گئیں تم

میرونہ نے کہا۔ آپ ایسی باتیں ہی کیوں کرتے ہیں!"

قیسؓ :۔ اپنی بیوقوفی کی وجہ سے!

میرونہ۔ بیوقوف تو نہیں ہیں آپ؟

قیسؓ :۔ جب میں آپ کو خوش نہیں رکھ سکتا تو مجھ سے زیادہ بے وقوف اور کون ہو سکتا ہے۔

میرونہ۔ کیا آپ کو میرے آنے پر یہی دریافت کرنا چاہیے تھا کہ میں کیوں آئی ہوں۔

قیسؓ :۔ اور۔

میرونہ۔ آپ خوش ہو جاتے، ہاتھ ملاتے اور دو چار باتیں دریافت کرتے!

قیس :۔ مگر عورتوں سے ہاتھ ملانا ہمارے یہاں جائز نہیں ہے۔

میرونہ نے زور کھٹنے کی شان سے بل کھاتے ہوئے کہا۔ آپ کے یہاں تو کچھ بھی جائز نہیں ہے۔

قیسؓ :۔ دو باتیں میری سمجھ میں آئی ہیں۔ ایک تو یہ کہ میں تمہاری معاشرت سے ناواقف ہوں۔ دوسرے اپنے مذہب سے مجبور ہوں!"

قیسؓ نے آزردگی کے لہجہ میں کہا۔ کیوں نہ تم نے مجھے رات چلا جانے دیا۔

میرونہ :۔ کیوں نہیں تم محبت کرنا سیکھ لیتے!

قیس :۔ کس سے سیکھوں!

میرونہ نے لگاوٹ آمیز ادا سے مسکراتے ہوئے کہا۔ میں ہی سکھاؤں گی تمہیں۔

قیسؓ نے اس کی حسین آنکھوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ کب؟

میرونہ :۔ آج رات کو!

قیسؓ :۔ ہاں۔ بس مجھے تم یہ بتا دینا کہ کن باتوں سے ناخوش ہوتی ہو۔ اور کن سے خوش۔

میرونہ :۔ سب بتا دوں گی!

قیسؓ :۔ اچھا تو میں پیشتر ہی شکریہ ادا کر دوں!

میرونہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ نہیں شکریہ کی ضرورت نہیں ہے۔

قیسؓ :۔ بت نامہربان! مجھ سے ناخوش نہ ہوا کرو!"

میرونہ :۔ اچھا! ہاں میں اس لئے آئی ہوں کہ

قیسؓ :۔ (قطع کلام کرتے ہوئے) فرمایئے۔

میرونہ :۔ میں اور زیتون دہی لڑکی جو رات آئی ہے۔ ہوا خوری کے لئے جانا چاہتی ہیں۔ آپ دو گھوڑے منگوا دیں۔

قیسؓ :۔ بہت اچھا! لیکن کہیں دور نہ چلی جانا!

میرونہ :۔ دور نہ جاؤں گی!

قیسؓ :۔ یا کہو میں بھی تمہارے ساتھ چلوں۔

میرونہ :۔ اس وقت مناسب نہیں ہے۔

قیس :۔ تمہاری خوشی۔

وہ اٹھ کر بڑھ گئے اور دو گھوڑوں پر زین کسوا کر لے آئے۔ میرونہ نے ہنستے ہوئے کہا آپ کا شکریہ! میں ابھی آتی ہوں۔ اتنے میں آپ ان گھوڑوں کو لئے یہیں کھڑے رہیں۔ قیسؓ نے اس کے چاند سے چہرے کو دیکھتے ہوئے کہا۔ تم تو اپنے واپس

آنے ہی تک کے لئے کہتی ہو اگر حکم ہو تو میں ساری عمر اسی طرح کھڑا رہ سکتا ہوں۔

میرونہ نے شوخی سے مسکرا کر کہا۔ فی الحال تک صرف ایک یہ بات کہی ہے آپ نے مگر! معاف کرنا میں آپ کو یہ تکلیف دے رہی ہوں۔

یہ کہتے ہی وہ مسکراتی ہوئی چلی گئی قیس اسے دیکھتے ہی رہ گئے۔ میرونہ ذرا تیز قدموں سے چل کر اپنے خیمہ میں پہونچی۔ اس نے کہا۔ چلو زیتون گھوڑے آ گئے۔

زیتون اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ میرونہ نے سہیلیوں سے کہا۔ ہم دونوں ذرا ہوا خوری کے لئے جا رہی ہیں تم یا تو اس خیمہ میں رہو یا اپنے اپنے خیموں میں چلی جاؤ۔"

تمام سہیلیاں اٹھ کر کھڑی ہو گئیں۔ انھوں نے کہا۔ جب آپ تشریف لے آئیں گی اس وقت ہم بھی حاضر ہو جائیں گی۔

میرونہ :۔ اچھا!

سہیلیاں سلام کر کر کے چلی گئیں۔ اب میرونہ اور زیتون دونوں چلیں اور قیسؓ کے پاس پہونچیں۔ قیسؓ گھوڑے لئے کھڑے تھے ایک گھوڑے پر زیتون دوڑ کر سوار ہو گئی۔ دوسرے پر میرونہ سوار ہونے لگی۔ لیکن یا تو وہ قصداً سوار نہ ہوئی یا اس سے ہوا ہی نہ گیا۔ اس نے قیسؓ کی طرف دیکھ کر کہا۔ یہ گھوڑا ذرا شریر ہے۔

قیسؓ اب بھی نہ سمجھے کہ وہ چاہتی ہے کہ وہ اسے سہارا دے کر سوار کر ادیں۔ انھوں نے سیدھے پن کی وجہ سے کہا۔ یہ گھوڑا شریر ہے۔ تو اسے رہنے دیجئے میں دوسرا گھوڑا منگوائے دیتا ہوں۔ میرونہ نے تیکھی چتون سے دیکھ کر کہا ہائے اللہ تم تو بڑے ہی سیدھے ہو" زیتون نے مسکراتے ہوئے قیسؓ سے کہا۔ آپ ذرا انھیں سہارا دے کر سوار کرا دیں۔ قیسؓ نے سوکھا سا منھ بنا کر کہا۔ اور اگر یہ خفا ہو جائیں تو؟

زیتون :۔ ڈریئے نہیں یہ خفا نہ ہوں گی۔

اب قیسؓ بڑھے اور انھوں نے ایک ہاتھ سے گھوڑے کی باگ پکڑ کر دوسرے

ہاتھ میں ناز آفریں میرونہ کو اٹھا کر نہایت آہستہ سے سوار کرا دیا! میرونہ سوار ہو کر مسکرائی زیتون بھی مسکرائی۔ قیسؓ بھی مسکرانے لگے۔ زیتون نے گھوڑا بڑھایا میرونہ نے بھی باگ سنبھالی اور اس کا گھوڑا بھی چلا۔ دونوں روانہ ہو گئیں۔

قیسؓ انھیں اس وقت تک دیکھتے رہے جب تک وہ نظر آتی رہیں جب خیموں کے پیچھے غائب ہو گئیں تو وہ خیمہ کے اندر چلے گئے۔ زیتون اور میرونہ دونوں لشکر میں سے گزرنے لگیں انھوں نے دیکھا کہ سلمان کاموں میں مصروف تھے۔ کوئی تلوار مانج رہا تھا، کوئی کپڑے دھو رہا تھا۔ غرض خالی کوئی بھی نہ بیٹھا تھا۔ یہ دونوں انھیں دیکھتی ہوئی کیمپ سے باہر نکلیں اور قلعہ کی طرف بڑھنے لگیں اب آفتاب بہت کچھ اونچا ہو گیا تھا اور سفید سفید دھوپ ہر طرف پھیل گئی تھی آفتاب کی گرم شعاعوں نے سرد ہوا کو گرم کر دیا تھا انھوں نے قلعہ کے قریب پہونچ کر اپنا رخ پھیرا اور پہاڑ کی طرف چلنے لگیں۔ چلتے چلتے زیتون نے میرونہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ تمہارے پر ستارے بڑے ہی سیدھے ہیں! میرونہ نے مسکرا کر کہا اس قدر سیدھے کہ کچھ سمجھتے ہی نہیں جب میں ان کے پاس گئی تو مجھے دیکھتے ہی ان پر خود فراموشی طاری ہو گئی دیر کے بعد ہوش میں آئے بڑھے مگر پاس آ کر سوال بڑا ہی بے تکا کیا۔

زیتون :۔ کیا!

میرونہ :۔ انھوں نے کہا۔ شہزادی کس لئے آئی ہو تم؟

زیتون ہنسنے لگی۔ میرونہ نے ہنس کر کہا۔ مگر آج واپس آ کر میں انھیں تعلیم دوں گی!"

زیتون :۔ ضرور دینا!

اب یہ قلعہ کا سامنے والا میدان طے کر کے پہاڑ کے قریب پہونچ گئیں۔ میرونہ نے کہا! زیتون! نہ معلوم دفعتاً میرا دل کیوں دھڑکنے لگا ہے زیتون نے دلدہی کے لہجہ میں کہا! کچھ نہیں۔ شاید کوئی وہم پیدا ہو گیا۔

میرونہ:۔ وہم نہیں ہے۔ مجھے خوف ہے کہ کہیں کوئی حادثہ پیش نہ آجائے۔

زیتون:۔ حادثہ!..... حادثہ کا ذکر نہ کرو کیا حادثہ پیش آسکتا ہے؟

میرونہ:۔ خدا ہی جانتا ہے!

اب یہ پہاڑ کے اوپر ایک درّہ میں داخل ہو گئی تھیں اور اسے طے کر رہی تھیں۔ اس درّہ میں ایک طرف سیدھی چٹانیں اٹھتی چلی گئی تھیں، اور دوسری طرف کچھ اونچی اٹھ کر چٹانیں چپٹی ہوتی چلی گئی تھیں اس طرح جگہ جگہ چٹانیں پھیلی ہوئی تھیں۔ مہیب دڑاڑیں اژدھوں کی طرح منھ کھولے ہوئے تھیں۔

میرونہ نے کہا۔ کس قدر خوفناک مقام ہے یہ؟

زیتون:۔ ہاں کسی قدر خوفناک ضرور ہے لیکن اس کے اختتام پر ایک گل پوش وادی ہے۔ نہایت فرحت بخش بالکل جنت کا ٹکڑا! اور دور دور سے دنیا اسے دیکھنے کے لئے آتی ہے۔

میرونہ:۔ شاید وہ جگہ اس سفر کی کوفت کو دور کر سکے!

زیتون:۔ اس بہشت زار میں جا کر آپ نہایت خوش ہوں گی!"

میرونہ کچھ کہنا چاہتی تھی کہ چٹان کے ایک شگاف میں سے چند عیسائی آہستہ آہستہ دبے قدموں کچھ چھپتے کچھ ظاہر ہوتے نکلے میرونہ دوسری طرف دیکھتی آرہی تھی۔ ان عیسائیوں نے آنکھوں ہی آنکھوں میں کچھ اشارے کئے اور حملہ کرنے کی شان سے مستعد ہو گئے۔ جس وقت میرونہ اور زیتون ان کے قریب پہونچیں وہ جلدی سے ان کے طرف دوڑے قبل اس کے کہ وہ ہوشیار ہوں ان لوگوں نے جھپٹ کر گھوڑوں کی باگیں پکڑ لیں اور دو آدمی دونوں لڑکیوں کو کھینچنے کے لئے دوڑے۔ زیتون نے سمجھا کہ وہ یا نصاریٰ کے آدمی ہیں۔ اس نے تحکمانہ لہجہ میں کہا۔ خبردار! مجھے ہاتھ نہ لگاؤ (میرونہ کی طرف اشارہ کر کے) تمہارا شکار وہ ہے۔ میرونہ نے حیرت بھری نظروں سے زیتون کو دیکھا۔ ان میں سے ایک شخص نے اپنی مصنوعی داڑھی اور مونچھ الگ کر کے کہا۔ میرا شکار تم دونوں ہو!

زیتون اور میرونہ دونوں کی نظریں اس کے اوپر پڑیں۔ بے اختیار میرونہ کی زبان سے نکلا کون؟ کلیوس ڈاکوا"

کلیوس نے کریہہ لہجہ میں قہقہہ لگا کر کہا۔ ہاں وہی جس سے تمہیں نفرت ہے۔ لیکن شکر ہے کہ تم نے مجھے پہچان لیا۔

میرونہ اور زیتون ان شیطانوں کو دیکھ کر ششدر رہ گئیں۔

اٹھارہواں باب

سپہ سالار

مرہف عیاش سے رخصت ہو کر قلعہ کی طرف چلا۔ جب وہ فصیل کے قریب پہنچا تو اس نے دیکھا کہ اس طرف کی تمام فصیل اور سارے برج سپاہیوں سے پٹے پڑے ہیں۔ یہ سپاہی یا تو بیوقوف تھے یا ان کے دماغ چل گئے تھے کیونکہ وہ سب ہمہ وقت مسلح کھڑے رہتے تھے اس سے انھیں سخت تکلیف ہوتی تھی۔ مرہف جب دروازے پر پہنچا تب اس نے دستک دی۔ موٹے موٹے کواڑوں کے اوپر سے کوئی ڈھکنا گرا اور سوراخ اتنا بڑا نمودار ہوا جس کے ذریعہ سے ایک آدمی سر نکال کر باہر والے کو دیکھ سکے۔"

چنانچہ کسی نے اس سوراخ میں سر ڈال کر جھانکا۔ مرہف نے یہ سمجھ کر کہ کہیں وہ اپنا سر اندر کر کے سوراخ بند نہ کر دے کہا۔ میں ہوں مرہف چھوٹی کھڑکی کھول دو"

جھانکنے والے نے مرہف کو دیکھ کر یہ اطمینان کر کے کہ وہ حقیقت میں مرہف ہی ہے۔ بہت اچھا ذرا انتظار کیجئے ابھی کھڑکی کھول جاتی ہے"

یہ کہتے ہی اس نے اپنا سر اندر داخل کر لیا اور سب سے پہلے اس سوراخ پر ڈھکنا لگایا گیا جس میں سے ایک شخص نے اپنا سر نکال کر جھانکا تھا۔

مرہف کھڑا ہو کر انتظار کرنے لگا۔ وہ خوب جانتا تھا کہ مسلمانوں کے خوف سے اسقدر احتیاط کی جا رہی ہے۔ گویا عیسائی اسلامی شیروں سے اس قدر خائف تھے کہ دن میں بھی چھوٹی کھڑکی کھولتے ڈرتے تھے۔ تھوڑی دیر میں کچھ کھٹکا ہوا اور چھوٹی کھڑکی کھلی۔ یہ کھڑکی اتنی مختصر تھی کہ اس میں سے ایک مرتبہ میں صرف ایک آدمی آجا سکتا تھا کھڑکی کے کھلتے ہی ایک شخص نے جھانکا اور مرہف کو دیکھ کر کہا۔ آپ تنہا ہی ہیں یا آپ کیساتھ کوئی اور بھی ہے؟"

مرہف نے جواب دیا۔ میں تنہا ہی ہوں۔"

اسی شخص نے پھر کہا۔ اچھا تو آپ آسکتے ہیں۔"

یہ کہتے ہی وہ پیچھے ہٹ گیا۔ اب مرہف بڑھا اور کھڑکی میں داخل ہو کر دوسری طرف دروازہ کے اندر پہنچا۔ اس نے دیکھا کہ ادھر دس آدمی ننگی تلواریں لئے حکم ملتے ہی حملے کرنے کے ارادہ سے کھڑے ہیں۔

مرہف نے ان کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا وہ بڑھتے لگا اس کے بڑھتے ہی دو آدمیوں نے فوراً کھڑکی بند کر کے قفل ڈال کر سلاخیں لگا دیں۔ لیکن مرہف نے ان کی اس کارروائی کو پیچھے پھر کر بھی نہ دیکھا وہ برابر بڑھتا رہا۔

یہ دروازہ کافی لمبا تھا۔ اس کے دونوں طرف کمانچے بنے ہوئے تھے ان کمانچوں کے پیچھے مضبوط کمرے تھے۔ کمانچوں میں مسلح سپاہی ہر وقت پہرہ پر کھڑے رہتے تھے اور جب وہ پہرہ سے سبکدوش کئے جاتے تھے تو آرام کرنے کے لئے کمانچوں کے پیچھے کمروں میں چلے جاتے تھے۔

مرہف اس لمبے دروازے کو طے کر کے قلعہ کے اندر داخل ہوا۔ یہاں بھی دروازہ

کے دونوں طرف سیکڑوں آدمی مسلح کھڑے تھے۔ مرہف قصر شاہی کی طرف چلا اور ایسے راستوں سے روانہ ہوا جس میں آمد و رفت کم تھی۔

جب وہ قصر شاہی کے صدر دروازہ پر پہنچا تو اسے معلوم ہوا کہ بادشاہ محل کے اندر ہی ہے اس نے اطلاع کرائی اور جواب آنے تک ایوان میں داخل ہوا۔ یہ محل نہایت عظیم الشان تھا۔ اس ایوان یا قصر کے اندر دسیوں محل تھے اور ہر محل میں پچاسوں کمرے تھے۔ پھر ہر کمرہ نہایت شاندار اور بیش قیمت سازو سامان سے آراستہ رہتا تھا۔

مرہف جانتا تھا کہ بادشاہ کس کمرہ میں بیٹھا ہوگا۔ اسے یہ بھی معلوم تھا کہ وہ ہر وقت کسی ایک کمرہ میں نہیں رہتا تھا۔ بلکہ کمروں کو بدلتا رہتا ہے۔ یہ بات اس کے خاص خاص شیروں یا ہمرازوں ہی کو معلوم تھی۔

چنانچہ وہ اس کمرہ میں داخل ہوا جس میں یانسی تھا وہ بہترین ریشمین اور جواہرات کے بیش قیمت زیورات پہنے ایک نفیس کوچ پر بیٹھا تھا۔ مرہف کو دیکھتے ہی وہ اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔ مرہف نے کسی قدر جھک کر اسے سلام کیا اس نے ایک کرسی کی طرف اشارہ کیا وہ کرسی پر بیٹھ گیا۔ یانسی نے دریافت کیا۔ کہو کیا کر آئے مرہف؟

مرہف نے جواب دیا۔ میں حضور کے حسب منشا معاملہ طے کر آیا۔ یانسی خوش ہو گیا۔ اس کی آنکھیں شیطنت سے چمکنے لگیں۔ اس نے مرہف کی طرف جھکتے ہوئے دریافت کیا۔ کیا طے کر آئے۔

مرہف۔ یہی کہ وہ حلف اٹھانے کے لئے اپنے دس آدمی بھیجدے۔

یانسی۔ مسلمانوں نے اس بات کو منظور کر لیا؟

مرہف۔ جی ہاں! حقیقت یہ ہے کہ وہ نہایت صاف باطن اور نیک دل انسان ہیں۔ اور جیسے وہ خود ہیں ایسا ہی دوسروں کو سمجھتے ہیں۔ لیکن وہ فریب کی بات بھی فوراً ہی سمجھ جاتے ہیں۔

یانس:۔ اور تم کیا خاک سمجھتے ہیں وہ!

مرہف:۔ نہیں عالی جاہ۔ انھوں نے سمجھ لیا تھا۔ لیکن میں نے انھیں ہموار کر لیا۔

یانس:۔ خوب کام کیا تم نے۔

مرہف:۔ مگر میں نے یہ دیکھا کہ جب دس آدمیوں کو منتخب کیا جانے لگا تو ہر شخص چاہتا تھا کہ اسے انتخاب کیا جائے۔ یہ بات اس پر دلالت کرتی ہے کہ وہ بیحد نڈر قوم ہے۔ اور انھیں اپنی بہادری پر بھروسہ ہے۔

یانس نے جوش میں آکر کہا ان کی بہادری اسی وقت کو چ کر جائے گی جب ان کے سر پر ہماری تلواریں بلند ہوں گی۔

مرہف:۔ میں یہی کہتا ہوں کہ صلح کو جنگ پر ترجیح دی جائے۔

یانس:۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔ میں لڑوں گا اور اس وقت تک لڑوں گا جب تک کہ ایک مسلمان بھی زندہ رہے گا۔

مرہف:۔ مگر مسلمانوں کی لڑائی کے پچھلے واقعات؟.....

یانس نے بگڑ کر قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔ محض افسانہ ہیں!"

مرہف:۔ جہاں پناہ پھر سوچ لیجئے!

یانس نے تیز لہجہ میں کہا۔ خوب سوچ لیا ہے"!

مرہف:۔ اس خانہ زاد نے اپنا حق ادا کر دیا!

یانس:۔ اس صلہ میں تم کو کافی انعام ملے گا۔ ہاں یہ بتاؤ کون کون لوگ آنے والے ہیں۔

مرہف:۔ قریب قریب وہ سب ہیں جنھوں نے ملک شام میں داخل ہو کر ہرقل اعظم کی سلطنت کا تختہ الٹ دیا ہے۔

یانس نے بڑا سا منھ بنا کر کہا۔ ملک شام کے بزدل عیسائیوں کا ذکر نہ کرو۔ مجھے ان سے ان کے نام سے ان کے کارناموں سے سخت نفرت ہے۔ میرے سپاہی ان کی سپاہیوں کی طرح بزدل نہیں ہیں۔

مرہف:۔ مگر ان کی جمعیت بہت زیادہ تھی!"

یانس:۔ بہادری کا انحصار جمعیت پر نہیں ہوا کرتا۔ خیر تمکو انکے نام معلوم ہیں؟

مرہف:۔ جی ہاں! چند نام یاد ہیں۔

یانس:۔ کون کون ہیں؟

مرہف:۔ خالدؓ۔ ضرارؓ۔ عبدالرحمٰنؓ۔ عمرو بن معدی کربؓ۔ مقدادؓ۔ دامسؓ اور قیسؓ

یانس:۔ کیا صرف سات آدمی ہی آویں گے۔

مرہف:۔ جی نہیں! آویں گے تو دس ہی لیکن تیسرے کے نام مجھے یاد نہیں رہے۔

یانس:۔ بہت خوب کب آویں گے یہ لوگ!

مرہف:۔ یا تو کل دوپہر کے بعد اور یا پرسوں صبح ہی!

یانس:۔ خیر وہ جب بھی آویں۔ مگر میں ان کے لئے انتظام ابھی سے کر دوں۔

یہ کہتے ہی اس نے ہتھیلی بجائی۔ فوراً ایک خادم حاضر ہو کر جھکا اور پیچھے ہٹ کر دیوار سے جا چپکا۔

یانس نے کہا۔ دیکھو! کسی کو فوراً بھیج کر فوراً سپہ سالار کو بلا لاؤ۔"

خادم:۔ "بہت اچھا جہاں پناہ" کہہ کر پھر جھکا اور باہر چلا گیا۔"

مرہف نے کہا۔ ان میں قیسؓ وہ شخص ہے جس نے صرف ایک ہزار مسلمانوں سے چار ہزار عیسائیوں کو شکست دے کر شہزادی میرونہ کو گرفتار کیا ہے!"

یانس کا چہرہ پھر چمک اٹھا۔ اس نے کہا۔ بہت اچھا کیا تم نے اسے بھی آنے پر آمادہ کر لیا۔ اب میں اس سے عیسائیوں کے قتل اور شہزادی کو گرفتار کرانے کا انتقام لے لوں گا۔

مرہف :۔ اور ان میں سے ایک داسوغ وہ شخص ہے جس نے حلب[1] کا قلعہ ملک شام میں فتح کیا تھا اور اس کی بہادری کا ڈنکا تمام عیسائی دنیا میں بج گیا تھا۔

یانس نے بڑا سانس بھر کر کہا۔ کیا ذکر کیا تم نے ؟"

مرہف :۔ میں یہ باتیں اس لئے عرض کر رہا ہوں کہ جو لوگ آنے والے ہیں وہ ایسے ہیں کہ اپنی زندگیوں کی پرواہ نہیں کرتے ایک ایک آدمی ایک ایک ہزار عیسائیوں پر بھاری ہے۔

یانس :۔ گھبراؤ نہیں۔ اطمینان رکھو ان کی بہادری کا امتحان ہو جائے گا اور ان کی بزدلی کا تماشہ تم اپنی آنکھوں سے دیکھو گے !"

اس وقت خادم نے آکر اطلاع دی کہ سپہ سالار حاضر ہو گیا ہے۔

یانس نے کہا۔ اسے بھیجدو۔

خادم چلا گیا۔ اور ایک جوان عیسائی جو نہایت گرانڈیل تھا۔ داخل ہوا اس نے جھک کر سلام کیا۔ یہی سپہ سالار تھا۔ یانس نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ جب وہ بیٹھ گیا تو یانس نے اس سے رازدارانہ طریقہ پر کہا۔ دیکھو تم قوم۔ ملک، تاج، بیرے اور فرمانروا بہادر ہو۔ میں نے مرہف کے ذریعہ سے دس مسلمانوں کو قلعہ میں بلانے کی کوشش کی ہے وہ کل دوپہر کے بعد یا پرسوں صبح آویں گے۔

یانس سانس لینے کے لئے رکا۔ سپہ سالار اس کے چہرے پر نظریں جمائے نہایت غور سے اس کی گفتگو سن رہا تھا۔ یانس نے پھر کہا۔ میں چاہتا ہوں کہ تم آج ہی سے کچھ لشکر فصیل کے اوپر سے اتار کر جگہ جگہ قلعہ کے اندر متعین کر دو اور جب

---

[1] ۔ ملک شام میں حلب کا قلعہ نہایت مشہور تھا۔ اسے داسوغ نے نہایت حیرت انگیز طریقہ سے فتح کیا تھا۔ اس کا مفصل حال دیکھنے کے لئے ہمارا مشہور ناول معشوقہ حلب ملاحظہ کیجئے۔ (صادق صدیقی سردھنوی)

سلمان آدمیں اس لشکر سے کہدو کہ وہ چاروں طرف سے اس طرح ان کی طرف بڑھے جس سے وہ یہ نہ سمجھیں کہ انھیں محصور کیا جا رہا ہے بلکہ یہ معلوم ہو کہ لشکر نقل و حرکت کر رہا ہے۔ سمجھ گئے تم۔ سپہ سالار نے کہا۔ عالم پناہ! میں سب کچھ سمجھ رہا ہوں۔"

یانس :۔ میں ان سے اس میدان میں ملاقات کروں گا جو گرجہ کے سامنے ہے اور جہاں قسطاس دفرساط کے جلاوطن مقیم ہیں۔ تم کل صبح ہی وہاں ڈیرے اور سائبان کھڑے کرا دو اور ڈیروں کے اندر ان کے پیچھے اور ادھر ادھر اس کثرت سے سپاہی چھپا دو کہ جب میں اشارہ کروں تو اس جگہ کی زمین کے چپہ چپہ سے عیسائی بہادر ابل پڑیں۔

سپہ سالار :۔ ایسا ہی کیا جائے گا حضور!

یانس :۔ جس وقت میں بلند آواز سے "واہ دوستو" کا نعرہ لگاؤں تم چاروں طرف سے نکل کر ان پر ٹوٹ پڑنا۔ اور گرفتار یا قتل کر ڈالنے کی کوشش کرنا۔

سپہ سالار :۔ بہتر ہے حضور۔

یانس :۔ میں نے تم کو اپنا مافی الضمیر بتا دیا ہے۔ اب اس کے متعلق جملہ انتظامات کرنا تمہارا اور مرہف کا کام ہے۔

سپہ سالار :۔ بہت خوب ہم دونوں حسب الحکم تمام کام انجام دے لیں گے۔

یانس :۔ بس اسی لئے تم کو بلایا تھا۔

سپہ سالار سلام کر کے اٹھا۔ مرہف نے کہا۔ کیا مجھے اجازت ہے حضور۔

یانس :۔ ہاں۔ تم بھی جاؤ اور سپہ سالار کے ساتھ شریک کار رہو۔"

مرہف :۔ بہتر ہے۔"

وہ بھی سلام کر کے اٹھا اور سپہ سالار کے ساتھ کمرہ سے باہر نکلا۔ سپہ سالار نے کہا بادشاہ مسلمانوں کو قتل کر ڈالنا آسان سمجھتے ہیں۔

مرہف:۔ میں نے سمجھایا تھا۔ لیکن وہ نہیں مانے۔

سپہ سالار:۔ مجھے تو خیریت نظر نہیں آتی۔

مرہف:۔ ایسا ہی میرا بھی خیال ہے مگر..... زندگی عزیز ہے تو زبان بند رکھو۔

سپہ سالار:۔ بات ٹھیک فرمارہے ہیں آپ مگر انتظام تو کرنا ہی پڑے گا۔

مرہف:۔ انتظام ضرور کرو۔ لیکن اپنے بچنے کی تدبیر پہلے کر لینا۔

سپہ سالار:۔ آپ کے اس مشورہ کا شکریہ!

اب یہ دونوں قصر سے نکلے اور سپہ سالار ایک جانب اور مرہف دوسری طرف چلے گئے

انیسواں باب

اضطراب

قیس رضؓ جب خیمہ کا لنگ پہنے تو کبل کے فرش پر بیٹھ گئے۔ بیٹھ کر کچھ سوچنے لگے۔ دفعتاً انہیں کچھ خیال ہوا اور وہ گھبرا کر اٹھے خیمہ سے باہر نکلے اور ٹہلتے ہوئے لشکر کے کنارہ کی طرف چلے۔ اس وقت وہ سب کچھ بھولے ہوئے تھے پھٹے ہوئے چلے جارہے تھے۔ کیمپ کے کنارے پر جاکر کے انھوں نے دیکھا میرد نہ اور زیتون دونوں جارہی ہیں لیکن اب وہ فصیل سے گذر کر پہاڑ کے قریب پہونچ گئی تھیں انھوں نے ان دونوں کو دیکھا دیکھتے رہے نہایت غور اور بڑی آہستہ سے جب وہ پہاڑ پر چڑھنے لگیں تو وہ کچھ بے چین ہو گئے۔ پیشانی پر ہاتھ رکھ کر سوچنے لگے کچھ دیر کے بعد لوٹے آہستہ آہستہ چلے (ایسی نظروں سے ادھر ادھر دیکھتے جاتے تھے جیسے ان کی کوئی چیز کھو گئی ہو اور اسے تلاش کر رہے ہوں اس وقت ان کا چہرہ کملائے ہوئے پھول کی طرح مرجھا رہا تھا وہ آہستہ آہستہ ٹہل رہے تھے آخر تمام خیموں کی قطار کو طے

کر کے اپنے خیمے پر پہنچے اور دروازہ کا پردہ اٹھا کر اندر داخل ہونے لگے وہ اپنے حواس میں نہ معلوم ہوتے تھے غالباً انھیں یہ بھی خبر نہ تھی کہ کہاں ہیں اور کیا کر رہے ہیں۔ جب انھوں نے خیمہ میں داخل ہونا چاہا تو آواز آئی۔ یا اخی! آپ کو امیر لشکر یاد کر رہے ہیں۔ وہ ٹھٹک کر واپس ہوئے اب جو انھوں نے دیکھا تو ایک اعرابی کھڑا ہوا تھا۔ انھیں تعجب ہوا کہ آیا انھوں نے اس وقت کیوں نہیں دیکھا تھا جب وہ خیمے کے اندر داخل ہو رہے تھے۔ انھیں خیال ہوا کہ شاید وہ ابھی ابھی آیا ہے۔ مگر انھوں نے رفع شک کیلئے دریافت کیا۔ کب آئے ہو تم؟

اعرابی نے کہا۔ دیر سے۔ میں آپ کے انتظار میں کھڑا تھا۔"

قیس رضؓ کو بڑا تعجب ہوا۔ اس نے کہا۔ دیر سے کھڑے تھے؟..... تعجب ہے میں نے آپ کو دیکھا ہی نہیں۔

اعرابی:۔ مجھے بھی تعجب ہے۔ آپ شاید کسی گہرے خیال میں غرق چلے آرہے تھے۔

قیس رضؓ کو اب خیال آیا کہ حقیقت میں وہ مستغرق بخیال تھے اور اس لئے اس اعرابی کو نہ دیکھ سکے۔ انھوں نے کہا۔ تم نے ٹھیک کہا۔ میں کچھ سوچتا آرہا تھا۔

اعرابی:۔ یہی وجہ ہو سکتی ہے۔ جب آپ میری طرف متوجہ نہ ہوئے تب مجھے بولنا پڑا۔

قیس رضؓ:۔ اور تمہارے بولنے سے ہی میں چونکا۔ کچھ معلوم ہے کس لئے انھوں نے اس وقت طلب کیا ہے؟

اعرابی:۔ کچھ معلوم نہیں ہے۔"

قیس رضؓ:۔ میرا مطلب یہ ہے کہ اگر قلعہ میں جانے کے لئے بلایا جارہا ہے تو میں مسلح ہو کر چلوں؟

اعرابی:۔ اس کے متعلق میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

قیس رضؓ:۔ اور کون کون ان کے پاس بیٹھے ہیں؟"

اعرابی:۔ قریب قریب سارے ہی افسر ہیں۔

قیسؓ:۔ وہ مسلح ہیں یا غیر مسلح؟

اعرابی:۔ بعض مسلح ہیں اور بعض غیر مسلح ہیں۔

قیسؓ:۔ اچھا تو ٹھہرو میں بھی مسلح ہو جاؤں۔

یہ کہتے ہی وہ خیمہ کے اندر گئے اور بہت جلد مسلح ہو کر آ گئے۔ اعرابی ان کا انتظار کر ہی رہا تھا وہ خیمہ سے باہر آتے ہی اس کے ساتھ چل پڑے اور لمبے راستے کو طے کر کے امیر عیاضؓ کے خیمہ پر پہنچے۔ وہاں واقعی قریب قریب تمام سردار موجود تھے یہ بھی سلام کر کے ایک طرف بیٹھ گئے۔ امیر عیاضؓ نے مسکرا کر کہا۔ شاید آپ تو قلعہ میں جانے کے لئے بالکل تیار ہو کر آئے ہیں۔

قیسؓ نے کہا۔ جی ہاں!

عیاضؓ:۔ مگر ہم نے آج روانگی ملتوی کر دی ہے۔"

قیسؓ:۔ شاید اس کی کوئی وجہ ہو گی۔"

عیاضؓ:۔ وجہ کوئی نہیں ہے صرف میرے دل میں یہ بات آئی کہ میں آج آپ صاحبان کو جانے سے روک دوں اور کل صبح کی نماز پڑھتے ہی بھیجوں!

قیسؓ:۔ جیسے آپ کی مرضی!

عیاضؓ:۔ مرجف نے یہ کہا تھا کہ کل یا پرسوں بھیجیں گے۔ اس میں کوئی ضرور اس کی مصلحت ہے۔ اسی لئے میں نے آج روانگی ملتوی کر دی ہے۔"

قیسؓ:۔ بہتر ہے!

عیاضؓ:۔ کل جو لڑکی آئی ہے وہ کہاں ہے؟

قیسؓ:۔ وہ اور شہزادی بیرونہ ہوا خوری کے لئے گئی ہیں۔"

عیاضؓ نے متعجب ہو کر قیس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ کہاں گئی ہیں؟

قیسؓ:۔ میں نے انہیں پہاڑ کی اوٹ جاتے ہوئے دیکھا تھا۔

عیاضؓ:۔ کیا شہزادی اپنی خوشی سے گئی ہے۔

قیسؓ:۔ جی ہاں۔

عیاضؓ:۔ اگرچہ وہ ہماری زیر حراست یا تیدی نہیں ہے مگر حفاظت میں ضرور ہے اور اس لئے تم کو اس کے ساتھ اُسے نہ بھیجنا چاہئے تھا۔

قیسؓ:۔ جب وہ چلی گئی تب مجھے اس بات کا خیال آیا۔ کیا آپ کو کوئی بات معلوم ہوئی ہے؟

عیاضؓ:۔ بات تو کوئی معلوم نہیں ہوئی۔ مگر مجھے یہ اندیشہ پیدا ہو گیا ہے کہ کہیں یانس نے دام فریب نہ بچھایا ہو۔ وہ پورا شیطان ہے۔ ہمیں صلح کے دھوکہ میں رکھ کر اس لڑکی کو خود ہمارے لشکر میں بھیجا ہو اور وہ شہزادی کو دھوکہ دے کر لے جانے کے لئے آئی ہو۔

قیسؓ:۔ یہ ممکن ہو سکتا ہے۔

عیاضؓ:۔ اچھا! تم جاؤ اور اگر شہزادی دو گھڑی کے اندر اندر واپس نہ آئے تو اس کی تلاش شروع کرو۔

قیسؓ:۔ اگر آپ اجازت دیں تو کچھ آدمیوں کو لیکر پہاڑ پر نہ چلا جاؤں؟

عیاضؓ:۔ اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔ تم سو آدمی لے جاؤ اور اگر شہزادی واپس آ جائے تو لکڑیاں کٹواتے لاؤ اور اگر واپس نہ آئے تو اسے تلاش کرو۔"

قیسؓ:۔ مگر اتنے لوگوں کے لے جانے سے کہیں فصیل پر کھڑے ہوئے عیسائی مشکوک نہ ہو جائیں۔

عیاضؓ:۔ تو کچھ کم لے جاؤ۔ مگر شہزادی تمہاری حفاظت میں ہے اور تم ہی کو اسے تلاش کر کے لانا چاہئے۔

قیسؓ:۔ ان شاء اللہ۔ میں ہی لاؤں گا۔"

عیاضؓ:۔ اچھا اب تم جاؤ۔

قیسؓ سلام کر کے اٹھے اور تیزی سے اپنے خیمے کی طرف روانہ ہوئے اس وقت ان کے دل میں طرح طرح کے خیالات آ رہے تھے۔ سوچتے تھے کہ بڑی غلطی ہوئی جو شہزادی کو جانے دیا۔ زیتون بڑی چالاک لڑکی ہے ضرور وہ باتوں سے ساز باز کئے ہوئے ہے اور شہزادی کو اس کے چنگل میں پھنسانے کے لئے دھوکہ دے کر لے گئی ہے۔ پھر سوچتے کہ کسی طرف سے بدظنی اچھی نہیں ہوتی۔ ممکن ہے وہ دونوں واپس آ گئی ہوں یا اور تھوڑی دیر میں واپس آ جائیں۔ اس قسم کے خیالات میں ہچکولے کھاتے وہ اپنے خیمہ پر پہونچ گئے۔ اس وقت ان کا غلام شاہد خیمہ کے باہر کھڑا تھا۔ انھوں نے اس سے دریافت کیا کہ کہو شہزادی تو واپس نہیں آئیں ابھی؟ شاہد نے جواب دیا۔ یا سیدی ابھی نہیں آئیں لیکن آپ کچھ متفکر سے کیوں ہیں۔؟۔

قیسؓ:۔ شاہد! میں نے شہزادی کو اپنے ہاتھ سے کھو دیا۔

شاہد:۔ کیا بات ہو گئی ہے؟

قیسؓ:۔ زیتون اسے دھوکہ دیکر لے گئی۔

شاہد:۔ میرا بھی ایسا ہی خیال ہے!

قیسؓ:۔ پھر اب کیا کرنا چاہیئے۔؟۔

شاہد:۔ وہ پہاڑ پر گئی ہے۔ ہمیں وہاں چل کر تلاش کرنا چاہیئے۔ ابھی وقت ہے۔ کچھ زیادہ دیر نہیں گذری ہے۔

قیسؓ:۔ کس قدر آدمی لے چلنے چاہئیں ہمیں؟

شاہد:۔ ایک بھی نہیں صرف میں اور آپ،،

قیسؓ:۔ اچھا تو جلدی سے دو گھوڑے تیار کر لو۔"

شاہد:۔ بہت بہتر۔

وہ لپک کر گیا اور دو گھوڑے لے آیا دونوں گھوڑوں پر سوار ہوئے اور چلے جب وہ لشکر سے باہر نکلے تو انھوں نے دامسؓ کو پچیس غلاموں کے ساتھ خچروں پر چڑھے ہوئے جاتے دیکھا۔ قیسؓ نے بڑھ کر دامسؓ کو سلام کیا۔

دامسؓ نے سلام کا جواب دے کر دریافت کیا۔ کہاں جا رہے ہو قیسؓ؟۔

قیسؓ نے جواب دیا۔ رات جو لڑکی آئی تھی وہ شہزادی کو ساتھ لے کر ہوا خوری کے لئے لے گئی تھی۔ مگر ابھی تک واپس نہیں آئی۔ میں ان دونوں کو تلاش کرنے جا رہا ہوں۔

دامسؓ:۔ آپ نے ایسی غلطی کیوں کی کہ اس کے ساتھ شہزادی کو جانے دیا۔

قیسؓ:۔ کیا کہوں غلطی کی بڑی حماقت ہوئی۔

دامسؓ:۔ وہ دونوں کس طرف گئی تھیں؟

قیسؓ:۔ میں نے انھیں پہاڑ پر چڑھتے ہوئے دیکھا تھا۔

دامسؓ:۔ اچھا تو صبر کرو اور ہمارے ساتھ چلو۔ ہم بھی لڑکیاں لینے پہاڑ پر ہی جا رہے ہیں۔

قیسؓ:۔ بہت اچھا۔ مگر ذرا تیز چلئے۔

دامسؓ:۔ ہاں تیز ضرور چلنا چاہیئے۔

یہ کہتے ہی انھوں نے اپنے خچروں کو بڑھایا۔ قیسؓ اور شاہد کے گھوڑے ان کے ساتھ اور غلاموں کے خچر ان کے پیچھے بڑھے۔

بیسواں باب

ایک اور آفت

جب کلیوس او اس کے ساتھی چٹان کے شگاف سے نکل کر میرونہ اور زیتون کے سامنے آئے تو زیتون نے یہ سمجھا کہ یانس کے سپاہی ہیں اور اسی لئے میرونہ کیطرف اشارہ کر کے کہا تھا "تمہارا اشکار وہ ہے" مگر جب وہ قریب آیا اور اس نے اپنی مصنوعی داڑھی اور مونچھیں الگ کر دیں تو میرونہ نے اسے پہچان لیا اور میرونہ اور زیتون دونوں اسے دیکھ کر ششدر رہ گئیں۔ کلیوس نے کہا "شہزادی آخر تم میرے پنجہ میں آگئیں نا؟"

شہزادی اس کا کیا جواب دیتی وہ خاموش تھی۔ کلیوس نے پھر کہا۔ اب بلاؤ اس منحوس عرب کو جسے اس روز بلایا تھا۔

میرونہ نے کہا۔ تم کیوں مجھے پریشان کرتے ہو؟"

کلیوس نے کہا۔ اس لئے کہ میں تمہیں چاہتا ہوں۔"

میرونہ:۔ مگر میں شہزادی ہوں۔

کلیوس:۔ اور میں بھی کوئی معمولی آدمی نہیں ہوں۔"

میرونہ:۔ دیکھو کسی کو ستانا اچھا نہیں ہوتا۔"

کلیوس:۔ یہی میں تم سے کہتا ہوں۔"

میرونہ:۔ تمہاری آنکھیں بند ہیں۔

کلیوس:۔ بے شک آپ کے تابش حسن سے میری آنکھیں بند ہیں اب یہ کہو کہ خوشی سے میرے ساتھ چلتی ہو یا ہم جبراً لے چلیں؟"

میرونہ:۔ نہیں مجھے اپنے ساتھ نہ لے چلو۔

کلیوس:۔ تمہیں یہ خبر نہیں ہے۔ میرونہ کہ جب تمہیں عرب میرے پنجہ سے چھڑا کر لے گیا تو مجھ پر کیا گذری۔

میرونہ چپ رہی اس نے کوئی جواب نہ دیا نہ کچھ دریافت کیا۔ کلیوس نے خود ہی کہنا شروع کیا۔ بس یہ سمجھ لو کہ میں رات بھر انگاروں پر لوٹتا رہا مگر تم اسی قدر سنگ دل ہو کہ تمہیں میری اس رات کی کرب و بے چینی کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے۔

میرونہ بت بنی اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ کلیوس نے کچھ وقفہ کے بعد پھر کہا۔ غم و غصہ کی وجہ سے مجھے رات بھر نیند نہیں آئی۔ اس وقت میرے آدمی مجھ سے بہت دور تھے اگر قریب ہوتے تو میں اسی وقت اس بدمعاش عرب سے انتقام لے کر تمہیں چھین کر زبردستی لے جاتا۔ سن رہی ہو تم۔

میرونہ بھولی صورت بنائے معصوم منگاہوں سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی اور جو کچھ بکواس وہ کر رہا تھا اسے سن رہی تھی۔ کلیوس نے پھر اپنا سلسلہ شروع کیا۔ اس نے کہا میں دوسرے روز صبح ہی وہاں سے روانہ ہو گیا اور اپنے آدمیوں کو لے کر اسی پہاڑ پر پہونچ گیا جہاں تمہیں اٹھا کر لے گیا تھا مگر وہاں جا کر میں نے دیکھا کہ پہاڑ کے دونوں طرف عیسائیوں کی لاشیں پڑی سڑ رہی تھیں میں سمجھ گیا کہ مسلمانوں نے انھیں مار ڈالا مجھے یہ دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی۔

اس نے شہزادی کی دلکش آنکھوں کی طرف دیکھ کر کہا۔ شاید شہزادی تم خیال کرو گی کہ میں کیسا عیسائی ہوں جسے عیسائیوں کے مارے جانے پر خوشی ہوئی۔ سنو! میں اس لئے خوش ہوا کہ پریول اور یانس کی طاغوتی طاقت کو قائم رکھنے والے بھیڑیئے مارے گئے وہ بھیڑیئے جو انسان ہوتے ہوئے اپنے بھائی انسانوں کو چیر پھاڑ ڈالتے ہیں ایسے لوگوں کے مارے جانے سے کسے خوشی نہ ہوگی۔ بلکہ زیادہ خوشی تو اسوقت

ہوگی جب یہ دونوں حکومتیں مٹ جائیں اور دونوں بادشاہ موت کے گھاٹ اتار دیئے جائیں۔ خیر میں ان لاشوں کو دیکھ کر خوش ہوا لیکن ایک افسوس بھی ہوا اور وہ یہ کہ تم جسے میں ہزار جان سے چاہتا ہوں مسلمانوں کے ہاتھوں میں گرفتار ہوگئیں۔ میرونہ نے دریافت کیا۔ میری گرفتاری کی خبر تمہیں کس نے دی۔

کلیوس:۔ کسی نے نہیں۔ صرف میں نے قیاس سے اس بات کو سمجھ لیا اور میرے دل نے اس کی تائید کر دی۔

میرونہ:۔ اور تم پھر واپس چلے گئے۔

کلیوس:۔ نہیں۔ واپس کیسے جا سکتا تھا سینے میں تو محبت کی آگ دہک رہی تھی۔

میرونہ:۔ پھر کیا کیا تم نے؟

کلیوس:۔ میں لشکر کے نقش قدم پر چل پڑا۔ میں نے تھوڑی ہی دور چل کر اسے پالیا۔ مگر.....

میرونہ:۔ مگر تم کو اس پر حملہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی؟

کلیوس:۔ میں جھوٹ اور شیخی سے نفرت کرتا ہوں۔ بات یہی ہے کہ میں اتنا بڑا لشکر دیکھ کر ڈر گیا۔

میرونہ:۔ کتنا لشکر تھا وہ؟

کلیوس:۔ شاید ایک ہزار تھا۔

میرونہ:۔ تم اس لشکر کو بڑا لشکر کہتے ہو؟

کلیوس:۔ میرے نزدیک بڑا ہی تھا۔

میرونہ:۔ شاید تمہارے ساتھ گنتی کے چند آدمی تھے۔

کلیوس:۔ نہیں میرے ساتھ اڑھائی سو جوان تھے۔

میرونہ:۔ تب واقعی تم کچھ نہ کر سکتے تھے۔

کلیوس:۔ میرے بہادر آدمیوں نے مجھے مشورہ دیا کہ میں حملہ کر دوں۔ مگر مجھے حوصلہ نہ ہوا۔

میرونہ نے طنزیہ لہجہ میں کہا۔ شاید اس وجہ سے کہ تمہارے بچیس تیس آدمیوں نے تمہارے پچیس تیس آدمیوں سے جنگ کر کے بہت سے جوانوں کو مار ڈالا تھا

کلیوس:۔ بلکہ نہ دو شہزادی! حقیقت یہی ہے میں مسلمانوں کی بہادری دیکھ چکا تھا۔ اس کے علاوہ میں نے عیسائیوں کا لشکر بھی دیکھا تھا جو چار ہزار تھا اور پھر ان کی لاشیں بھی دیکھی تھیں۔ جب ایک ہزار مسلمانوں نے چار ہزار عیسائیوں پر فتح پائی تو میں اڑھائی سو جوانوں سے حملہ کر کے کب کامیاب ہو سکتا تھا۔

میرونہ نے حقارت بھری نظروں سے اسے دیکھ کر کہا اور تم اس لشکر کو دیکھتے ہی بھاگ گئے۔؟"

کلیوس:۔ میرا مذاق نہ اڑاؤ شہزادی۔ اگرچہ میں مسلمانوں سے ڈر گیا تھا مگر اتنا بزدل نہیں تھا کہ فوراً ہی ڈر کر بھاگ جاتا۔

میرونہ:۔ اچھا! تو تم شب خوں مارنے کی تاک میں رہے؟

کلیوس:۔ ہاں! میں اسی فکر میں رہا کہ موقعہ ملنے پر میں تم کو پھر اسی طرح چپکے سے اٹھا لے جاؤں جس طرح ایک دفعہ پہلے لے جا چکا تھا۔ مگر!

میرونہ:۔ مگر اس کا بھی حوصلہ نہ ہوا۔

کلیوس:۔ نہیں۔ بلکہ کم بخت مسلمان نہایت ہوشیار رہتے تھے۔ پتہ کھٹکا اور انھوں نے تیر چلایا۔ اس لئے مجھے موقعہ نہ ملا اور میری ساری محنت رائیگاں گئی

میرونہ:۔ اور جب تم ناامید ہو گئے تو کہاں چلے گئے؟

کلیوس:۔ میں اس وقت تک فکر میں لگا رہا جب تک دریا سمندر میں نہ مل گیا۔

کلیوس قہقہہ لگا کر ہنسا۔ اس نے کہا۔ تم سچی ہو شہزادی۔ میں نے کیسا اچھا استعارہ استعمال کیا۔ یعنی جب تک مسلمانوں کا وہ چھوٹا لشکر بڑے لشکر میں نہ شامل ہو گیا۔ جب دونوں لشکر مل گئے تو میں ناامید ہو کر یہاں پہاڑ پر آ گیا اور اب بھی اس فکر میں رہا کہ موقع ملے تو تمہیں اٹھا لاؤں۔ لیکن ہمت نہ پڑی مگر آج غیب سے قدرت نے تم کو میرے پنجہ میں لا پھنسایا۔ ابتہار کے لئے یہی بہتر ہے کہ خوشی سے میرے ساتھ چلو۔

میرونہ نے استقلال کے لہجہ میں کہا۔ میں ہرگز ہرگز تمہارے ساتھ نہیں جا سکتی

کلیوس نے اس کے پھول سے گالوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اب ضد کرنے سے کیا نتیجہ ہوگا۔ کون تمہاری مدد کرنے یہاں آ سکتا ہے۔

میرونہ:۔ جس خدا نے اس وقت ایک فرشتۂ رحمت کو بھیجا تھا وہی اب بھی کسی کو بھیج دیگا۔

کلیوس:۔ (خوفناک قہقہہ لگاتے ہوئے) اطمینان رکھو اب کوئی نہیں آئے گا میں خوب جانتا ہوں کہ اس پہاڑ پر فرد بشر کا پتہ بھی نہیں ہے۔"

میرونہ:۔ مگر خدا میں بڑی قدرت ہے وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔

کلیوس:۔ اگر خدا میں قدرت ہوتی تو وہ پریول اور یانسی جیسے ظالم حکمرانوں کا خاتمہ کر دیتا۔"

میرونہ:۔ خدا کے منکر اور مغرور انسان اس میں سب کچھ قدرت ہے۔

کلیوس:۔ اچھا تم اس کی مدد کا انتظار کرو۔ میں تم کو زبردستی اپنے ساتھ لئے جاتا ہوں۔

یہ کہتے ہی اس نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ یہ دونوں ضدی لڑکیاں خوشی سے ہمارے ساتھ نہ چلیں گی۔ انھیں گھوڑوں کے اوپر سے اتار لو

اور لے چلو۔

فوراً کئی آدمی میرونہ اور زیتون کی طرف جھپٹے اور انھوں نے ان کو گھوڑوں سے نیچے کھینچ لیا۔ زیتون نے بے اختیار چیخ ماری۔ میرونہ نے بلند آواز سے کہا۔ "خدایا! مدد کرنا!!"

کلیوس نے پھر قہقہہ لگایا۔ اور کہا۔ "آچکی خدا کی مدد!"

ابھی وہ یہ کہہ ہی رہا تھا کہ اسی شگاف میں سے جس میں سے وہ اور اسکے ساتھی نکلے تھے۔ کچھ سپاہی نکل نکل کر ان کی طرف جھپٹے۔ میرونہ زیتون کلیوس اور اسکے ساتھیوں نے ان آنے والے آدمیوں کی طرف دیکھا وہ عیسائی تھے۔ یانس کے لشکر کے سپاہی۔"

وہ اپنی مخصوص پوشاک کی وجہ سے دور ہی سے پہچانے جاتے تھے ان میں سے ایک شخص نے جو سب سے آگے آ رہا تھا کہا۔ خبردار بدذات ڈاکوؤں" ان سپاہیوں کو دیکھتے ہی میرونہ۔ زیتون۔ کلیوس اور اس کے وہ ساتھی جو اسوقت اس کے گرد کھڑے تھے۔ حیران ہو کر آنے والے عیسائیوں کو دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے۔

اکیسواں باب

تائید غیبی

آنے والے عیسائی یانس کے سپاہی تھے اور وہ میرونہ کو گرفتار کر کے لانے کے لئے بھیجے گئے تھے انھوں نے آتے ہی ڈاکوؤں کو چاروں طرف سے گھیر لیا ان کے افسر نے کلیوس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ بدمعاش لٹیرے زندگی چاہتا ہے تو

ہتھیار ڈال دے۔"

کلیوس کو غصہ آ رہا تھا۔ اس نے گرج کر کہا۔ شیطانو اپنی خیر لو۔"

افسر نے کڑک کر کہا۔ اس قدر گستاخی ؟

وہ سپاہیوں کی طرف گھوما اور بلند آواز سے۔ نکالو تلواریں اور ایک ایک ڈاکو کا خاتمہ کر دو۔"

فوراً اس کے سپاہیوں نے تلواریں کھینچ لیں۔ ڈاکو بھی تلواریں سونت سونت کر مرنے مارنے پر تیار ہو گئے۔ کلیوس نے کہا۔ فضول خونریزی نہ کرو۔"

افسر نے کہا مجھے منظور ہے۔ میں تمہیں چلے جانے کی اجازت دے سکتا ہوں۔"

کلیوس:۔ میں بھی تم سے کوئی تعرض نہ کروں گا۔

افسر:۔ اچھا! تو چلے جاؤ تم اپنے ان وحشی ساتھیوں کو بھی لے جاؤ۔

کلیوس:۔ اور شہزادی کو؟

افسر:۔ اسے نہیں لے جا سکتے ہم اسے ہی لینے کے لئے تو آئے ہیں۔

کلیوس:۔ اگر تم اسے لے جانا چاہو گے تو جنگ نہیں رک سکتی۔

افسر:۔ حماقت نہ کرو اسے چھوڑ دو اور اپنی جانیں بچا کر لے جاؤ!"

کلیوس:۔ (گرج کر) گویا ہم تم سے ڈرتے ہیں۔

افسر نے سنجیدگی سے کہا۔ میرے ساتھ دو سو نوجوان ہیں اور تم صرف پچاس ہی ہو۔

کلیوس:۔ مگر میرے دو سو آدمی اور بھی ہیں اور یہاں سے بہت ہی قریب چھپے ہوئے ہیں۔

افسر:۔ ہوں۔ میں تم سے نہیں ڈرتا۔ شہزادی کو لینے کے لئے آیا ہوں اور اسے ضرور لے جاؤں گا۔

کلیوس نے ہنس کر کہا۔ شہزادی کو تو کیا لے جاؤ گے۔ ہاں اسے لے جانے کی تمنا

دل میں لئے ہوئے دنیا سے رخصت ہو جاؤ گے۔!"

افسر:۔ اچھا! اگر یہ حوصلہ ہے تو تیار ہو جاؤ۔

یہ کہتے ہی افسر نے اپنے سپاہیوں سے کہا۔ دلیرو ان بدمعاشوں کے ٹکڑے کر ڈالو۔"

یہ سنتے ہی اس کے سپاہیوں نے ڈاکوؤں پر حملہ کر دیا۔ ڈاکو بھی پہلے ہی سے تیار تھے وہ بھی ٹوٹ پڑے۔ جنگ شروع ہو گئی۔ تلواریں جلد جلد اٹھ اٹھ کر انسانوں کے سروں پر بجلی کے کوڑوں کی طرح لہرانے لگیں۔

ڈاکو سپاہیوں میں اور سپاہی ڈاکوؤں میں گھس گئے۔ ایک فریق دوسرے فریق پر زور شور سے حملے کرنے لگا۔ تھوڑی ہی دیر میں انسان کٹ کٹ کر گرنے لگے۔ خون کی پچکاریاں اچھلنے لگیں۔ سر و تن کے فیصلے ہونے لگے۔ صاف و شفاف تلواریں خون میں رنگی جانے لگیں۔

ڈاکو صرف پچاس ہی تھے۔ اور یانس کے سپاہی بھی اسی قدر تھے۔ مگر ابھی تک مزید سپاہی شگاف میں سے نکل نکل کر بڑھتے اور ڈاکوؤں کے گرد پھیلتے جاتے تھے۔ یہاں تک ان کا آخری سپاہی بھی آ گیا۔

افسر نے سچ کہا تھا وہ دو سو ہی تھے درّہ میں دور تک پھیل گئے تھے اور جہاں تک وہ پھیلتے چلے گئے تھے وہیں تک ڈاکو بھی پھیلتے گئے اگرچہ ڈاکو کم تھے لیکن وہ جانبی ہتھیلیوں پر لئے ہوئے نہایت جوش اور بڑی دلیری سے لڑ رہے تھے ان کی تلواریں تیزی سے چل رہی تھیں اور وہ یانس کے سپاہیوں کو تلواروں کے گھاٹ اتار رہے تھے مگر سپاہی زیادہ تھے اور تھوڑے ڈاکوؤں کو دیکھ کر ان کے حوصلے بڑھے ہوئے تھے اس لئے وہ بھی نہایت بہادری سے لڑ رہے تھے۔

انھوں نے بہت سے ڈاکوؤں کو مار ڈالا تھا اور انھیں سب کو قتل کرنے

کے لئے جھپٹ جھپٹ کر حملے کر رہے تھے۔ جنگ نہایت زور شور سے ہو رہی تھی مرنے والے چیخ رہے تھے۔ تمام درہ گونج رہا تھا خشک پتھر خون سے تر ہو رہے تھے جہاں تہاں لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔

زیتون اور میرونہ دونوں ایک طرف سہمی ہوئی کھڑی تھیں اور خوفزدہ نظروں سے خونریزی ہوتے ہوئے دیکھ رہی تھیں وہ گھبرا گھبرا کر کبھی خون آلودہ تلواروں کو کبھی لڑنے کو کبھی زخمی ہو کر گرنے والوں کو اور کبھی تڑپ تڑپ کر مرنیوالوں کو دیکھ دیکھ کر خوفزدہ ہو رہی تھیں۔

اس وقت ان دونوں کے چہروں کے رنگ اڑے ہوئے تھے وہ وہاں سے بھاگ نکل جانا چاہتی تھیں مگر لڑنے والے درہ میں دور تک پھیلے ہوئے تھے اس لئے انھیں بھاگنا تو کیا وہاں سے ایک قدم بھی ادھر ادھر ہٹنے کا موقع نہ ملتا تھا۔

وہ کھڑی تھیں سہمی ہوئی اور گھبرائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہی تھیں۔ ڈاکو سپاہیوں کا اور سپاہی ڈاکو کا خاتمہ کرنے کے لئے بڑے جوش و خروش سے حملے کر رہے تھے۔

افسر چند سپاہیوں کو ساتھ لیکر بڑھا اور کلیوس پر حملہ آور ہوا۔ کلیوس اس وقت تنہا کھڑا لڑ رہا تھا اس کے ساتھی اس سے فاصلہ پر کھڑے سپاہیوں سے الجھ رہے تھے۔ جس وقت افسر اور اس کے سپاہیوں نے اس پر حملہ کیا تو وہ بھی سنبھل گیا اور اس نے جوش و غضب میں بھر کر افسر پر حملہ کیا۔ لیکن ابھی وہ اس کے پاس پہنچا بھی نہ تھا کہ یا تو اس کے سپاہیوں کی تلواریں اس کے سر پر پڑیں۔

اس نے نہایت پھرتی سے پینترے بدل بدل کر حملے روکے لیکن جبکہ وہ سپاہیوں کے وار روک رہا تھا افسر نے موقعہ پا کر اس کی پشت پر تلوار ماری چونکہ وہ اس ناگہانی حملہ کے لئے تیار نہ تھا اس لئے تلوار کاری پڑی اور ریڑھ کی ہڈی کے قریب گہرا زخم آگیا۔

اس زخم سے اس کے تمام بدن میں آگ سی لگ گئی۔ وہ جھکا لیکن فوراً ہی سنبھلا اور بغیر ایک لمحہ ضائع کئے بھاگا۔ بھاگتے ہوئے اس نے چلا کر کہا چلو! دلیرو چلو!! اس کی آواز سنتے ہی ڈاکو بدحواس ہو گئے اور گھبرا گھبرا کر بھاگنے لگے۔ ان بھگوڑوں میں سے بہت سے ڈاکوؤں کو سپاہیوں نے مار ڈالا۔ پھر بھی بہت سے ڈاکو جان بچا کر لے ہی گئے۔ اور تھوڑی ہی دیر میں تمام درہ ڈاکوؤں سے صاف ہو گیا۔

اس جنگ میں تقریباً تیس ڈاکو اور پندرہ سپاہی کام آئے ڈاکوؤں کے بھاگ کر نظروں سے غائب ہو جانے پر سپاہیوں نے فتح کا [illegible] سب اکٹھے ہو کر میرونہ اور زیتون کی طرف بڑھے۔

اس وقت زیتون کو اطمینان ہو گیا تھا اور اس کے چہرے کا اڑا ہوا شہابی رنگ واپس آگیا تھا لیکن حور وش میرونہ ابھی تک گھبرا رہی تھی اور اس کا چہرہ پھیکا پڑا ہوا تھا۔ جب اس نے سپاہیوں اور افسروں کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا تو اور بھی سہم گئی۔

سپاہی اس کے قریب آکر دور تک پھیل کر کھڑے ہو گئے افسر بڑھ کر اس کے سامنے آیا۔ اس نے زیتون سے مخاطب ہو کر کہا۔ کیا آپ ہی کا نام زیتون ہے؟ زیتون نے جواب دیا۔

"ہاں! زیتون میرا ہی نام ہے اور میں ہی شہزادی کو لینے گئی تھی۔"

افسر۔ ٹھیک ہے۔ بادشاہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ آپ کو آپ کی مرضی کے مطابق اگر ساتھ چلیں تو لے چلوں یا کہیں اور جانا چاہیں تو وہاں پہنچا دوں۔

میرونہ نے حیرت بھری نظروں سے زیتون کو دیکھ کر کہا۔ تم مجھے لینے گئی تھیں۔

زیتون۔ ہاں۔

میرونہ۔ کس کے کہنے سے؟۔

زیتون:۔ بادشاہ یانس کے حکم سے۔

میرونہ:۔ اور وہ میرے والد کی خبر؟

زیتون:۔ محض غلط تھی۔ وہ تو تم کو یہاں تک لانے کیلئے ایک بہانہ تھا۔

میرونہ نے جوش میں آکر کہا۔ شریر اور مکار زیتون تو نے مجھے بدکاروں کے حوالے کرنے کے لئے فریب کا جال بچھایا تھا۔

زیتون:۔ ہاں۔

میرونہ:۔ کیا لالچ دیا گیا تھا تجھے؟

زیتون:۔ تھاج کی ملکہ بنانے کا!

میرونہ:۔ جا اور تھاج کی ملکہ بن جا۔

زیتون:۔ اب مجھے ملکہ بننے کی خواہش نہیں رہی ہے ملکہ بننا تم کو مبارک ہو۔

میرونہ نے اس فریب کار کو دیکھ کر کہا اور تو.....

زیتون نے مسکراتے ہوئے کہا..... میں مسلمانوں میں واپس جاؤں گی اور قیسؓ کو اپنا بنانے کی کوشش کروں گی۔

میرونہ کو بڑا غصہ آیا۔ اس نے جوش میں آکر کہا۔ بدکار فریبی حسینہ تو کبھی اپنی آرزو میں کامیاب نہ ہوگی۔"

زیتون نے سنجیدگی کے لہجہ میں کہا۔ تم دیکھو گی تو کیا۔ مگر ہاں سن لو گی کہ قیسؓ میرا اور میں قیسؓ کی ہوں گی۔

افسر نے کہا۔ معاف کیجئے ہم زیادہ دیر یہاں نہیں ٹھہر سکتے! بتائیے آپ نے کیا فیصلہ کیا ہے؟

زیتون:۔ میں نے اپنا کام کر دیا ہے اب میں آزاد ہوں۔

افسر:۔ بے شک آزاد ہو۔

زیتون:۔ تم شہزادی کو لے جاؤ اور مجھے اسی جگہ چھوڑ دو۔

افسر:۔ بہت اچھا..... شہزادی صاحبہ آپ ہمارے ساتھ چلیں۔

میرونہ نے جوش میں آکر کہا۔ میں نہیں جا سکتی!"

افسر:۔ لیکن..... ہمیں حکم ہوا ہے کہ جس طرح بھی ہو آپ کو قلعہ میں لے چلیں۔

میرونہ:۔ مگر میں نہ جانے کا عہد کر چکی ہوں۔

افسر:۔ کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ خوشی سے نہ چلو گی زبردستی لے جایا جائے گا۔

میرونہ:۔ تم مجھے زندہ نہیں لے جا سکتے۔"

افسر:۔ اطمینان رکھئے ہم زندہ ہی لے جائیں گے۔"

میرونہ:۔ ناممکن ہے۔"

افسر:۔ تو آپ خوشی سے نہ چلیں گی؟"

میرونہ:۔ کبھی نہیں۔

افسر:۔ گستاخی معاف۔ اب ہمیں مجبوراً زبردستی کرنی پڑے گی۔"

یہ کہتے ہی افسر اس کی طرف بڑھا وہ سہم کر پیچھے ہٹی اور چٹان سے چپک کر کھڑی ہو گئی اس نے اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا کر چٹان سے لگا لئے اور خوفزدہ نظروں سے اس کی طرف دیکھنے لگی۔

زیتون اس کے پاس آئی اور اس نے کہا۔ شہزادی فضول ضد نہ کرو۔

میرونہ نے نفرت و حقارت بھری نظروں سے اسے دیکھ کر کہا۔ دور ہو جا قطامہ"

اس عرصہ میں افسر نے بڑھ کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ شہزادی اس طرح چونکی جیسے اس کے ہاتھ پر سانپ نے ڈنگ مارا۔ اس نے ہاتھ چھڑاتے ہوئے کہا۔ خبردار۔ دور ہو جاؤ! مجھے ہاتھ نہ لگاؤ۔"

افسر:۔ میں یا کوئی اور تمہیں کبھی ہاتھ لگانے کی جرأت نہ کریں اگر تم خوشی سے

ہمارے ساتھ چلنے پر تیار ہو جاؤ۔"

میرونہ نے ہاتھ چھڑانے کے لئے بل کھاتے ہوئے کہا۔ چھوڑ دو میرا ہاتھ میں تم وحشیوں کے ساتھ نہیں جا سکتی۔

اپنا ہاتھ چھڑانے کی جدوجہد کرتے ہوئے اس کی سنہری زلفیں پریشان ہو کر اس کے کندھوں، روشن پیشانی اور گورے گورے رخساروں پر آپڑیں۔ افسر مرد تھا میرونہ ناز آفریں لڑکی۔ ہر چند اس نے اپنا ہاتھ چھڑانے کے لئے پورا زور لگایا لیکن نہ چھڑا سکی۔

اس کا سانس پھول گیا۔ بدن پسینہ پسینہ ہو گیا اور وہ ہلکان ہو کر رہ گئی۔ اب افسر نے بڑھ کر اس کی کمر کے گرد ہاتھ ڈالا وہ پھر طیش میں آ کر زور کرنے لگی اور اس نے بلند آواز سے کہا۔

ہٹ جا بد کار! دور ہو جا! لیکن افسر نے اس کی ایک بات بھی نہ سنی نہ وہ اس کی غصہ بھری نظروں سے ڈرا۔ بلکہ اسے آغوش میں اٹھا کر لے چلا اس نے آسمان کی طرف دیکھ کر کہا۔

خدایا! بچا مجھے ان درندوں کے ہاتھوں سے بچا!"

افسر نے کہا۔ فضول شور و غل نہ کر و شہزادی! تم کو کوئی نہیں بچا سکتا ہے۔ میرونہ نے اس کی آغوش میں تڑپتے ہوئے کہا۔

"خدا بچائے گا۔"

افسر نے ہنستے ہوئے کہا۔ اچھا میں بھی دیکھوں گا!

یہ کہہ کر وہ اسے لئے ہوئے لوٹا اور شگاف میں داخل ہو کر چٹان کے اوپر چڑھ گیا۔ اس طرف دور تک چٹانیں اونچی نیچی بے ترتیبی کی حالت میں پھیلی چلی گئی تھیں ان چٹانوں پر درخت کثرت سے کھڑے تھے۔

چونکہ چٹانیں مسطح نہ تھیں اس لئے یہ لوگ کبھی کسی چٹان کے اوپر چڑھ کر چلنے لگتے تھے اور کبھی نیچے اتر جاتے تھے۔

خورد میرونہ ابھی تک اپنی رہائی کیلئے جدوجہد کر رہی تھی تھوڑی دور چل کر انھوں نے لکڑیاں کاٹنے کی آواز سنی!

میرونہ نے چلا کر کہا۔ "مدد۔ مدد"!!

افسر نے جلدی سے اس کا منہ بند کر دیا مگر میرونہ نے دونوں ہاتھوں سے اسکا ہاتھ اپنے منہ کے اوپر سے الگ کر کے چلا کر کہا۔ "بچاؤ۔ مجھے ان درندوں کے ہاتھوں سے بچاؤ۔"

اسکی آواز گونج گئی۔ افسر نے کہا۔ شہزادی اگر تم پھر بولو گی تو تمہیں ہمیشہ کے لئے خاموش کر دیا جائے گا۔

شہزادی نے کہا! مجھے یہ منظور ہے کہ تم یہیں مار ڈالو۔"

افسر نے غصہ میں آ کر کہا۔ اگر تم خاموش نہ ہو گئیں تو بے شک میں تم کو مار ڈالوں گا۔

میرونہ۔ میں کبھی چپ نہ ہوں گی۔

اس نے پھر زور سے کہا۔ مدد۔ مدد۔ بچاؤ۔ بچاؤ۔"

اب کچھ لوگوں کے بھاگنے کی آواز آئی۔ شہزادی نے پھر چلا کر کہا۔

مدد! امدد!! .....

"ایک گرجدار آواز آئی۔ نہ گھبراؤ نہ گھبراؤ!!"

سب نے اس آواز کی طرف دیکھا۔ ایک عرب ایک چٹان کے اوپر سے جلدی جلدی اتر رہا تھا اس کے پیچھے اور بھی بہت سے عرب تیزی سے اڑے چلے آ رہے تھے۔

جب سب سے آگے آنے والا عرب قریب آیا تو میرونہ نے پہچان لیا۔ وہ قیس تھے۔

اس نے کہا۔ "قیس۔ قیس!!

ان عربوں کو دیکھتے ہی افسر اور اس کے سپاہی کچھ گھبرا گئے۔ افسر نے آہستہ آہستہ شہزادی

کو ایک پتھر پر کھڑا کر دیا اور خود خوفزدہ نگاہوں سے عربوں کو دیکھنے لگا۔

بائیسواں باب

بہادر عرب

جس چٹان پر سے قیسؓ اور اس کے پیچھے اور عرب دوڑ کر اتر رہے تھے وہ ذرا اونچی اور بہت کم ڈھال دار تھی اسی وجہ سے انھیں اترنے میں تکلیف ہو رہی تھی مگر پھر بھی وہ لڑھکتے ہوئے چلے آ رہے تھے۔ نہایت تیزی سے جیسے ان کے پر لگے ہوں اور وہ اڑتے آ رہے ہوں سب سے آگے قیسؓ ان کے پیچھے ان کا غلام شاہد اور شاہد کے پیچھے دامسؓ اور دوسرے تمام غلام تھے۔ سب میانوں سے تلواریں کھینچے ہوئے بھاگے آ رہے تھے۔

آخر سب سے پہلے قیسؓ اترے اور میرونہ کی طرف دوڑے۔ تمام عیسائی اور میرونہ ان خدا کے فرشتوں کو دوڑ کر آتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔ میرونہ کا چہرہ جوش مسرت سے چمک رہا تھا اور عیسائی حواس باختہ ہو رہے تھے۔

جب میرونہ نے قیسؓ کو اپنی طرف بھاگ کر آتے ہوئے دیکھا تو وہ بھی افسر کی نگاہیں بچا کر اس طرف دوڑی اور اس کے پاس پہنچ کر بے ساختہ اس کے سینے سے جا لگی۔

اس وقت قیسؓ بھی کچھ جوش۔ کچھ غصہ اور کچھ مسرت سے از خود رفتہ ہو رہے تھے۔ انھوں نے بے اختیارانہ طریقہ پر میرونہ کو اپنے سینے سے لگا کر بھینچتے ہوئے کہا۔

شکر ہے شکر ہے! شہزادی! .....

جوش مسرت سے وہ فقرہ پورا نہ کر سکے۔

میرونہ نے اس کے شانہ سے اپنا نازک سر لگا کر ان کے سینے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"ہاں خدا کا شکر ہے کہ تم آ گئے۔"

اب افسر بڑھ کر قیسؓ کے سامنے آیا۔ اس نے کہا۔ نوجوان عرب اگر تم اس لڑکی کو ہمارے حوالے کر دو تو ہم تمہیں کچھ نہ کہیں گے۔" جب قیسؓ عیسائیوں نے مسلمانوں کو دیکھا تھا تو انھوں نے یہ اندازہ نہیں کیا تھا کہ وہ کس قدر ہیں اسلئے بھڑ گئے تھے۔ مگر اب جبکہ انھوں نے اطمینان سے دیکھا اور وہ پچیس تیس ہی نظر آئے تو ان کا خوف دور ہو گیا اور انھوں نے یہ سمجھ لیا کہ وہ اب بھی قریب قریب دو سو ہیں۔ اس لئے افسر جرارت کر کے قیسؓ کے قریب پہنچا اور اسکے پیچھے کھڑا ہو گیا۔

اس عرصہ میں سب مسلمان بھی قیسؓ کے پاس آ کھڑے ہوئے تھے افسر کی گفتگو سن کر قیسؓ کی خود فراموشی دور ہوئی اور انھوں نے سنبھل کر آہستہ آہستہ میرونہ کو اپنے سینے سے الگ کر کے جوش بھرے لہجہ میں کہا۔ اس معصوم کو تمہارے حوالے کر دوں .....

افسر نے تیز لہجہ میں کہا۔ ہاں .....

قیسؓ۔ اگر ایسا نہ کروں؟

افسر۔ "تو زندگی سے ہاتھ دھو لو۔"

قیسؓ نے غصہ سے بھر کر کہا۔ خوب! .....

وہ فوراً میرونہ سے مخاطب ہو کر بولے۔ شہزادی! تم ذرا پیچھے چلی جاؤ میں اس گستاخ کو اس کی گستاخی کی سزا دینا چاہتا ہوں۔"

میرونہ نے بھی مسلمانوں کی تھوڑی تعداد دیکھی تھی اسے بھی اندیشہ تھا کہ کہیں عیسائی مسلمانوں کو قتل نہ کر ڈالیں اور اسے بھی نہ مار دیں جس سے وہ محبت کرنے لگی ہے۔ اس لئے اس نے قیسؓ سے کہا۔

میری وجہ سے نہ لڑو قیسؓ!"

قیسؓ نے مشکوک نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ کیا تم اپنی خوشی سے ان وحشی درندوں کے ساتھ جانا چاہتی ہو۔؟

میرونہ: نہیں ..... مگر یہ بہت ہیں۔ اور تم تھوڑے .....

قیسؓ نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا: "اس کی پرواہ نہ کرو!"

میرونہ ہٹ کر تمام مسلمانوں کے پیچھے چلی گئی اور ایک پتھر پر چڑھ کر اُمید و بیم بھری نظروں سے دیکھنے لگی۔

قیسؓ نے اس کے ہٹتے ہی کہا۔ دیکھو میں تم سے کہتا ہوں کہ اگر تم خاموشی سے چلے جاؤ تو تم کو چلا جانے دیا جائے گا۔ اور اگر تم لڑو گے تو پھر تم میں سے ایک کو بھی نہ جانے دیا جائے گا۔

افسر قیسؓ کے تیور دیکھ کر سمجھ گیا کہ وہ جنگ کرنے پر آمادہ ہو گئے ہیں۔ وہ فوراً پیچھے ہٹا اور اس نے اپنے سپاہیوں سے کہا۔

"لیروا! ان عربوں کو اپنی بہادری پر بڑا ناز ہے یہ گلنی کے چند لوگ ہیں۔ بڑھو اور ان کا خاتمہ کر دو۔"

عیسائیوں نے فوراً تلواریں کھینچ لیں قیسؓ نے بھی تلوار نکال لی ان کے ساتھ ہی تمام مسلمانوں نے تلواریں سونت لیں اور سب کے سب ایک لمبی صف قائم کر کے عیسائیوں کے حملہ کا انتظار کرنے لگے۔

مسلمان تھے ہی کتنے کل ستائیس تھے۔ عیسائی دو سو تھے۔ مقابلہ برابر کا تو کیا تہائی اور چوتھائی بھی نہ تھا۔ بلکہ ایک مسلمان کے مقابلہ میں آٹھ عیسائی تھے۔ مگر مسلمانوں کے تیور کہہ رہے تھے کہ انھیں کم ہوتے ہوئے بھی کوئی ہراس نہیں ہے۔

عیسائیوں نے اپنی کئی صفیں قائم کیں اور پہلی صف نے بڑھ کر مسلمانوں پر حملہ کیا۔ مسلمان پہلے ہی سے تیار تھے۔ جوں ہی عیسائیوں نے ان پر حملہ کیا فوراً ہی وہ بھی ان کے اوپر ٹوٹ پڑے اور جنگ دست بدست ہونے لگی۔ تلواریں جلد جلد اٹھ کر سر و تن کے فیصلے کرنے کے لئے جھکنے لگیں۔

عیسائیوں نے شور و غل مچانا شروع کر دیا۔ مسلمانوں نے جھپٹ جھپٹ کر حملے کرنے شروع کر دیئے۔ وہ نہایت استقلال اور بڑے اطمینان سے بڑھ بڑھ کر حملے کر رہے تھے۔

جنگ نہایت زور شور سے ہو رہی تھی۔ جس قدر جوش مسلمانوں کو تھا اسی قدر بلکہ اس سے زیادہ عیسائیوں کو تھا اور جس جوش سے مسلمان لڑ رہے تھے۔ اسی جوش سے عیسائی بھی لڑ رہے تھے۔

شاہد قیسؓ کے پیچھے تھا اور وہ ان کی حفاظت کر رہا تھا۔ قیسؓ اس وقت سب کچھ بھولے ہوئے تھے وہ لڑ رہے تھے اور لڑنا ہی انھیں یاد رہ گیا تھا۔

ان کی خار اشگاف تلوار غضب کر رہی تھی جس سپاہی پر پڑتی تھی اسے قتل کئے بغیر نہ چھوڑتی تھی۔ جس ڈھال پر پڑتی تھی، اسے پھاڑ کر سر چیر کر حلق تک پہنچ جاتی تھی جس تلوار پر پڑتی تھی اسے توڑ ڈالتی تھی۔

وہ جھپٹ جھپٹ کر کبھی داہنے کبھی بائیں حملہ کرتے تھے اور ہر حملہ میں کم سے کم ایک عیسائی کو مار ڈالتے تھے۔ جب کوئی عیسائی ان کی پشت کی طرف آ کر حملہ کرتا تھا تو شاہد بڑھ کر اس کا خاتمہ کر دیتا تھا۔

دامسؓ اس جوش سے لڑ رہے تھے کہ جس طرف جھپٹ جاتے تھے ایک دو عیسائیوں کو قتل کئے بغیر نہ لوٹتے تھے اور دیگر تمام مسلمان بھی بڑی دلیری اور جانبازی سے لڑ رہے تھے۔

عیسائی بھی جوش میں آ آ کر حملے کر رہے تھے مگر وہ جس مسلمان پر حملہ کرتے تھے وہ ان کے حملے کو روک کر خود بھی حملہ کر کے اسے مار ڈالتا تھا۔ اس طرح عیسائی برابر قتل ہو ہو کر گر رہے تھے اور مسلمان ایک بھی قتل نہ ہوتا تھا۔

عیسائیوں کو یہ دیکھ دیکھ کر بڑا غصہ آ رہا تھا۔ وہ غصے میں دیوانے ہو ہو کر حملے

کر رہے تھے مگر خود ہی قتل ہو ہو کر بھی گر رہے تھے۔ شہزادی میرونہ پتھر کے اوپر کھڑی جنگ کا تماشہ دیکھ رہی تھی۔ اس کی نظر قیسؓ کے اوپر جمی ہوئی تھی۔ جب قیسؓ بڑھ کر حملے کرتے تھے اور وہ عیسائیوں میں چھپ جاتے تھے تو میرونہ گھبرا جاتی تھی اور خوفزدہ لگاہوں سے دیکھنے اور دل ہی دل میں قیسؓ کی سلامتی کی دعائیں مانگنے لگتی تھی۔

لیکن جب قیسؓ ایک دو عیسائیوں کو مار کر ان کے نرغہ سے نکل آتے تھے تو اسکا چہرہ چمک اٹھتا تھا حسین آنکھوں میں مسرت ناچنے لگتی تھی اور وہ خوش ہو کر انھیں دیکھنے لگتی تھی۔

قیسؓ نے افسر کو تاکا۔ وہ ایک پتھر پر کھڑا سپاہیوں کو جوش دلا رہا تھا۔ قیسؓ جھپٹ کر اس کے پاس پہنچے اور لپک کر اس پر حملہ آور ہوئے افسر انھیں دیکھ کر گھبرا گیا لیکن اس نے جلدی سے ڈھال پر ان کا حملہ روکا اور پھر خود بھی ان پر حملہ کر دیا قیسؓ ڈھال سر پر بلند کر کے جلدی سے بیٹھ گئے افسر کی تلوار ڈھال پر پڑی اچٹ گئی۔

قیسؓ نے بیٹھے بیٹھے رکیب بھرپور ہاتھ مارا ان کی تلوار افسر کے گھٹنوں پر پڑی اور ایک گھٹنہ زخمی کر کے اور دوسرے کو کاٹتی ہوئی نکل گئی۔ افسر نے ہولناک چیخ ماری اور دھڑام سے پتھر پر گرا۔

گرتے ہی اس کا سر پاش پاش ہو گیا اور وہ دم توڑنے لگا۔ میرونہ یہ تمام کارروائی دیکھ رہی تھی وہ جوش مسرت سے سرخ ہو گئی۔ بے ساختہ اس کی زبان سے نکلا۔ واہ وا! خوب! خوب!!

قیسؓ جن کے کانوں میں اس کی شیریں آواز ہر وقت گونجتی رہتی تھی اس کی آواز سن کر چونک پڑے انھوں نے نظریں اٹھا کر اس بت ہوش ربا کی طرف دیکھا۔

وہ اسے خوش ہوتے ہوئے دیکھ کر بہت مسرور ہوئے اور فوراً اٹھ کر پھر عیسائیوں کے ایک گروہ پر جا ٹوٹے اور جلدی جلدی حملے کر کر کے اکثر و بیشتر آدمیوں کو مار ڈالا۔

عیسائیوں نے افسر کو گرتے ہوئے دیکھ لیا تھا وہ گھبرا رہے تھے اور ادھر مسلمانوں نے پرجوش حملے کر کے ان کی صفوں کو الٹنا شروع کر دیا دور تک ان کے پیچھے لگے انھیں مارتے چلے گئے۔ بڑی مشکل سے دو سو آدمیوں سے صرف ساٹھ سپاہی جانیں بچا کر لے جا سکے۔

مسلمان زخمی تو کئی ہوئے مگر شہید ایک بھی نہ ہوا۔ جب قیسؓ میرونہ کے پاس پہنچے تو وہ دوڑ کر پتھر سے نیچے اتری۔ اور ان کے سینے سے لپٹ کر بیساختہ بولی۔ بہادر عرب!

قیسؓ نے بھی از خود رفتگی کے انداز میں کہا۔ پیاری میرونہ!"

میرونہ نے آہستہ آہستہ اپنا سر اٹھا کر محبت اور مسرت بھری نظروں سے انھیں دیکھا اس وقت اس کی نگاہوں میں بجلیاں بھری ہوئی تھیں۔ قیسؓ اس کی آنکھیں دیکھنے کی تاب نہ لا سکے اور ان کی نظریں لڑکھڑا کر جھک گئیں۔

میرونہ نے کہا۔ میں کس زبان سے آپ کا شکریہ ادا کروں قیسؓ؟

قیسؓ نے کہا شکریہ ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہے دیکھو مسلمان لوٹ کر واپس آ رہے ہیں ذرا الگ ہٹ جاؤ ورنہ لوگ مجھے بری نظروں سے دیکھیں گے۔"

میرونہ جلدی سے الگ ہٹ کر کھڑی ہو گئی۔ قیسؓ نے سچ کہا تھا وہ مسلمان جو عیسائیوں کے تعاقب میں گئے تھے واپس لوٹ رہے تھے۔ جب وہ سب جمع ہو گئے تب وامسؓ نے قیسؓ سے کہا۔

"یہ شہزادی صاحبہ تو ہیں مگر وہ فریب کار لڑکی کہاں گئی؟

قیسؓ۔ میں نہیں کہہ سکتا۔ میں نے اسے دیکھا ہی نہیں! میرونہ تم کو معلوم ہے کہ زیتون کہاں گئی ہے۔

میرونہ:۔ جب تک افسر مارا گیا ہے اس وقت تک وہ کھڑی تھی مگر اس کے مارے جاتے ہی وہ بھاگ گئی۔

قیسؓ نے دانت پیستے ہوئے کہا کاش وہ بدذات ہاتھ آجاتی!"

میرونہ:۔ انے دیجئے اس بدبخت کو چلئے اب ذرا جلدی واپس چلئے۔

قیسؓ نے اس کی طرف حیرت سے دیکھتے ہوئے کہا۔ اب کیا خوف ہے تم کو!

میرونہ:۔ ایک تو یہی اندیشہ ہے کہ کہیں زیتون بھاگ کر قلعہ میں نہ پہنچ جائے اور وہاں سے تازہ دم سپاہیوں کو لے کر نہ آجائے اور.....

قیسؓ اس کے پیارے چہرے کی طرف دیکھ رہے تھے۔ انھوں نے کہا۔ اور کیا؟

میرونہ:۔ یہاں بدذات ڈاکو بھی موجود ہیں"

قیسؓ:۔ کون ڈاکو؟

میرونہ:۔ وہی جو مجھے اٹھا کر لے گیا تھا اور آپ نے مجھے اسکے چنگل سے بچایا تھا

قیسؓ:۔ پرواہ مت کرو!"

میرونہ:۔ اس بدمعاش کے ساتھ اڑھائی سو ڈاکو ہیں!

واسعؓ نے کہا۔ قیسؓ اب ہمارا یہاں کام بھی کیا ہے۔ آؤ چلیں۔

قیسؓ:۔ چلئے!"

اب یہ تمام مسلمان جمع ہو کر چلے اور پتھروں اور چٹانوں کے اوپر سے گذرتے ہوئے اس جگہ پہنچے جہاں وہ لکڑیاں کاٹ رہے تھے انھوں نے جلدی جلدی لکڑیاں باندھ کر خچروں پر لادیں اور شہزادی کو ایک گھوڑے پر سوار کر کے اسلامی لشکر کی طرف روانہ ہوئے۔

تیئسواں باب

فریب کا انعام

میرونہ نے ٹھیک کہا تھا۔ زیتون اس وقت تک کھڑی رہی تھی جب تک قیسؓ نے افسر پر حملہ کر کے اسے قتل کیا اس کے قتل ہوتے ہی وہ چپکے سے وہاں سے کھسک گئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ پہاڑ کے تمام راستوں سے واقف ہے کیونکہ وہ وہاں سے ایک چٹان کی آڑ میں تیزی سے دوڑی اور آگے بڑھی چلی گئی۔

چونکہ یہ چٹان بھی ذرا سیدھی تھی اس لئے اس پر آسانی سے چڑھنا دشوار تھا۔ لیکن زیتون کو خوف تھا اور اسی خوف کی وجہ سے وہ اوپر چڑھتی گئی جب اس نے نظر اٹھا کر اس طرف دیکھا جس طرف جنگ ہو رہی تھی تو اسے عیسائی بھاگ کر آتے ہوئے نظر آئے۔

وہ سمجھ گئی کہ عیسائیوں کو شکست ہو گئی۔ اب وہ جلدی سے لپکی اور چٹان کے دوسری طرف اترنے لگی جتنا اس طرف سے چڑھنا مشکل تھا۔ اتنا ہی دوسری طرف سے اترنا آسان تھا۔

وہ تیزی سے اتری اور دوڑی۔ اس وقت وہ سخت خوفزدہ تھی اور گھبرا گھبرا کر پیچھے پھر پھر کر دیکھتی جاتی تھی۔ اب بھی اسے یہ خوف تھا کہ کہیں مسلمان آکر اسے پکڑ نہ لے جائیں۔ چونکہ اس نے شہزادی میرونہ کو دھوکا دیا تھا۔ اس لئے اسے اندیشہ تھا کہ اگر مسلمانوں نے اسے پکڑ لیا تو سخت سے سخت اذیتیں دیں گے وہ بھاگ رہی تھی اور بھاگی جا رہی تھی آخر بھاگتے بھاگتے اس نے پہاڑ طے کر لیا اور قلعہ کے سامنے والا میدان طے کرنے لگی۔ اگرچہ اب وہ خطرے سے باہر نکل گئی تھی مگر اب بھی ڈر رہی تھی اور ابھی تک چھپ

رہی تھی۔

چونکہ وہ برابر دوڑتی یا جھپٹتی آرہی تھی اس لئے پسینہ میں نہا رہی تھی سانس چڑھ گیا تھا اور اس کے رخسار آگ بھبھوکا سے ہو گئے تھے۔ دوڑتے دوڑتے وہ دروازہ پر پہنچی۔

قلعہ کا دروازہ بند تھا۔ چونکہ اس کا دل بھر رہا تھا اس لئے اس کی آواز نہ نکل سکی اور اس نے دستک دی۔ مگر وہ نہیں جانتی تھی کہ اس کے آواز دینے یا دروازہ کھٹکھٹانے سے اندر والوں کو آواز پہنچ ہی نہیں سکتی۔

جب کئی مرتبہ دستک دے چکی اور پھر بھی دروازہ نہ کھلا تو اس نے چیخ کر کہا دروازہ کھولو.....

اس کی کمزور آواز عالی شان دروازہ میں فضا سے ٹکرا کر رہ گئی۔ وہ سمجھی کہ اس کی آواز اندر والوں نے سن لی اور عنقریب دروازہ کھلنے والا ہے مگر جب دیر ہو گئی تو وہ گھبرا گئی اس خوف سے کہ کہیں ایسا نہ ہو دروازہ کھلنے سے پہلے ہی مسلمان آجائیں اور اسے گرفتار کر کے لے جائیں۔

وہ کیواڑوں سے اپنی کمر لگا کر اور دونوں طرف ہاتھ پھیلا کر کھڑی ہو گئی اور پہاڑ کی طرف سہمی سہمی نگاہوں سے دیکھنے لگی۔

کچھ وقفہ کے بعد اس نے پھر چلا کر کہا۔ کھولو دروازہ کھولو.....

وہ پھر خاموش ہو گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے کیواڑہ پیچھے کی طرف ہٹتے ہوئے محسوس کئے۔ وہ جلدی سے الگ ہٹ کر کھڑی ہو گئی اور پھاٹک کی طرف دیکھنے لگی۔

اس کے دیکھتے ہی دیکھتے ایک کیواڑہ کھلا وہ دوسرے کیواڑ کے پیچھے کھڑی تھی۔

چند ہی منٹ میں یانس گھوڑے پر سوار برآمد ہوا یانس کی نظر سامنے والے میدان کی طرف تھی اس نے زیتون کو نہ دیکھا تھا اس کا گھوڑا بڑھنے لگا۔

زیتون سمجھی تھی کہ اس کی آواز سن کر پھاٹک کھلا اور بادشاہ قلعہ کے باہر نکلا ہے مگر جب وہ آگے بڑھنے لگا تو اس نے کہا۔ عالی جاہ! ٹھہریئے۔

یانس اس کی آواز سن کر چونکا اور اس کی طرف دیکھنے لگا۔ وہ رک گیا اس نے حیرت سے زیتون کو دیکھتے ہوئے کہا۔

زیتون! تو کہاں؟..... یہ تیری کیا حالت ہے چہرہ لال کیوں ہو رہا ہے؟

زیتون کا سانس اب تک ٹھکانے نہ ہوا تھا۔ اس نے کہا۔ حضور غضب ہو گیا!

یانس نے گھبرائی ہوئی نظروں سے اُسے دیکھ کر دریافت کیا۔ کیا ہوا۔

زیتون:۔ شہزادی ہاتھ آکر نکل گئی"

یانس نے چونک کر اُسے دیکھتے ہوئے کہا۔ کیسے؟"

زیتون:۔ میں اسے فریب دے کر پہاڑ پر لے آئی تھی۔ پہلے تو کلیوس ڈاکو نے ہم دونوں کو گرفتار کیا۔ مگر شاہی لشکر کے سپاہی وہاں آگئے اور انھوں نے ڈاکوؤں کو مار بھگایا۔

یانس بڑے غور سے سن رہا تھا اس نے خوش ہو کر کہا۔ بڑی بہادری کی میرے سپاہیوں نے۔؟"

زیتون:۔ جی ہاں! لیکن شاہی سپاہی ہمیں لے کر آرہے تھے تو راستہ میں مسلمان مل گئے۔ وہ لڑے اور سپاہیوں کو شکست دے کر شہزادی کو لے گئے۔

یانس کا چہرہ اتر گیا اس نے دریافت کیا۔ مسلمان کتنے تھے؟۔

زیتون:۔ پچیس تیس آدمی تھے۔

یانس نے حیرت کے لہجہ میں کہا۔ بس پچیس تیس ہی؟"

زیتون:۔ جی ہاں! اتنے ہی آدمیوں نے دو سو عیسائیوں کو مار بھگایا"

یانس نے غضبناک ہوتے ہوئے کہا۔ بڑے شرم کا مقام ہے میں ایسے بزدلوں

کو کبھی اپنے قلعہ میں داخل نہ ہونے دوں گا۔ نامرد کہیں کے... کتنی دیر کا واقعہ ہے یہ؟

زیتون:۔ ابھی کا! میں وہاں سے بھاگی ہوئی سیدھی آ رہی ہوں!

یانس:۔ تو شاید مسلمان ابھی پہاڑ پر ہی ہوں گے۔"

زیتون:۔ یقیناً۔

یانس فوراً دروازہ کی طرف گھوما۔ اس کے پیچھے سپاہیوں کی پلٹن کھڑی تھی۔ اس نے کہا۔ بھاگ کر جاؤ اور شاہی رسالہ کو بلا لاؤ۔ مگر جلدی کرو! ایک منٹ بھی ضائع نہ ہو اور ہاں ایک گھوڑے پر زین کسوا کر بھی لانا۔

فوراً کئی سپاہی بھاگ کر گئے۔ یانس نے زیتون سے کہا۔ میں اب تک اسی انتظار میں تھا کہ شہزادی گرفتار کر کے لائی جا رہی ہوگی جب دیر ہوئی تو میں خود ہی دریافت حال کے لئے جا رہا تھا۔

زیتون:۔ میں نے کئی مرتبہ دستک دی۔ کئی مرتبہ پکارا۔ لیکن کسی نے بھی کوئی جواب تک نہ دیا۔

یانس:۔ جواب کیسے دیا جاتا۔ باہر کی آواز اندر نہیں پہنچ سکتی۔"

زیتون:۔ اگر میں بھاگ کر نہ آتی تو مسلمان مجھے پکڑتے ہی مار دیتے۔"

یانس:۔ میں تیرا مشکور ہوں زیتون! تو نے اپنا وعدہ پورا کر دیا!

زیتون نے یانس کو دیکھتے ہوئے کہا۔ اور آپ؟

یانس نے مسکرا کر کہا۔ میں عوام کو مجبور کروں گا کہ وہ تیری عزت ملکہ سے زیادہ کریں۔"

زیتون نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔ کیا آپ مجھے ملکہ نہ بنائیں گے؟

یانس ہنس پڑا۔ زیتون نے غم اور غصہ بھری نظروں سے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔ بتائیے!..... آہ بتائیے کیا آپ مجھے ملکہ نہ بنائیں گے؟

یانس نے سنجیدگی سے کہا۔ میں مجبور ہوں زیتون!" زیتون کے دل پر جیسے ہزاروں بچھوؤں نے ڈنک مارا وہ تڑپ گئی اس نے کہا۔ مجبور ہیں آپ۔ کیا مجبوری ہے؟

یانس:۔ ہمارا قانون ہے کہ کوئی بادشاہ یا شہزادہ سوائے شہزادی کسی عام عورت یا لڑکی سے خواہ وہ کتنی حسین اور عالی خاندان ہو شادی نہیں کر سکتا۔

زیتون بہ نظر استحقار اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ جب تو آپ نے مجھے دھوکہ دیا۔

یانس:۔ نہیں! میں نے اسی وقت یہ طے کر لیا تھا کہ تیری عزت ملکہ سے زیادہ قائم کر دوں گا۔ تمام رعایا، تمام اراکین سلطنت اور کل مشیروں کو مجبور کروں گا کہ وہ تیرا حکم مانیں مگر یہ جب ہوگا جب تو میرے پاس رہنا منظور کرے گی۔

زیتون کو غصہ آ رہا تھا اس نے غضبناک ہو کر کہا۔ شرم کرو فریبی انسان شرم کرو!!

یانس کو بالکل ہی غصہ نہ آیا بلکہ وہ ہنسا اور اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ مگر تو بھی تو شہزادی کو فریب دے کر لائی تھی؟"

زیتون:۔ مجھے آپ ہی نے تو شیطانی فریب کی تعلیم دی تھی!"

یانس:۔ خفا نہ ہو زیتون! تیرے لئے وہ سب مہیا کر دیا جائیگا جو ایک ملکہ کیلئے ہوتا ہے

زیتون بس معاف کیجئے۔ مجھے کسی چیز کی بھی ضرورت نہیں ہے۔

اسوقت شاہی رسالہ کے سو سوار دروازہ میں آ کر رکے ایک گھوڑا جس پر زین کسا ہوا تھا لایا گیا۔ یانس نے کہا۔ زیتون تم اس گھوڑے پر سوار ہو جاؤ۔

اگرچہ اب زیتون کا دل کچھ بھی کرنے کو نہ چاہتا تھا مگر یہ سمجھ کر کہ یانس سپاہیوں کے سامنے اسے بے عزت کرنے پر آمادہ نہ ہو جائے وہ سوار ہوئی اور یانس کے ہمراہ چلی ان دونوں کے پیچھے رسالہ تھا۔ اس رسالہ میں پانچ سو سوار تھے یہ سب گھوڑے دوڑائے چلے جا رہے تھے انھوں نے بہت جلد میدان طے کر کے پہاڑ پر چڑھنا شروع کیا اور درّہ میں داخل ہو کر تیزی سے دوڑنے لگے۔

تھوڑی دیر میں زیتون انھیں لے کر اس جگہ پہونچی جہاں شاہی سپاہیوں سے ڈاکوؤں کی جنگ ہوئی تھی وہاں دور تک خون جما پڑا تھا اور لاشیں سجی ہوئی تھیں۔

زیتون یانس کو دھوکہ دیکر اس طرف اس لئے لے گئی تھی تاکہ جہاں مسلمانوں سے جنگ ہوئی تھی وہاں تک پہنچتے پہنچتے مسلمان وہاں سے چلے جائیں اور اتنی دور نکل جائیں کہ یانس ان تک نہ پہنچ سکے۔

اس سے اس کا مقصد مسلمانوں کی مدد کرنا نہ تھا بلکہ وہ یہ چاہتی تھی کہ میرون یانس کے ہاتھ نہ آوے اس نے کہا یہ وہ جگہ ہے جہاں ڈاکوؤں سے جنگ ہوئی تھی۔"

یانس :۔ اور مسلمانوں سے کہاں جنگ ہوئی تھی!

زیتون :۔ آیئے بتاؤں!

وہ چلی۔ یانس اور اس کا رسالہ اس کے ساتھ چلے وہ اس شگاف میں گھس گئی جس میں سے ڈاکو نکلے تھے اور تیزی سے چل کر اس جگہ پہنچ گئی جہاں مسلمانوں سے جنگ ہوئی تھی۔

یہاں بھی عیسائیوں کی لاشوں کے انبار لگے ہوئے تھے اور خون پتھروں پر بہہ بہہ کر جم گیا تھا۔ یانس یہاں سے پہاڑ کے کنارہ کی طرف چھوٹے پتھروں اور چٹانوں سے بچتا ہوا تیزی سے چلا جا رہا تھا۔

زیتون اس کے ساتھ اور رسالہ اس کے پیچھے تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ پہاڑ کے آخری کنارہ پر جا کھڑا ہوا یہاں کھڑے ہو کر اس نے دیکھا کہ مسلمانوں کا قافلہ اسلامی لشکر کے قریب پہنچ گیا ہے۔

یانس نے کف افسوس ملتے ہوئے کہا بڑا غضب ہو گیا۔ خیر کچھ پرواہ نہیں اب جو میں نے جال پھینکا ہے وہ خالی نہ جائے گا۔"

"زیتون نے دریافت کیا۔ اب کیا جال پھینکا ہے آپ نے۔؟"

یانس :۔ کل بتاؤں گا۔ آؤ اب واپس چلیں۔"

یہ سب لوٹے اور پہاڑ سے اتر کر میدان طے کر کے قلعہ میں داخل ہو گئے زیتون نے قلعہ میں پہنچ کر کہا۔ کیا مجھے اجازت ہے کہ میں اپنے باپ کے پاس چلی جاؤں۔

یانس :۔ تمہارا باپ قلعہ میں موجود ہے۔

یانس بڑا مکار تھا۔ بات بات پر جھوٹ بولتا تھا وہ نہ چاہتا تھا کہ زیتون کو اپنے سے جدا کرے اس لئے اس نے اسے محل میں لے جانے کے لئے جھوٹ بولا تھا۔

زیتون نے اس کا اعتبار کر لیا اور وہ اس کے ساتھ محل کی طرف روانہ ہو گئی۔

چوبیسواں باب

مسلمانوں کے دوستدار

جب مرہف سپہ سالار سے رخصت ہو کر اپنے محل میں پہنچا تو اسے معلوم ہوا کہ جریر تمام دن اس کے انتظار میں بیٹھا رہا اور ابھی تھوڑی دیر ہوئی گیا ہے وہ خود بھی سمجھ رہا تھا کہ جریر اس کے محل میں بیٹھا اس کا انتظار کر رہا ہوگا اس نے اپنے آدمیوں سے کہدیا کہ چونکہ آج میں بہت زیادہ تھک گیا ہوں اس لئے آرام کرنا چاہتا ہوں جو کوئی بھی آئے اس سے کہدینا کہ وہ کل ملے۔

جریر کے متعلق لوگوں کو ہدایت کر دی کہ وہ جب آئے اس کے ساتھ نہایت عزت سے پیش آؤ۔ اگر وہ آج پھر آئے تو اسے کہدینا کہ کل صبح ملے ایک نہایت ضروری کام ہے۔

یہ ہدایت کر کے وہ محل میں داخل ہو گیا اور کھانا کھا کر سو رہا۔ صبح جب بیدار ہوا اور ضروریات سے فراغت کر کے بیٹھا تو خادم نے جریر کے آنے کی اطلاع کی۔ اس

نے فوراً اسے طلب کر لیا۔

جریر نے آکر سلام کیا اور ایک کرسی پر آکر بیٹھ گیا۔ مرہف نے کہا۔ دوست معاف کرنا کہ میں بوجہ تھک جانے کے کل تم سے نہ مل سکا۔"

جریر نے کہا! حقیقت یہ ہے کہ میں اس وقت بالکل بے یار و مددگار ہوں۔ سوائے آپ کے کوئی ایسا نہیں جو ذرا بھی سہارا دے میں کل بہت دیر تک بیٹھا انتظار کرتا رہا۔ جب آپ نہ آئے تو چلا گیا۔ رات پھر آیا تھا۔ مگر معلوم ہوا آپ تھک کر سو گئے ہیں میں ناامید ہو کر پھر لوٹ گیا اب بھی ڈرتا ڈرتا آیا ہوں کہ کہیں آپ پھر ملنے سے انکار نہ کر دیں۔

مرہف :۔ سنو جریر! میں صاف گو آدمی ہوں اگر میں تم سے ملنا یا تمہاری مدد کرنا نہ چاہتا تو کل ہی انکار کر دیتا مگر میرے دل میں یہ بات بیٹھ گئی ہے۔ اور یہ حقیقت بھی ہے کہ تم مظلوم ہو۔ تمہاری زبردست ذلت کی گئی۔ اس لئے میں تمہاری مدد کرنے پر تیار ہوں۔

جریر :۔ میں آپ کا مشکور ہوں۔

مرہف :۔ شکریہ کی ضرورت نہیں تم میرے دوست ہو اور دوست کو دوست کی مدد کرنا چاہئے۔ اگر کوئی دوست اپنے دوست کی مدد نہیں کرتا اسے ٹھوکر دیتا ہے تو وہ انصاف، قانون، مذہب اور خدا سب کے سامنے کمینہ ٹھہرتا ہے۔ اور دنیا اس پر لعنت کرتی ہے۔ واقعہ یہی ہے کہ میں کل بہت زیادہ تھک گیا تھا۔ اگر تم اس وقت موجود ہوتے جس وقت میں آیا تھا تو تمہارے لئے تمہارے حسب منشا سب کام کرا دیتا۔ مگر اس وقت تم چلے گئے تھے اور میں سونے جا رہا تھا اس لئے میں نے نوکروں کو ہدایت کر دی تھی کہ وہ تمہاری عزت کریں۔ اور صبح نے کے لئے کہہ دیں۔

جریر :۔ آپ کی اس مہربانی کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔"

مرہف :۔ بار بار شکریہ ادا کر کے مجھے نادام نہ کرو۔ کہو رات کو تمہارے قافلہ میں خیریت رہی۔"

جریر :۔ جی ہاں! خیریت ہی سمجھئے!

مرہف :۔ نہیں۔ سناؤ کیا ہوا!

جریر :۔ کیا سناؤں۔ دو آدمی اور ایک بچہ رات بھر سردی سے اکڑ کر مر گئے۔

مرہف :۔ افسوس! کاش میں رات ہی کچھ انتظام کرا دیتا۔ اچھا آج میں کچھ بندوبست کر دوں گا۔ لیکن کیا کرنا چاہئے مجھے!"

جریر :۔ اگر کچھ خیمے مل جائیں تو اچھا ہے۔

مرہف :۔ کس قدر خیمے چاہئیں۔

جریر :۔ زیادہ نہ ہوں تو پندرہ بیس تو ہوں۔

مرہف :۔ میں تیس خیمے بھجوا دوں گا اور .....

جریر :۔ اور کچھ کمبل مل جائیں۔ تو اچھا ہے۔

مرہف :۔ کمبل زیادہ سے زیادہ دو سو دے سکتا ہوں۔

جریر :۔ بہت کافی ہیں۔

مرہف :۔ اچھا ٹھہرو۔ پہلے میں ان چیزوں کا انتظام کرا دوں۔"

اس نے فوراً ہتھیلی بجائی خادم حاضر ہوا۔ اس نے کہا فراش کو بھیجدو۔"

خادم چلا گیا تھوڑی دیر میں ایک شخص نے آکر مرہف کو سلام کیا۔ مرہف نے اس سے دریافت کیا۔ تمہارے پاس اس وقت کتنے خیمے فالتو ہیں۔

فراش نے جواب دیا۔ دو سو ہیں حضور!

مرہف :۔ اچھا ساٹھ خیمے اسی وقت گرجہ کے سامنے والے میدان میں پہنچا دو۔

فراش :۔ بہتر ہے۔

مرہف :۔ اور کمبل کتنے ہیں۔

فراش :۔ کمبل ایک ہزار ہوں گے۔

مرہف :۔ تین سو کمبل بھیجدو۔"

فراش :۔ بہت اچھا۔

مرہف :۔ بس جاؤ۔ اور یہ چیزیں بھیج کر مجھے اطلاع دو۔"

فراش :۔ مگر کس کے پاس بھیجوں حضور؟

مرہف نے جریر کی طرف دیکھ کر کہا۔ کس کے سپرد کی جائیں گی یہ چیزیں۔

جریر :۔ میرے ہی پاس بھیجدیں!"

مرہف :۔ ٹھیک ہے (فراش سے) دیکھو تم جریر کے پاس بھیجدینا۔ یہاں سے جاکر لے لیں گے۔"

فراش :۔ بہت خوب!

وہ سلام کر کے چلا گیا۔

اب مرہف نے جریر سے کہا۔ دوست! میں نے مسلمانوں سے تمہاری تمام روئیداد سنا کر ان سے تمہارے لئے امان طلب کی۔"

جریر نے امید و بیم بھری نظروں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ کیا جواب دیا۔ مسلمانوں نے؟

مرہف :۔ حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں سے زیادہ نیک قوم اس وقت کوئی نہیں ہے۔ انھیں تمہاری داستان سن کر بڑا افسوس ہوا۔

جریر :۔ شریف انسانوں کو افسوس ہونا ہی چاہیے۔

مرہف :۔ بے شک وہ شریف ہیں انھیں نے بلا کسی شرط کے تمہیں امان دیدی ہے۔

جریر :۔ کس قدر نیک اور شریف ہیں وہ؟

مرہف :۔ ان کے پاس سے دس آدمی آج یا کل آنے والے ہیں۔ ان کے سردار نے انھیں ہدایت کردی کہ وہ تمہارا خیال رکھیں۔

جریر :۔ ان کا حملہ کرنے کا کب ارادہ ہے؟

مرہف :۔ شاید کل ہی حملہ ہوجائے!"

جریر نے اسے حیرت سے دیکھتے ہوئے کہا۔ کل ہی کس وجہ سے آپکا یہ خیال ہے

مرہف :۔ جریر تمہیں معلوم ہے کہ میں شہر شحنہ ہوں۔ مجھے یانس کی بہت سی باتیں معلوم ہیں اگر میں وہ باتیں تم سے کہدوں اور تم کسی اور سے کہدو حتی کہ اسی طرح بادشاہ کے کانوں تک پہنچ جائیں تو جانتے ہو کہ میرا کیا حشر ہوگا؟

جریر :۔ جانتا ہوں۔ مگر کیا آپ نے مجھے ایسا کمینہ سمجھ رکھا ہے کہ آپ تو میرے ساتھ احسان کریں اور میں احسان فراموش کردوں۔

مرہف :۔ ممکن ہے تم جان کر کوئی ایسی بات نہ کرو لیکن ناواقفیت میں ہوجائے تو اتفاقیہ کسی کے سامنے نکل جائے۔"

جریر :۔ ناممکن ہے!

مرہف :۔ اچھا! سنو یانس نے دس مسلمانوں کو اس لئے بلایا ہے کہ ان سے صلح پر حلف لے۔ مگر دراصل اس کا ارادہ یہ ہے کہ ان مسلمانوں کو قید کر کے اور ان کی رہائی کے بدلے میں اپنی منگیتر شہزادی میرونہ کو ان سے طلب کرے۔

جریر :۔ اس نے فریب کا جال بچھایا ہے؟

مرہف :۔ ہاں! مگر تم جانتے ہو کہ مسلمان مرجاتا ہے مگر گرفتار نہیں ہوتا اس لئے قلعہ کے اندر ہی جنگ شروع ہوجائے گی۔

جریر :۔ لیکن دس آدمی کیا کر سکیں گے۔

مرہف :۔ جس نے مسلمانوں کے کارنامے سُنے ہیں۔ وہ اندازہ لگا سکتا ہے کہ دس مسلمان کیا کر سکتے ہیں۔

جریر :۔ اندازہ ہی کیا۔ وہ سہ دو سو حد ایک ہزار سپاہیوں سے لڑ سکتے ہیں لیکن قلعہ کے اندر بیس ہزار سپاہی اور ستر اسی ہزار عام شہری ہیں۔ اتنی بڑی تعداد کا وہ کیا بنا سکیں گے۔

مرہف :۔ ان میں سے تو کچھ آدمی تو لڑیں گے۔ اور وہ آدمی قلعہ کا دروازہ توڑنے یا کھولنے کی کوشش کریں گے۔

جریر :۔ شاید ان کا لشکر حملہ کرنے کے لئے تیار رہے گا۔

مرہف :۔ ہاں! انھوں نے ایسا ہی طے کیا ہے؟

جریر :۔ کیا ہم اس موقعہ پر مسلمانوں کی کچھ مدد کر سکتے ہیں۔

مرہف :۔ بہت کچھ!

جریر :۔ کیا۔

مرہف :۔ یانس نے سپہ سالار کو بلا کر ہدایت کی ہے کہ وہ کچھ لشکر قلعہ کے اندر پھیلا دے اور جب مسلمان آجاویں تو انھیں محصور کر کے گرفتار کر لیں۔

جریر :۔ یہ تو بُرا ہوا۔

مرہف :۔ مسلمانوں نے اس کی اس بات کو پہلے ہی سمجھ لیا تھا۔

جریر :۔ جب انھیں یہ اندیشہ ہے تو پھر وہ دس ہی کیوں آتے ہیں اور زیادہ آدمی لے آویں۔

مرہف :۔ چونکہ یانس نے صرف دس آدمی ہی طلب کئے ہیں اس لئے وہ دس ہی آویں گے۔ ان میں خوبی تو یہی ہے کہ وہ ڈرتے اور گھبراتے نہیں وہ کہتے ہیں کہ ہر کام خدا کی طرف سے ہوتا ہے اور انسان کچھ بھی نہیں کر سکتا۔

جریر :۔ اور وہ سچ کہتے ہیں۔

مرہف :۔ کل میں مسلمانوں کا جوشِ جہاد دیکھ کر حیران رہ گیا۔

جریر :۔ کیا دیکھا آپ نے؟

مرہف :۔ قلعہ میں آنے کے لئے دس آدمیوں کا انتخاب کیا جا رہا تھا۔ ظاہر ہے جو لوگ یہاں آویں گے ان کی موت اور زندگی کا سوال ہے۔ اگر عیسائیوں میں ایسا واقعہ ہوتا تو شاید ایک شخص بھی تیار نہ ہوتا۔ لیکن یہ مسلمانوں ہیں ہر شخص تیار تھا جو دس آدمی منتخب کر لئے گئے تو وہ بہت خوش ہو گئے لیکن جو منتخب نہ ہو سکے وہ افسردہ خاطر ہو کر رہ گئے۔

جریر :۔ تعجب کی بات ہے۔

مرہف :۔ ہر مسلمان شہادت حاصل کرنے کے لئے بے تاب رہتا ہے۔

جریر :۔ اچھا مسلمانوں نے کیا طے کیا ہے؟

مرہف :۔ اگر یانس نے ذرا مکاری کی تو وہ فوراً جنگ شروع کر دیں گے۔ اور بادشاہ کو گرفتار یا قتل کرنے کی کوشش کریں گے۔

جریر :۔ میں سمجھ گیا۔ آپ کا مطلب یہ ہے کہ جس وقت مسلمان جنگ شروع کر دیں تو ہم ان کی مدد کے لئے نکل آویں۔

مرہف :۔ یہی منشا ہے میرا۔ مسلمانوں پر احسان کرنے کا اس سے بہتر اور کون سا موقعہ ہو سکتا ہے۔

جریر :۔ ہم ایسا ہی کریں گے۔

مرہف :۔ تم اپنے آدمیوں کو اس بات پر آمادہ کر لو۔

جریر :۔ اطمینان رکھئے میں آمادہ کر لوں گا۔

مرہف :۔ لیکن ان سے اس طرح کہنا کہ انھیں بادشاہ کی سازش کا بھی علم نہ ہو۔

جریر:۔ میں اپنے طریقہ پر سمجھا دوں گا۔"

مرہف:۔ بس اسی لئے میں نے تم کو تکلیف دی تھی۔"

جریر:۔ یہ تکلیف نہیں ہے آپ نے ہمارے انتقام کا جذبہ تیز کیا ہے۔

مرہف:۔ اگر اور کسی چیز کی ضرورت ہو تو بے تکلف کہلا بھیجنا۔

جریر:۔ آپ کی مہربانیوں کا ہم شکریہ ہی ادا نہیں کر سکتے۔ خدا نے آپ کو ہمارے لئے فرشتہ رحمت بنا دیا ہے۔

مرہف:۔ میں انسانی فرض ادا کر رہا ہوں۔"

جریر:۔ ہم شرافت کا فرض ادا کریں گے۔"

مرہف:۔ ہاں ہونا تو ایسا ہی چاہئے۔

جریر نے جوش میں آکر کہا ایسا ہی ہوگا جب ہم مسلمانوں کے ساتھ مل کر ظالم و بدکار یانس اور اس کے سپاہیوں پر حملہ کریں گے تب اسے حقیقت معلوم ہوگی۔

مرہف:۔ تم مسلمانوں کو دیکھتے ہی مسلح ہو جانا اور جس وقت دیکھو کہ انھوں نے حملہ کر دیا ہے فوراً ان کی مدد کے لئے نکل پڑنا۔

جریر:۔ بالکل ایسا ہی ہوگا۔"

مرہف:۔ اچھا کچھ اور کہنا ہے؟

جریر:۔ کچھ نہیں! بس اب اجازت دیجئے۔

مرہف:۔ بہت اچھا جاؤ۔

جریر اٹھا اور سلام کر کے چلا گیا۔ مرہف دوسرے کمرے میں جا کر کچھ کاغذات دیکھنے لگا۔

پچیسواں باب

شوخ میرونہ

فیس شہزادی میرونہ کو ساتھ لے کر معہ تمام مسلمانوں کے روانہ ہو گئے تھے۔ جب وہ اپنے لشکر میں پہنچے تو شہزادی کو اس کے خیمے میں پہنچا کر خود اور عیاض کو اسکے آنے کی اطلاع کرنے کے لئے چلے ابھی وہ سردار کے خیمے تک نہ پہونچے تھے کہ ظہر کی اذان ہو گئی۔ وہ نماز پڑھنے کے لئے راستہ ہی سے لوٹ پڑے اور انھوں نے نماز کو ساری باتوں پر مقدم سمجھا چنانچہ جب وہ اس میدان میں پہنچے جس میں نماز پڑھی جایا کرتی تھی تو مسلمانوں کو آ آ کر وضو کرتے دیکھا!

ہر طرف سے مسلمان بڑی تیزی سے بڑھے چلے آ رہے تھے گویا ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے انھیں کوئی طاقت کھینچے لئے چلی آ رہی ہے۔

بعض ایسے مسلمان بھی آ رہے تھے جن کے عماموں کے پیچ کھل گئے تھے اور وہ انھیں باندھتے ہوئے لپکے چلے آ رہے تھے گویا انھیں یہ بھی گوارہ نہیں تھا کہ کہیں ذرا دیر کھڑے ہو کر ہی عمامے باندھ لیں۔"

دراصل وہ سچے اور پکے مسلمان تھے اور شریعت کے ہر حکم کی تعمیل دل و جان سے کرتے تھے۔

حکم یہ ہے کہ اذان ہوتے ہی تمام کاروبار بند کر دو۔ یہاں تک کہ اگر کوئی شخص کسی کا سودا تول کر دے رہا ہو اور اذان ہو جاوے تو تولنا بند کر دے اور خریدار خریداری روک دے اور سب فوراً نماز پڑھنے کے لئے چلے جائیں۔

اس وقت کے مسلمان اس حکم کی پوری پوری تعمیل کرتے تھے۔ اذان کی آواز سنتے

ہی بے چین ہو جاتے تھے اور سارے کام چھوڑ کر نماز پڑھنے کیلئے دوڑ پڑتے تھے۔

چونکہ وہ حقیقت میں مسلمان تھے خدا سے ڈرتے تھے ہر وقت اسے یاد کرتے رہتے تھے اس کے احکام کی تعمیل کرتے تھے اس لئے خدا ان سے خوش تھا اور ان گلیم پوشوں سے دنیا لرزتی اور بادشاہ کانپتے تھے ایک ہم مسلمان ہیں جو اذانوں کی آوازیں سنتے ہیں اور بیٹھے رہتے ہیں ہمارے کانوں پر جوں بھی نہیں رینگتی کہ کون کس لئے بلا رہا ہے۔

اگر کسی تاجر کے پاس کچھ گاہک کھڑے ہیں تو وہ انھیں مال دکھانے میں اسلئے مصروف رہتا ہے کہ مبادا کہیں وہ اس کے نماز پڑھنے جانے سے کسی دوسری جگہ سے چیزیں نہ خرید لیں۔ ہو سکتا ہے کہ وہ چلے جائیں اور کسی اور سے سامان خریدیں مگر یہ بھی تو ممکن ہے کہ خدا ان کے بجائے ان سے بہتر اور زیادہ سامان لینے والوں کو بھیج دے۔

بہر حال یہ ہر مسلمان کا ایمان ہے کہ جو خدا نے اس کی تقدیر میں لکھ دیا ہے وہ ضرور ملے گا اس سے زیادہ یا کم نہیں مل سکتا اور اس بات کو بھی ہر شخص جانتا ہے کہ خدا ہی خریداروں کو بھیجتا ہے اور اس کے حکم ہی سے لوگ چیزیں خریدتے ہیں باوجود ان تمام باتوں کے جاننے کے پھر ہم حریص ہیں اور اسی فکر میں رہتے ہیں کہ جب تک خریدار موجود رہیں چاہے وہ خریدیں یا نہ خریدیں ہم بھی برابر ڈٹے رہیں خواہ ہماری کئی کئی وقت کی نمازیں قضا کیوں نہ ہو جائیں۔

جب ہم احکام خداوندی کا احترام نہیں کرتے تو خدا ہم سے خوش کیسے ہو اور جب خدا خوش ہی نہ ہو تو ہم میں فارغ البال کہاں سے آئے جب تک ہم پکے مسلمان نہ ہوں گے خدا کے ہر حکم کی تعمیل نہیں کریں گے تو ہمارے کاروبار نہیں چلیں گے نہ مفلسی دور ہو گی اور نہ عزت ملے گی۔

ضرورت تو اس امر کی ہے کہ قرون اولیٰ جیسے مسلمان بن جائیں۔ دنیا کی طلب چھوڑ دیں۔ خدا پرستی اختیار کر لیں۔ خدا کو خوش کر لیں تو دنیا ہمارے قدموں پر ہو گی۔

قیسؓ نے بھی وضو کیا اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھی۔ نماز پڑھ کر وہ امیر عیاضؓ کے خیمے پر پہنچے۔

عیاضؓ۔ خالدؓ۔ مقدادؓ۔ عبدالرحمٰنؓ۔ ضرارؓ اور بہت سے دوسرے صحابی بیٹھے تھے۔ قیسؓ بھی سلام کر کے ایک طرف بیٹھ گئے۔ عیاضؓ نے سلام کا جواب دے کر دریافت کیا۔

کہو قیسؓ شہزادی کا کچھ پتہ چلا۔

قیسؓ نے کہا۔ جی ہاں! خدا کے فضل سے وہ مل گئیں۔"

عیاضؓ:۔ خدا کا شکر ہے۔ مجھے بڑا فکر ہو گیا تھا اگر وہ اپنی خوشی سے جاتی تو کوئی بات نہ تھی مگر اسے دھوکہ دے کر لے جایا گیا تھا۔"

قیسؓ:۔ آپ کا خیال بالکل صحیح ہے!

عیاضؓ:۔ کیسے ملی وہ؟

قیسؓ نے تمام واقعہ اپنے دامسؓ کے ساتھ جانے چیخ کی آواز سننے میرونہ کو دیکھ کر اس طرف دوڑنے۔ عیسائیوں سے لڑنے اور شہزادی کو واپس لانے کا سنا دیا عیاضؓ اور تمام لوگ نہایت توجہ سے سنتے رہے۔ عیاضؓ نے کہا۔ یہ خدا کی مہربانی ہے کہ اس نے فتح بھی دی اور شہزادی بھی واپس آ گئی۔ اب تم اس کی اچھی طرح حفاظت کرنا۔ زیتون کہاں رہ گئی۔

قیسؓ:۔ وہ بھاگ گئی۔

عیاضؓ:۔ اچھا ہوا وہ چلی گئی۔ ورنہ نہ معلوم کیا کیا فتنے اٹھاتی۔"

قیسؓ:۔ نہایت چالاک لڑکی ثابت ہوئی وہ۔"

عیاضؓ:۔ مگر صورت سے ایسی نہیں معلوم ہوتی تھی کیا تم نے ابھی کھانا نہیں کھایا؟

قیسؓ:۔ نہیں! میں لشکر میں آتے ہی آپ کو یہ تمام واقعات سنانے کے لئے چل پڑا تھا۔

عیاضؓ نے کچھ غصہ بھری نظروں سے ان کی طرف دیکھ کر کہا کیا تم نے ظہر کی نماز بھی نہیں پڑھی ہے؟

قیسؓ:۔ جب میں آپ کے خیمہ کے قریب پہنچا تو اذان کی آواز آئی میں فوراً لوٹا اور نماز پڑھ کر اب حاضر ہوا ہوں۔

عیاضؓ:۔ بہت اچھا کیا تم نے۔ نماز ہر کام سے مقدم ہے۔ اچھا اب جاؤ اور پہلے کھانا کھالو۔

قیسؓ:۔ بہتر ہے۔

وہ اٹھے سلام کر کے چلے اور اپنے خیمے پر پہنچے دیکھا تو شاہد کھانا تیار کر رہا ہے وہ بھی اس کے پاس بیٹھ گئے اور اسے کھانا تیار کرنے میں مدد دینے لگے۔

تھوڑی دیر میں کھانا تیار ہو گیا۔ سب سے پہلے انھوں نے شہزادی کے لئے بھیجا اور جب وہ کھا چکی تب انھوں نے غلام کے ساتھ بیٹھ کر کھایا کھانا کھا کر فارغ ہی ہوئے تھے کہ عصر کی اذان ہو گئی اور وہ اٹھ کر نماز پڑھنے کے لئے چلے گئے۔

نماز پڑھ کر اس حلقے میں جا بیٹھے جس میں قرآن شریف پڑھا جا رہا تھا۔ دن چھپے تک قرآن شریف سنتے رہے۔ جب دن چھپ گیا تب مغرب کی نماز پڑھی اور اپنے خیمے پر آئے۔

اس وقت بھی غلام کھانا تیار کر رہا تھا وہ بھی اس کے پاس بیٹھنے لگے اسنے کہا۔

دیر سے شہزادی خیمے کے اندر بیٹھی آپ کا انتظار کر رہی ہیں۔"

قیسؓ وہاں سے اٹھ کر اندر چلے گئے انھوں نے دیکھا کہ دو موم بتیاں روشن ہو رہی ہیں وہ سمجھ گئے کہ شہزادی نے کسی سے روشن کرائی ہیں۔ چونکہ خیمہ میں کافی روشنی پھیلی ہوئی تھی اس لئے انھوں نے پہلی ہی نظر میں دیکھ لیا کہ شہزادی خیمے کے درمیانی چوب سے پشت لگائے بیٹھی ان کی طرف دیکھ رہی ہے۔

یہ بڑھ کر اس کے سامنے جا بیٹھے۔ ان کے بیٹھتے ہی اس نے کہا۔ کہاں چلے گئے تھے آپ ۔۔؟"

قیسؓ نے جواب دیا۔ میں نماز پڑھنے کے لئے چلا گیا تھا۔"

میرونہ نے ایسی نگاہوں سے جن میں محبت اور شکریہ کی جھلک تھی قیسؓ کو دیکھکر کہا۔ میں حیران ہوں کہ کس طرح سے آپ کا شکریہ ادا کروں۔

قیسؓ:۔ آپ کو شکریہ ادا کرنے کی کیا ضرورت ہے

میرونہ نے تبسم چتون سے دیکھتے ہوئے کہا پھر آپ نے وہی بے تکی گفتگو شروع کی۔

قیسؓ نے بھولے پن سے کہا مجھے تو ایسی ہی گفتگو آتی ہے..... ہاں خوب یاد آیا! تم نے مجھے تعلیم دینے کا وعدہ کیا تھا۔"

میرونہ نے شوخی کے انداز سے کہا اور اسی لئے میں آئی ہوں۔

قیسؓ:۔ بڑی مہربانی کی تم نے۔

میرونہ:۔ مگر دیکھو میں اس طرح تمہیں تعلیم نہ دوں گی"

قیسؓ نے اس کی دلکش صورت کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور کس طرح؟"

میرونہ:۔ اب کیا کہوں میں آپ سے۔ آپ ایسے سیدھے ہیں کہ کچھ سمجھتے ہی نہیں۔

قیسؓ:۔ یہی تو خرابی ہے مجھ میں!

میرونہ:۔ تم عورت کیوں نہ ہو گئے۔

قیسؓ:۔ اب یہ مرضی کی بات تو نہ تھی۔ ہاں اگر خدا پوچھتا تو شاید میں کہہ دیتا۔

میرونہ نے دل فریب ادا سے قیسؓ کو دیکھ کر کہا۔ کیا کہہ دیتے آپ؟

قیسؓ:۔ بس یہی کہتا کہ مجھے شریر اور شوخ لڑکیوں سے بچائیو!"

میرونہ:۔ کون سی شوخ اور شریر لڑکیوں سے بچنا چاہتے ہیں آپ؟

قیسؓ:۔ اب اگر میں صاف صاف کہوں گا تو آپ پھر خفا ہو جائیں گی

میرونہ:۔ میں کیوں خفا ہونے لگی۔ آپ شوق سے کہئے۔

قیسؓ:۔ بس تو آپ ہی کی بابت کہنا تھا۔

میرونہ:۔ اچھا!..... میں شریر بھی ہوں اور شوخ بھی۔

قیسؓ:۔ دیکھئے وہ آنے لگا آپ کو غصہ اسی لئے تو میں نہ کہتا تھا۔

میرونہ:۔ نہیں مجھے غصہ نہیں آرہا ہے مگر آپ یہ تو بتائیں کہ آپ مجھے شریر کیسے سمجھتے ہیں؟

قیسؓ:۔ اس سے زیادہ اور کیا شرارت ہوگی کہ بات بات پر خفا ہو کر میری روح کو گھلا دیتی ہیں۔ آپ آئی تھیں تعلیم دینے اور لگیں باتیں کر کے خفا ہونے۔

میرونہ:۔ دراصل آپ کی باتوں میں بڑا لطف آتا ہے۔

قیسؓ:۔ لیکن خفا کیوں ہو جاتی ہو۔؟

میرونہ:۔ اب خفا نہ ہوا کروں گی۔

قیسؓ:۔ مجھے تو شک ہی ہے۔

میرونہ:۔ کس بات کا شک ہے؟

قیسؓ:۔ خفا ہونے کی تمہاری عادت ٹھہری پھر خفا کیوں نہ ہوگی۔"

میرونہ:۔ میں نے آپ کی وجہ سے اپنی بہت سی عادتیں چھوڑ دی ہیں۔ یہ بھی

چھوڑ دوں گی۔

قیسؓ:۔ جب تو ایسا دل آویز پھول ہو جاؤ گی جس کی نظیر تمام دنیا میں نہ ملیگی

میرونہ:۔ اچھا تم مجھے پھول سمجھتے ہو۔

قیسؓ:۔ پھول بھی اور دنیائے جنت کی حور بھی۔

میرونہ کچھ کہنا چاہتی تھی کہ عشاء کی اذان ہو گئی۔ قیسؓ نے کہا۔

شہزادی معاف کرنا اذان ہو رہی ہے۔ پہلے میں نماز پڑھ آؤں۔

میرونہ نے محبت بھری نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا اور تھوڑی دیر میں چلے جانا

قیسؓ:۔ نہیں! مسلمان کے لئے حکم یہ ہے کہ اذان سنتے ہی نماز کے لئے دوڑ پڑے۔

میرونہ:۔ جب یہ بات ہے تو میں کیسے روک سکتی ہوں۔

قیسؓ اٹھے خیمے سے باہر نکلے اور نماز پڑھنے کے لئے روانہ ہو گئے۔

چھبیسواں باب

اسلام کی صداقت

جب جریر مرہف سے رخصت ہو کر اس جگہ پہنچا جہاں وہ اور اس کے ساتھ آنے والے ٹھہرے ہوئے تھے تو اس نے خیموں اور کمبلوں کے انبار لگے ہوئے دیکھے وہ مرہف کا بے حد مشکور ہوا۔ اس نے فوراً خیمے نصب کرا دیئے اور کمبل ضرورتمندوں کو دے دیئے گئے۔ جب ان سب نے دوپہر کا کھانا کھا لیا۔ تب جریر نے ایک بڑے خیمے میں ان تمام لوگوں کو بلا کر جمع کر لیا جو با اثر تھے۔ تقریباً دو سو آدمی جمع ہوئے۔ جریر نے ان سے مخاطب ہو کر کہا۔

میرے مظلوم دوستو! ہم سب مسلمانوں کے خوف سے اپنے شہروں کو چھوڑ کر مھاج میں پناہ لینے کے لئے آئے تھے۔ خیال تھا کہ ہم تارکین وطن کی اگر عزت افزائی بھی نہ کی گئی تو بے عزتی بھی نہ کی جائے گی مگر میرے خیالات غلط ثابت ہوئے۔

ہمارے نہ خرچ تنگ و ناموس کی دھجیاں اڑائی گئیں بلکہ ہمیں کھلے ہوئے میدان میں آسمان کے نیچے برف میں ڈوب کر آنے والی ہوائیں اس لئے چھوڑ دیا گیا کہ ہم سردی سے اکڑ اکڑ کر مرجائیں۔

چنانچہ ہم مرنے لگے۔ ہم سے یہ سلوک ان عیسائیوں نے کیا ہے جنہیں انکا مذہب یہ تعلیم دیتا ہے کہ بنو نوع انسان کے ساتھ بہتر سلوک کرو کسی کو بھی تکلیف نہ دو۔ اس کے برعکس اس شخص کی مہربانی دیکھو کہ جو عربی النسل ہے یعنی مرہف! اس کے دادا عیسائی ہو گئے تھے۔ لیکن وہ عیسائیوں کا طرز عمل دیکھ کر مسلمان ہو گیا ہے۔ جب میں نے آج اس سے اپنی قوم کی تکالیف کی شکایت کی تو وہ بہت زیادہ متاثر ہوا اور اس نے خیمے اور کمبل بھیجے۔ یہ اس نے ہم پر صرف یہی احسان نہیں کیا ہے بلکہ ہمارے لئے مسلمانوں سے مصالحت بھی کرلی ہے۔

اب مسلمانوں کے متعلق سنئے۔ تمام عیسائی مسلمانوں، وحشی اور غیر مہذب کہتے ہیں۔ لیکن ان وحشیوں نے ہماری مصیبت کی داستان سنتے ہی بغیر کسی شرط کے صلح منظور کرلی اور ہمیں اپنی امان میں لے لیا۔ آج یا کل ان کے دس آدمی قلعہ کے اندر آنے والے ہیں ان کے امیر نے ان کو ہدایت کردی ہے کہ وہ ہماری مدد کریں اور وہ یقیناً مدد کریں گے۔

ان باتوں کو سامنے رکھ کر سوچئے کہ عیسائی بہتر ہیں یا مسلمان! ایک نوجوان نے کہا۔ مجھے عیسائیوں سے اس قدر نفرت ہو گئی ہے کہ ان کی طرف دیکھنا بھی گوارہ نہیں کرتا۔"

ایک بڈھے نے کہا۔ مگر یہ خیال رکھو کہ تم خود عیسائی ہو۔"

نوجوان:۔ ہاں ابھی تک عیسائی ہوں مگر عیسائیت سے بیزار ہو چکا ہوں۔

ایک ادھیڑ عمر کے شخص نے کہا۔ عیسائیوں نے خداوند (حضرت عیسیٰؑ) کی تعلیم کو چھوڑ دیا ہے۔ مذہب کو محض کھلونا بنا لیا ہے۔ شراب کو جائز قرار دے لیا ہے۔ بڑے آدمیوں کو سجدہ کرنا روا رکھا گیا ہے۔ عورتیں ایسی کھیتی سمجھ لی گئی ہیں جسے ہر عیسائی استعمال کرسکتا ہے۔

انسانیت چھوڑ دی گئی ہے ہم میں اتنے عیوب پیدا ہو گئے ہیں جو گنتی میں نہیں آسکتے۔ ہمیں اپنے آپ کو عیسائی کہتے ہوئے شرم آتی ہے۔ ایک پرجوش نوجوان نے کہا عیسائیت اب ہے کہاں۔ عام لوگوں میں جس قدر برائیاں پیدا ہو چکی ہیں امیروں نے جس قدر بدکاریاں شروع کردی ہیں ان سے ایک خدا پرست انسان کا دل لرز جاتا ہے اور تو اور ہماری مقدس جماعت پادریوں کو دیکھ لیجئے کس قدر سیاہ کار ہو گئی ہے۔

یہ اس لئے ہو رہا ہے کہ ہم زبان سے تو یہ کہتے ہیں کہ ایک خدا کے پرستار ہیں مگر حقیقت یہ نہیں ہے۔ خدا کو بھی مانتے ہیں اور خدا کے بیٹے حضرت عیسیٰؑ کو بھی اور پاک مریمؑ کو بھی اور روح القدس کو بھی گویا ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ یہ تینوں بھی خدا کی خدائی میں شریک ہیں۔ اس سے ہم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ اگر خدا ناخوش ہوگا تو اس کا بیٹا سفارش کرے گا۔ خدا اور اس کا بیٹا بھی ناخوش ہوں گے تو پاک ماں بخشوا دے گی۔ اور اگر وہ بھی خفا ہوئیں تو روح القدس ہمیں جنت میں لے جائیں گے۔

کس قدر احمقانہ خیال ہے۔ ہمارے اس خیال ہی نے ہم کو مذہب سے دور اور گناہوں سے قریب کردیا ہے۔

جرمیر:۔ تم نے بالکل سچ کہا ہے۔ ہم نے ایک خدا کے کئی ٹکڑے کر لئے اور اپنے زعم میں یہ سمجھ لیا ہے کہ ان میں سے کوئی نہ کوئی تو ہمیں جنت میں لے ہی جائے گا اور اس

لئے ہم نڈر ہو کر گناہوں کی طرف جھک گئے ہیں۔

نوجوان:۔ سُنا ہے مسلمان صرف ایک خدا کو مانتے ہیں۔"

جریر:۔ ایک مرتبہ ایک خانہ بدوش عرب فلسطاس کے ایک باغ میں آکر ٹھہرا تھا میں اس سے ملا تھا۔ میں نے اس سے خدا کے متعلق دریافت کیا۔ تو اس نے کہا کہ اسلام کی یہ تعلیم ہے کہ خدا ایک ہے نہ اس کے کوئی بیٹا ہے نہ وہ کسی کا باپ ہے۔ نہ وہ سوتا ہے نہ اسے آرام کرنے کی ضرورت ہے وہ تمام چیزوں پر قادر ہے۔ اس کے حکم کے بغیر ایک ذرہ بھی حرکت نہیں کر سکتا۔ جتنے نبی اور رسول ہوئے ہیں خدا نے انھیں مخلوق کی ہدایت کے لئے بھیجا تھا وہ قیامت کے روز خدا سے گنہگاروں کے گناہ معاف کئے جانے کی سفارش کریں گے۔ لیکن یہ اختیار خدا ہی کو ہے کہ وہ معاف کرے یا نہ کرے۔

بڈھا:۔ حقیقت یہی معلوم ہوتی ہے۔ دراصل ہم عیسائی بہک گئے ہیں اور حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا کہنے لگے ہیں۔ خدا کی ذات ان باتوں سے پاک ہے۔

جریر:۔ اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ جو کچھ مسلمان کہتے ہیں وہ صحیح ہے اور توحید اسلام ہی میں ہے۔

جوان:۔ میں بالکل اس کا قائل ہوں۔

جریر:۔ اچھا! اب یہ بات سنو! کہ یانس نے دس مسلمانوں کو اس لئے بلایا ہے کہ وہ مصالحت پر حلف اٹھائیں۔ مصالحت کا فریب دے کر وہ انھیں گرفتار کرنا چاہتا ہے۔

بڈھا:۔ کس وجہ سے وہ ایسا کرنے پر تیار ہے؟

جریر:۔ اس کی منگیتر شہزادی میرونہ کو مسلمانوں نے گرفتار کر لیا ہے وہ چاہتا ہے کہ ان مسلمانوں کو گرفتار کر کے ان کے رہائی کے بدلے میں شہزادی کو رہا کرا لے۔

نوجوان:۔ خوب! کا جال بچھایا ہے۔"

جریر:۔ مگر مسلمانوں کو اس کے ارادہ کی خبر ہو گئی ہے۔

بڈھا:۔ اچھا ہوا اب نہ آئیں اور نہ گرفتار ہو سکیں گے۔

جریر:۔ نہیں وہ آئیں گے اور آنے کا وعدہ کر چکے ہیں۔

بڈھا:۔ مگر یہ تو انھوں نے عقلمندی نہ کی۔

جریر:۔ دراصل مسلمان کسی سے ڈرنا اور دبنا تو جانتے ہی نہیں وہ آئیں گے اور جب انھیں گرفتار کرنے کی کوشش کی جائے گی تو وہ لڑائی شروع کر دیں گے۔

جوان:۔ مگر نتیجہ کیا ہوگا وہ صرف دس ہی ہوں گے اور یہاں ہزاروں ہیں۔

جریر:۔ انھیں اس کا مطلق خوف نہیں ہے مرہف چاہتا ہے اگر جنگ شروع ہو جائے تو ہم ان کی مدد کریں۔

نوجوان:۔ اگر ہم مسلمانوں پر احسان کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں ضرور ایسا ہی کرنا چاہئے۔

جریر:۔ کیا آپ سب کی یہی رائے ہے؟

سب نے کہا۔ ہاں! ہم اس کے لئے تیار ہیں تو اب میری ایک بات اور سن لیجئے۔

بڈھا:۔ کہئے۔"

جریر:۔ آپ کی گفتگو اور بحث سے میں نے سمجھا ہوں کہ آپ نہ صرف عیسائیوں سے ہی بدظن ہیں۔ بلکہ عیسائیت سے بھی بیزار ہیں۔

نوجوان:۔ اور یہ بالکل سچ ہے۔"

جریر:۔ پھر ہم کیوں نہ مسلمان ہو جائیں۔"

یہ سن کر سب خوش ہو گئے۔ اور ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ جریر نے کہا۔ دوستو! جب ہم عیسائی مذہب ہی کو اچھا نہیں سمجھتے تو ہمیں کوئی نہ کوئی مذہب اختیار کرنا چاہئے۔ کیونکہ مذہب ہی خدا پرستی کی تعلیم دیتا ہے اور خدا پرستی کا جذبہ ہی ہمیں

شرارتوں، شیطانی بدکاریوں اور انسانیت سوز گناہوں سے بچاتا ہے آپ نے اس بات کو بھی اعتراف کیا ہے کہ اسلام اچھا مذہب ہے۔ پھر کیوں نہ ہم مسلمان ہو جائیں۔

نوجوان نے کہا۔ آپ بالکل سچ فرما رہے ہیں۔ جب ہم عیسائیت سے بیزار ہو چکے ہیں تو ہمیں مسلمان ہو جانا چاہیے اور جب مسلمان ہونا ہی ہے تو مسلمانوں کے آنے کا کیوں انتظار کریں۔

جریر:۔ اگر ہم اسی وقت مسلمان ہو جائیں گے تو دنیا یہ نہ کہہ سکے گی کہ ہم کسی لالچ یا ڈر سے مسلمان ہوئے ہیں۔

بڈھا:۔ مشورہ تو تمہارا بہت معقول ہے۔

جریر:۔ اگر کسی کو کوئی اختلاف ہو تو بیان کرے؟

سب نے کہا۔ کسی کو کوئی اختلاف نہیں ہے۔

جریر:۔ اچھا تو میں جریر کو بلائے لیتا ہوں وہ آکر ہم سب کو مسلمان کر لیں گے ہر طرف سے آوازیں آئیں۔ ضرور بلا لیجئے!

جریر:۔ اچھا! میں انھیں بلوا تا ہوں اتنے میں آپ جا کر اپنے اپنے خاندان والوں کو آمادہ کیجئے۔

بڈھا:۔ مناسب ہے۔

سب لوگ اٹھ اٹھ کر چلے گئے۔ جریر نے ایک آدمی مرہف کو بلانے کے لئے بھیجا تھوڑی ہی دیر میں مرہف آگیا جب جریر نے اس سے اپنے تمام ساتھیوں کے مسلمان ہو جانے کی تجویز بیان کی تو وہ بہت خوش ہوئے اور انھوں نے کہا کہ حقیقت یہ ہے کہ اسلام کی صداقت نیک اور عقلمند لوگوں کے دلوں میں خود گھر کر لیتی ہے۔ اب بتائیے کس نے آپ کو تبلیغ کی کس نے آپ کو لالچ دیا کس نے ڈرایا۔ آپ خود بخود ہی تو اسلام کی طرف جھکے ہیں۔"

جریر:۔ بے شک۔"

مرہف:۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام خدا کا پسندیدہ مذہب ہے اور خدا چاہتا ہے کہ اس کی ساری مخلوق مسلمان ہو جائے اس نے ہی تمہارے دل میں مسلمان ہونے کا جذبہ پیدا کیا ہے اور تم مسلمان ہونے پر تیار ہو گئے۔

جریر:۔ بے شک۔

مرہف:۔ سچ پوچھو تو یہ خدا کا احسان ہے وہ چاہتا ہے کہ ہم مسلمان ہو کر جنت کے حقدار بن جائیں۔

جریر:۔ ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔

مرہف:۔ اسلام کا یہ قانون ہے کہ جو شخص خواہ وہ کسی طبقہ کا ہو جب مسلمان ہو جاتا ہے تو ساری دنیا کے مسلمانوں کا بھائی بن جاتا ہے اب تم مسلمان ہو کر تمام مسلمانوں کے بھائی بن جاؤ گے اور جو حقوق مسلمانوں کو حاصل ہیں وہی تمہیں حاصل ہو جائیں گے۔

جریر:۔ یہ بات مجھے اب معلوم ہوئی۔

مرہف:۔ اچھا تو آپ اپنے آدمیوں کو بلا لیجئے!

جریر:۔ بہتر ہے۔

وہ اٹھ کر گیا اور تھوڑے سے آدمیوں کو بلا لایا۔ مرہف نے کلمہ پڑھا کر انہیں مسلمان کر لیا۔ وہ مسلمان ہو کر چلے گئے اور ان کے جانے کے بعد اور لوگ آگئے غرض اسی طرح سے تھوڑے تھوڑے لوگ آ آ کر مسلمان ہوتے چلے گئے یہاں تک کہ مردوں کے بعد عورتیں اور پھر بچے آ آ کر مسلمان ہوئے۔

جب سب لوگ مسلمان ہو چکے تب مرہف نے کہا دیکھو ابھی تم اس بات کو چھپاؤ کہ تم مسلمان ہو گئے ہو۔ جب مسلمان یہاں آویں اس وقت اس کا اظہار کر دینا۔ سب نے بہتا اچھا کہا۔ اور چلے گئے۔ اب مرہف اٹھا اور اپنے محل کی طرف روانہ ہوا۔

ستائیسواں باب

امتحان محبّت

جب قیسؓ نماز پڑھ کر آئے تو شہزادی میرونہ کو اس جگہ بدستور بیٹھے ہوئے دیکھا جس جگہ اور جس طرح بیٹھا چھوڑ گئے تھے۔ انھوں نے کہا۔ کھانا تیار ہو گیا ہے۔ اجازت دو تو منگا لوں؟

میرونہ نے ان کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ شاید آپ کو بھوک لگ رہی ہے۔"

قیسؓ:۔ مجھے؟..... تمہیں دیکھ کر میری بھوک دوک سب اڑ جاتی ہے۔

میرونہ نے مسکرا کر کہا۔ خوب گویا میں ایسی ڈراؤنی لڑکی ہوں کہ خوف کی وجہ سے آپ کی بھوک تک اڑ جاتی ہے۔

قیسؓ:۔ نہ نہ یہ بات نہیں ہے؟

میرونہ:۔ اور کیا بات ہے؟

قیسؓ:۔ اب میں کیا کہوں۔ مجھ کو تو بیان کرنا بھی نہیں آتا!"

میرونہ:۔ جی ہاں! ایسے ہی تھے ہو۔"

"یہ کہتے ہی میرونہ نے منہ تھتا لیا۔"

قیسؓ نے سوکھا سا منہ بنا کر کہا۔ لیجئے! پھر خفا ہو گئیں آپ! ابھی تو کہہ رہی تھیں آپ کہ میں خفا نہ ہوا کروں گی اور ابھی خفا ہو گئیں اور مجھے پہلے ہی سے شبہ تھا۔

یا تو میرونہ روٹھ گئی تھی یا بے ساختہ ہنس پڑی۔ اس نے ہنستے ہوئے کہا آپ ایسے کیوں ہیں؟۔

قیسؓ:۔ مشکل تو یہی ہے کہ میں خود نہیں سمجھتا کہ میں ایسا کیوں ہوں۔

میرونہ:۔ سمجھنے کی کوشش کیجئے!

قیسؓ:۔ میں تو سمجھتا نہیں تم ہی سمجھاؤ!"

میرونہ:۔ ہم عیسائیوں میں یہ قاعدہ ہے.....

قیسؓ نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔ معاف کرنا میں عیسائیوں کا قاعدہ سیکھنا نہیں چاہتا۔"

میرونہ نے حیرت سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ عیسائیوں کا قاعدہ سیکھنا نہیں چاہتے۔"

قیسؓ:۔ ہاں۔

میرونہ:۔ کیوں؟

قیسؓ:۔ اس لئے کہ میں مسلمان ہوں اور ایک مسلمان عیسائیوں کی کوئی بات بھی سیکھنا نہ چاہے گا۔"

میرونہ:۔ آپ جانتے ہیں کہ میں عیسائی ہوں۔"

قیسؓ:۔ خوب جانتا ہوں!

میرونہ:۔ میں چاہتی ہوں کہ آپ عیسائیوں کی تمام باتیں سیکھ جائیں۔

قیسؓ:۔ یہ ناممکن ہے مسلمان اپنی روش، اپنی طرز، اپنی معاشرت اور تمدن چھوڑ کر کسی قوم کی کوئی چیز اختیار نہیں کر سکتا اور جو ایسا کرے گا خدا کا غضب اس پر نازل ہو گا۔

میرونہ نے محبت بھری نظروں سے قیسؓ کو دیکھتے ہوئے کہا۔ مگر میں نے تو کچھ اور ہی سمجھ رکھا تھا؟"

قیسؓ نے اس کے چہرہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا کیا؟

میرونہ:۔ یہی کہ تم میرے ہو جاؤ گے!"

قیسیؓ نے حیرت سے اس رشک گل ترکو دیکھتے ہوئے کہا۔ کیا تم مجھے اپنا بنانا چاہتی ہو؟

میرونہ نے حیا پرور نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ ہاں!"

قیسیؓ:۔ یہ میری خوش قسمتی ہے!

میرونہ:۔ مگر! .....

قیسیؓ:۔ کیا؟

میرونہ:۔ تمہیں عیسائی معاشرت اختیار کرنے سے انکار ہے!"

قیسیؓ:۔ میں مجبور ہوں۔ ہمارے نبی کا یہ حکم ہے کہ کافروں اور مشرکوں کی وضع قطع اختیار نہ کرو۔

میرونہ:۔ مگر میں تو کچھ اور ہی چاہتی تھی؟

قیسیؓ:۔ کیا چاہتی تھیں تم؟

میرونہ:۔ تم میرے ساتھ چلتے اور عیسائی ہو کر میرے باپ کے تخت پر بیٹھتے"

قیسیؓ نے تیز نگاہوں سے دیکھ کر کہا۔ میں عیسائی ہو جاتا۔ ایک مسلمان سے تم ایسی توقع رکھتی ہو۔ سنو! مسلمان کسی لالچ سے بھی اپنا مذہب نہیں چھوڑ سکتا! میرونہ بڑھ کر ان کے اور قریب ہو گئی۔ اس نے انتہائی بھولی صورت بنا کر کہا۔ نہیں قیسیؓ! ایسی بات کہہ کر میرا دل نہ توڑو۔

قیسیؓ نے استقلال کے لہجے میں کہا۔ مجھ سے ایسی گفتگو بھی نہ کرو میرونہ! میں ایسی باتیں سننے کے لئے تیار نہیں ہوں"

میرونہ نے عاجزی سے کہا۔ بیدرد بہادر عرب! الیسانہ کہو!"

قیسیؓ:۔ جو میں نے کہا ہے زندگی کے آخری سانس تک وہی کہتا رہوں گا۔

میرونہ:۔ گویا تم مجھ سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتے ہو!"

قیسیؓ:۔ ہاں! اگر تم مجھے عیسائی بنانا چاہتی ہو تو میں تم سے علیحدہ ہی رہنا بہتر سمجھتا ہوں۔

میرونہ:۔ لیکن وہ محبت کا اقرار"

قیسیؓ:۔ مجھے تم سے محبت ہے اور رہے گی۔ لیکن یہ نہ ہوگا کہ محبت سے مغلوب ہو کر مذہب کو چھوڑ دوں۔

میرونہ نے غصہ بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ تو گویا آج تک تم مجھے دھوکا دیتے رہے ....."

قیسیؓ:۔ مسلمان کبھی دھوکا نہیں دیا کرتا۔ ہاں تم مجھے دھوکا دینے کی فکر کرتی رہیں!"

میرونہ سانپ کے کاٹے ہوئے انسان کی طرح چونکی اس نے سینہ تان کر بیٹھتے ہوئے کہا۔ میں دھوکا دیتی رہی ہوں۔؟"

قیسیؓ:۔ بے شک!

میرونہ نے جوش میں آ کر کہا۔ نہیں۔ غلط خیال ہے آپ کا"

قیسیؓ:۔ لیکن مجھے عیسائی ہونے کی دعوت کیوں دے رہی ہو؟"

میرونہ:۔ اس لئے کہ میں عیسائی ہوں!"

قیسیؓ:۔ مگر میں مسلمان ہوں اور اس لئے انکار کرتا ہوں!"

میرونہ نے عاجزی کے لہجہ میں ان کے گلے میں ہاتھ حائل کرتے ہوئے کہا۔ ایسا نہ کہو قیسیؓ۔

قیسیؓ نے آہستہ آہستہ اس کے ہاتھ الگ کرتے ہوئے کہا۔ میں مجبور ہوں میرونہ!

میرونہ:۔ آہ مجھے تم سے محبت ہے۔ میرا دل نہ توڑو!

قیسیؓ:۔ میرونہ۔ مذہب محبت سے بالاتر ہوتا ہے۔

میرونہ:۔ آہ! بے درد ظالم!

قیسؓ :۔ افسوس نہ کرو۔ تم سمجھتا کہ مجھ سے لڑ ہی نہ تھیں۔

میرونہ :۔ یہ ناممکن ہے!

قیسؓ :۔ تو پھر تم مسلمان ہو جاؤ!

میرونہ :۔ یہ بھی نہیں ہو سکتا!

قیسؓ :۔ لیکن تم کو دو باتوں میں سے ایک ضرور کرنا ہوگی!"

میرونہ :۔ کیا؟

قیسؓ :۔ یا تو محبت سے دست بردار ہو جاؤ یا مذہب کو چھوڑ دو!"

میرونہ :۔ یہ دونوں باتیں مشکل ہیں!

قیسؓ :۔ تو پھر کوئی تیسری بات سوچو۔

میرونہ :۔ سوچوں گی!

قیسؓ :۔ کب؟

میرونہ :۔ ایک دو روز میں!"

قیسؓ :۔ جیسے تمہاری مرضی!

میرونہ نے عاجزانہ نگاہوں سے قیس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ مگر تم بھی تو سوچنا قیسؓ

قیسؓ :۔ میں سوچ چکا ہوں!"

میرونہ :۔ یہی کہ تم عیسائی نہ ہوگے"!

قیسؓ :۔ ہاں!"

میرونہ :۔ اگر میں چلی گئی تو کیا تمہیں ملال نہ ہوگا!"

قیسؓ :۔ ضرور۔ لیکن! ؎

طبعیت کو ہوگا قلق چند روز ٹھہرتے ٹھہرتے ٹھہر جائے گی

میرونہ :۔ بڑے سنگدل سے پالا ہے!"

قیسؓ :۔ سنگدل میں نہیں تم ہو۔

میرونہ :۔ کاش! میں پہلے ہی تمہیں ایسا سمجھ لیتی!"

قیسؓ :۔ میرونہ یاد رکھو کوئی مسلمان اپنا مذہب نہیں بدل سکتا!"

میرونہ :۔ مگر میں غلط فہمی میں مبتلا تھی!

قیسؓ :۔ اس میں میرا قصور نہیں ہے!"

میرونہ چپ ہو گئی۔ قیسؓ نے بات کا رخ بدلتے ہوئے کہا شہزادی! تم اس قدر تنومند ہوتے ہوئے زیتون کے فریب میں آکر اس کے ساتھ کیسے چلی گئی تھیں۔

میرونہ نے جواب دیا۔ اس قطامہ نے مجھ سے کہا کہ میرا باپ مجھے دیکھنا چاہتا ہے اور اس کے گھوڑے سے گرنے کی وجہ سے چوٹ آگئی ہے میں بے چین ہو گئی اور آسانی سے اسکے فریب میں آگئی۔ مگر تم وہاں کیسے پہنچ گئے۔

قیسؓ :۔ جب تم چلی گئیں تو مجھے بے کلی سی ہو گئی۔ میں نے امیر عیاضؓ سے ذکر کیا۔ انھوں نے فرمایا کہ زیتون میرونہ کو شاید فریب دے کر لے گئی ہے اسے تلاش کر کے لاؤ۔ چنانچہ میں چلا اور اتفاق سے وہاں پہنچ گیا۔

میرونہ :۔ اس طرح تم نے تین مرتبہ میری جان بچائی ہے!"

قیسؓ :۔ جب تک تم مسلمانوں کی حفاظت میں ہو اس وقت تک ہمارا سب کا فرض ہے کہ تمہاری نگہداشت رکھیں اور حفاظت کریں۔

میرونہ :۔ میں تمام مسلمانوں کی مشکور ہوں!"

قیسؓ :۔ کچھ کھانا منگواؤں۔

میرونہ :۔ منگوا لیجئے۔

قیسؓ نے دروازہ پر آکر شاہد کو کھانا لانے کے لئے حکم دیا وہ کھانا لے آیا دونوں

نے کھایا۔ شہزادی چلی گئی اور قیس رضی اللہ عنہ سونے کے لئے پڑ گئے۔ وہ دیر تک پڑے خیالات میں کھوئے رہے۔ آج میرونہ نے انھیں عیسائی ہونے کی ترغیب دی تھی اور وہ اسکے متعلق سوچ رہے تھے۔ دیر تک سوچتے رہے آخر سو گئے۔

جب اٹھے تو اذان ہو رہی تھی وہ خیمہ سے باہر نکلے ضرورت سے فراغت کی اور نماز پڑھنے چلے گئے۔ جب نماز پڑھ چکے تو عیاض رضی اللہ عنہ کے غلام کو کہتے سُنا کہ جو لوگ قلعہ میں جانے کے لئے منتخب کئے گئے ہیں وہ مسلح ہو کر امیر کے خیمہ پر آجائیں۔

وہ واپس لوٹے اور مسلح ہو کر امیر کے خیمے پر جا پہنچے۔ ان کے آنے سے پہلے کچھ لوگ آگئے تھے وہ سلام کر کے بیٹھ گئے تھوڑی دیر میں ہی دس کے دسوں آدمی آگئے۔ عیاض رضی اللہ عنہ نے کہا۔ آج تم خدا کا نام لے کر جاؤ۔ میں بھی تمام لشکر لیکر فصیل کے سامنے پہنچ جاؤں گا۔ اگر یانس بدعہدی کرے تو تم اللہ اکبر کا نعرہ لگانا ہم سمجھ لیں گے اور دروازہ توڑ کر قلعہ میں داخل ہونے کی کوشش کریں گے۔

سب نے کہا۔ بہت اچھا!"۔

عیاض رضی اللہ عنہ:۔ جاؤ خدا تمہاری حفاظت کرے۔"

سب نے امیر کو سلام کیا اور گھوڑوں پر سوار ہو ہو کر قلعہ کی طرف روانہ ہوئے۔ ان کے جاتے ہی عیاض رضی اللہ عنہ نے تمام لشکر کو مسلح ہو کر قلعہ کے سامنے جانے کا حکم دیا۔ شیران اسلام مسلح ہو ہو کر گھوڑوں پر سوار ہوئے اور آہستہ آہستہ چل چل کر فصیل کے سامنے صف باندھ باندھ کر کھڑے ہونے لگے۔

اٹھارہواں باب

شیران اسلام کی آمد

یانس زیتون کو ساتھ لیکر محل میں داخل ہو گیا۔ اسے رہ رہ کر افسوس ہو رہا تھا کہ میرونہ قابو میں آکر نکل گئی۔ ساتھ ہی مسلمانوں پر غصہ بھی آرہا تھا کہ وہ اسے لے گئے تھے وہ اپنے کمرے میں جا کر بیٹھ گیا۔ زیتون بھی بیٹھ گئی۔ یانس نے اس سے دریافت کیا۔ تو کیسے اس گل اندام کو لے آئی تھی۔ زیتون نے جواب دیا۔ بڑی مشکل سے لائی تھی حضور

یانس:۔ کیا فریب دیا تھا تو نے!

زیتون:۔ میں نے کہا تھا کہ اس کا باپ پرنول گرفتاری کی خبر سن کر آرہا تھا کہ گھوڑے سے گر پڑا اور اس کے چوٹ آگئی وہ پہاڑ کی ایک گھاٹی میں ٹھہرا ہوا ہے۔ اور اس سے ملنا چاہتا ہے۔

یانس:۔ جب تو وہ بے چین ہو گئی ہو گی!"

زیتون:۔ جی ہاں! اور فوراً ہی میرے ساتھ چلنے پر رضامند ہو گئی۔

یانس:۔ مگر مسلمانوں نے اسے اجازت کیسے دیدی؟

زیتون:۔ وہ قید نہیں ہے حضور! آزاد ہے جہاں چاہے جا سکتی ہے اس نے سیر کرنے کی اجازت طلب کی اور اسے اجازت مل گئی۔

یانس:۔ مگر سنا ہے کہ مسلمان کمبلوں کے فرش پر بیٹھتے اور سوتے۔ نیز کمبل ہی اوڑھتے ہیں؟۔

زیتون:۔ یہ بالکل صحیح ہے!

یانس:۔ میرونہ بھی کمبل ہی بچھاتی اور کمبل ہی اوڑھتی ہو گی۔

زیتون:۔ نہیں جسقدر سامان شہزادی کے ساتھ تھا وہ سب اسے دیدیا گیا ہو اور وہ شاہانہ طریقہ پر شہزادیوں کی سی شان سے رہتی ہے۔"

یانس:۔ تو نے اس عرب کو دیکھا ہے جسے وہ پیار کرنے لگی ہے۔"

زیتون:۔ دیکھا ہے!

یانس:۔ کیسا ہے وہ؟

زیتون:۔ نہایت خوبصورت ہے اور بڑا بہادر ہے!"

یانس نے برا سا منہ بنا کر کہا۔ عربستان جیسے گرم ملک کے رہنے والے بھی کہیں خوبصورت ہو سکتے ہیں۔

زیتون:۔ حضور اسکے نقش نہایت اچھے اور چہرہ پر ملاحت ہے۔

یانس:۔ کسقدر افسوس کی بات ہے کہ اس نے ایک عیسائی بادشاہ پر ایک کمبل پوش عرب کو ترجیح دی۔

زیتون:۔ یہ دلوں کا معاملہ ہے۔

یانس:۔ کیا وہ عرب بھی اس پہاڑ پر آیا تھا۔؟

زیتون:۔ جی ہاں! سچ پوچھئے تو وہی اپنی بے نظیر بہادری سے عیسائیوں کو قتل کر کے شہزادی کو چھڑا لے گیا۔

یانس نے کف افسوس ملتے ہوئے کہا۔ کاش! مجھے خبر ہو جاتی۔ میں اس بدذات عرب ہی کا کام تمام کر دیتا۔

زیتون:۔ لیکن اب تو وہ موقعہ ہی نکل گیا!"

یانس:۔ زیتون! تو نہایت ہوشیار اور چالاک لڑکی ہے۔ کیا اب تو کوئی تدبیر نہیں کر سکتی؟۔

زیتون:۔ نہیں حضور! مسلمان مجھ سے بدظن ہو گئے ہیں اور اب میں اسلامی لشکر

میں جانے کی جرأت نہیں کر سکتی۔

یانس:۔ مگر تو وہ جگہ تو جانتی ہے جہاں میرونہ رہتی ہے۔

زیتون:۔ جانتی ہوں۔ مگر آپ وہاں تک نہیں پہنچ سکتے۔

یانس:۔ کیوں؟

زیتون:۔ اس لئے کہ اس کے خیمہ عربی عورتوں کے خیموں کے پاس ہیں۔ اور عربی عورتوں کے خیمے اسلامی لشکر کے بیچ میں ہیں۔"

یانس:۔ کچھ ہو! میں ایک مرتبہ شبخوں ضرور ماروں گا اور اسے لانے کی کوشش کروں گا۔

زیتون:۔ کوشش کر لیجئے۔ لیکن کامیابی نہ ہوگی۔

یانس:۔ تو عربی عورتوں سے بھی ملی تھی۔

زیتون:۔ ملی تھی۔ نہایت نیک۔ خلیق اور متواضع ہیں۔

یانس:۔ اچھا زیتون! اب تو آرام کر میں بھی آرام کرنا چاہتا ہوں!"

زیتون:۔ حضور! میرے والد کہاں ہیں؟

یانس:۔ مرہف کے ساتھ گئے ہیں۔ جب وہ آویں گے میں تجھے بلا لوں گا۔

زیتون:۔ بہت اچھا!"

یہ کہہ کر وہ چلی گئی اور ایک دوسرے کمرے میں پہنچی۔ یہاں کئی کنیزیں موجود تھیں انھوں نے اس کی پوشاک بدلوائی اور وہ کوچ پر پڑ گئی۔ یانس کچھ دیر بیٹھا سوچتا رہا۔ سوچتے سوچتے اس نے ذرا بلند آواز سے جیسے کسی سے باتیں کر رہا ہو۔ کہا پہلے ان دس مسلمانوں کو آلینے دو۔ جو حلف اٹھانے آرہے ہیں۔ انھیں قید کر کے رات کو شبخوں ماروں گا زیتون کو ساتھ لے چلوں گا یہ یقین ہے میرونہ تک پہنچ جاؤں گا..... بس یہی ٹھیک ہے....."

اب وہ اٹھا اور دوسرے کاموں میں مصروف ہو گیا۔ دن چھپنے کے بعد اس نے کھانا کھایا اور جب رات زیادہ آگئی تو سو گیا۔ صبح جب وہ اٹھا تو سورج نکل آیا تھا ضروریات سے فراغت کر کے اس نے ناشتہ کیا۔ ابھی ناشتہ کر کے بیٹھا ہی تھا کہ زیتون آگئی۔ اس نے سکرا کر کہا۔ آؤ پیاری زیتون۔

زیتون نے اس وقت نہایت نفیس پوشاک اور نہایت اعلیٰ قسم کے زیورات پہن رکھے تھے اس وقت وہ کمال حسین معلوم ہوتی تھی۔ یانس اس کے رخ تاباں کو دیکھنے لگا۔ وہ اس کے قریب ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ اور بیٹھتے ہی بولی کیا رات میرے والد واپس نہیں آئے؟

یانس نے کہا۔ نہیں۔ لیکن تو اس بیوقوف کو ہر وقت کیوں یاد کرتی رہتی ہے۔

زیتون:۔ اس لئے کہ وہ میرے والد ہیں۔

یانس:۔ اب تو قصر شاہی میں آگئی ہے اسے بھول جا۔

زیتون نے چونک کر یانس کو دیکھتے ہوئے کہا۔ بھول جاؤں.....؟ ناممکن ہے۔ جس طرح والدین اپنی اولاد کو نہیں بھول سکتے اسی طرح اولاد اپنے والدین کو نہیں بھول سکتی

یانس نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ عیش و عشرت والدین اور تمام عزیز و اقارب کو بھلا دیتے ہیں۔" زیتون نے نفرت سے یانس کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ذلیل لوگ ایسا کیا کرتے ہیں۔

یانس:۔ زیتون تو بھی کسقدر خوبصورت ہے۔ بالکل چاند کا ٹکڑا معلوم ہوتی ہے۔ غصہ میں تیری صورت اور بھی پیاری ہو جاتی ہے۔

زیتون:۔ ان تعریفوں کو رہنے دیجئے!

یانس:۔ میں غلط تعریف نہیں کر رہا ہوں۔

زیتون:۔ میں خوب سمجھتی ہوں کہ بدکار مرد عورت کو پھسلانے کے لئے اس

کے حسن کی تعریف کیا کرتے ہیں۔

یانس نے غصہ بھری نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ کیا تو مجھے بدکار سمجھتی ہے؟ زیتون یانس کے چہرے کی طرف دیکھ رہی تھی وہ اسے غصہ میں دیکھ کر ڈری نہیں۔ اس نے سنجیدگی سے کہا۔ جو عورتوں کو پھسلائے اپنے وعدے کو بھول جائے۔ بات بات پر جھوٹ بولے دنیا اسے بدکار کہے گی یا نیکوکار؟

یانس نے خشونت کے لہجے میں کہا۔ احمق لڑکی! بادشاہ حسن کی بہار لوٹنے اور حسینوں میں زندگی بسر کرنے کے لئے ہی ہوتے ہیں۔

زیتون:۔ اور جھوٹ بولنے کے لئے ہوتے ہیں۔

یانس:۔ دیکھ مجھے غصہ نہ دلا!

زیتون:۔ ورنہ آپ مجھے قتل کرا دیں گے۔

یانس:۔ بے شک!

زیتون:۔ خوب!

اس وقت خادم کمرہ میں داخل ہو کر سلام کے لئے جھکا اور پیچھے ہٹ کر دیوار سے جا لگا۔ یانس نے اسے دیکھ کر کہا۔ تو کیا کہنا چاہتا ہے۔

خادم نے کہا۔ عالی جاہ! مسلمان قلعہ کے دروازہ پر آگئے ہیں۔

یانس نے گھبرا کر دریافت کیا۔ کیا انھوں نے حملہ کر دیا ہے؟"

خادم:۔ نہیں حضور! صرف دس آدمی آئے ہیں۔"

یانس خوش ہو کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے خادم سے کہا۔ تم چلو ہم ابھی آتے ہیں خادم چلا گیا۔ یانس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ زیتون! مسلمان آگئے ہیں۔ میں انھیں قید کرا لاؤں تو واپس آ کر تجھ سے سمجھوتہ کروں گا۔ ناخوش نہ ہو جو کچھ تو کہے گی وہی کروں گا۔

یانس نے جواب کا انتظار نہ کیا اس نے دوسرے کمرے میں جا کر کنیزوں کو بلایا چند حسین اور کمسن لڑکیاں آئیں انھوں نے بادشاہ کو شاہی لباس پہنانا شروع کیا۔ یانس ان سے مذاق بھی کرتا جاتا تھا اور لباس بھی بدل رہا تھا۔

تھوڑی دیر میں وہ لباس بدل کر فارغ ہوگیا۔ اب وہ کمرے سے باہر نکلا اور چل کر قصر کے باہر آیا۔ جس جس جگہ سے وہ گزرتا رہا اس کے خدام جھک جھک کر سلام کرتے رہے۔ قصر کے دروازہ پر اس کا خاص رسالہ موجود تھا نیز اس کی سواری کے لئے ایک گھوڑا بھی کھڑا تھا۔

اسے دیکھتے ہی رسالہ والے ننگی تلواریں ہاتھوں میں لے لے کر از جھک جھک کر کھڑے ہوگئے۔ یانس آگے اور رسالہ پیچھے چلا۔ شاہی سواروں کو دیکھتے ہی راستے میں آنے جانے والے یا تو کترا جاتے تھے یا سلام کے لئے جھک جاتے تھے۔ یانس ان کی طرف دیکھتا بھی نہ تھا۔ وہ نہایت فخر و غرور سے سر اٹھائے تیزی سے چلا جا رہا تھا۔

جب وہ گرجہ کے سامنے والے میدان میں پہنچا تو اس نے وہاں سواروں کے دستے بکھرے ہوئے دیکھے۔ وہ اس سائبان کے نیچے جا کھڑا ہوا جو اس کے لئے نصب کیا گیا تھا۔ اسے راستہ میں آتے ہوئے جگہ جگہ سوار چلتے پھرتے نظر آئے تھے۔ انھیں دیکھ کر سمجھ گیا تھا کہ اس کے دانشمند سپہ سالار نے سارے قلعہ میں کافی لشکر پھیلا دیا ہے۔

اس کے آتے ہی مرہف نے آکر سلام کیا۔ یانس نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔ کیا مسلمان قلعہ میں داخل ہوگئے؟۔

مرہف نے کہا۔ جی ہاں! مگر دروازہ کے محافظ ان سے ہتھیار لینا چاہتے ہیں اور وہ ہتھیار دینے پر رضامند نہیں ہوتے۔

یانس:۔ انھیں میں نے ہی اس کی ہدایت کر دی تھی!

مرہف:۔ لیکن وہ ہتھیار دے کر قلعہ میں آنے پر تیار نہیں ہیں؟

یانس:۔ جب وہ صلح کرنے کے لئے آئے ہیں تو اس میں انھیں کیا اعتراض ہے؟

مرہف:۔ وہ کہتے ہیں کہ تلوار ہمارا قومی نشان[1] ہے اور ہم اسے الگ نہیں کر سکتے۔

یانس:۔ عجیب شرط لگائی ہے ان شیطانوں نے!"

مرہف:۔ حضور! وہ صرف دس ہیں اگر وہ معہ ہتھیاروں کے بھی آنا چاہتے ہیں تو آنے دیجئے ہمیں ان سے ڈرنا نہیں چاہئے"

یانس:۔ تم ٹھیک کہتے ہو۔ اچھا جاؤ اور انھیں معہ ہتھیاروں کے آنے دو۔

مرہف:۔ چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی سپہ سالار نے آکر سلام کیا۔ یانس نے کہا تم نے خوب انتظام کیا ہے۔ عابد دولت تم سے بہت خوش ہیں"

سپہ سالار جھک گیا۔ اس نے کہا میں نے تقریباً دس ہزار سپاہی اور سوار قلعہ میں چاروں طرف پھیلا دئے ہیں جس وقت مسلمان قلعہ میں داخل ہو کر بڑھیں گے تو سپاہی جمع ہو کر انھیں محصور کرتے چلے آئیں گے۔

یانس:۔ میں یہی چاہتا تھا۔ دیکھو جس وقت میں "واہ دوستو" کا نعرہ لگاؤں تم اس وقت ان پر حملہ کر کے انھیں گرفتار کر لینا

سپہ سالار:۔ ایسا ہی ہوگا حضور! ..... لیکن مسلمانوں کا تمام لشکر قلعہ کے سامنے صف بستہ ہو گیا ہے۔

یانس:۔ کچھ پروا مت کرو۔ وہ بیوقوف کیا کر سکتے۔ اچھا اب تم جاؤ کیونکہ مسلمان آنے والے ہیں۔

سپہ سالار سلام کر کے چلا گیا۔ تھوڑی ہی دیر میں یانس نے مسلمانوں کو آتے ہوئے

---

[1] از غزوۂ عرب

دیکھا۔ وہ نہایت استقلال اور طمینان سے بڑھے چلے آرہے تھے یانس اور اسکے پاس کھڑے ہوئے تمام افسر انھیں ٹکٹکی لگا کر دیکھنے لگے۔

انتیسواں باب

خونریز معرکہ

مسلمانوں کو آتے ہوئے نہ صرف یانس۔ اس کے افسر اور سوار ہی دیکھ رہے تھے بلکہ ہر عیسائی دیکھ رہا تھا۔ عورتیں، مرد، بچے سب ادھر ادھر راستوں پر مکانوں کی چھتوں پر غرض جسے جہاں جگہ ملی کھڑے دیکھ رہے تھے اس وقت آفتاب بہت کچھ اونچا ہوگیا تھا۔ چونکہ مطلع صاف تھا اس لئے دھوپ نکلی ہوئی پھیل پڑی تھی دھوپ میں مسلمانوں کی سفید عبائیں۔ سینوں کے برابر میں اڑسے ہوئے خنجروں کے دستے پشت پر پڑی ہوئی ڈھالیں ہاتھوں میں لئے ہوئے نیزوں کی انیاں چمک رہی تھیں۔

اس وقت ہر مسلمان نے چمڑے کے گھٹنوں سے نیچے موزے اور ہاتھوں میں کہنیوں تک دستانے پہنے ہوئے تھا اور وہ نہایت شان سے آرہے تھے۔ ان کی عباؤں کے لمبے چوڑے دامن اور عماموں کے پلے ہوا میں لہرا رہے تھے۔ آج ضرارؓ نے بھی ایک عبا پہن رکھی تھی۔ لیکن ان کی شان بتا رہی تھی کہ انھیں عبا ناگوار معلوم ہو رہی ہے۔

یانس دیکھ رہا تھا کہ مسلمان سر جھکائے چلے آرہے ہیں اور اس کے سوار ان کا احاطہ کرتے ہوئے بڑھے چلے آرہے ہیں۔ سائبان کے نیچے متعدد کرسیاں پڑی تھیں ان میں دو کرسیاں چاندی کی تھیں۔ یانس ایک کرسی پر بیٹھا تھا اس کا رسالہ اس کی پشت پر سائبان کے باہر کھڑا تھا اور افسر بھی ادھر ادھر ہٹ کر کھڑے ہوگئے۔

مسلمانوں کے آگے مرہف آرہا ہے۔ مسلمانوں کے نمود بتا رہے تھے کہ اگر انھیں ذرا بھی

دغابازی کا شبہ ہوا تو تلواریں میانوں سے کھنچ کھنچ کر جنگ کرنے اور خون کا دریا بہانے پر تیار ہو جائیں گے۔

عیسائی مسلمانوں کو بے خوف و خطر آتے ہوئے دیکھ دیکھ کر حیران ہو رہے تھے۔ انھیں سب سے زیادہ حیرت اس بات پر ہو رہی تھی کہ وہ آنکھ اٹھا کر ادھر ادھر بھی نہ دیکھتے تھے۔

دیکھتے ہی دیکھتے وہ سائبان کے اندر داخل ہوگئے اور ان میں سے عمارؓ اور سعیدؓ مسلمانوں کی طرف اپنی پشتیں کر کے اس طرح کھڑے ہوگئے کہ کوئی شخص اس طرف سے ان پر حملہ نہ کر سکے اور خالدؓ، مقدادؓ، عمرو بن سعدی کرب، مسیبؓ، قیسؓ، ضرارؓ، عبدالرحمٰن اور واسعؓ یانس کے سامنے جا کھڑے ہوئے۔ یانس انھیں دیکھتے ہی مرعوب ہوگیا اسے وہ سب موت کے فرشتے نظر آئے۔

اس وقت وہ پچھتایا کہ کیوں اس نے انھیں بلا کر اپنی جان کو خطرے میں ڈالا۔ لیکن اب کیا ہو سکتا تھا اب اس میں اور اس کی موت میں صرف اتنا ہی فرق رہ گیا تھا جتنا فرق مسلمانوں میں اور اس میں تھا اس نے خالدؓ کی طرف دیکھ کر کرسیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ تشریف رکھئے۔

خالد نے کہا۔ آپ جانتے ہیں کہ ہم لوگ خاک نشین اور کمبل پوش ہیں کرسیوں اور قالینوں کے فرش پر نہیں بیٹھا کرتے۔ آپ نے ہمیں طلب کیا ہے ہم حاضر ہوئے ہیں۔ آپ ہم سے حلف لینا چاہتے ہیں اور ہم آپ سے اس لئے بیٹھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ جس طرح چاہیں ہم سے حلف لے لیں۔"

یانس نے کہا۔ آپ کیا چاہتے ہیں مجھ سے؟

خالدؓ۔ آپ تاوان ہمارے حوالے کر دیں۔

یانس۔ اور میرونہ؟

خالدؓ:۔ آپ کے حوالے کر دی جائے گی!"

یانس:۔ کیا آپ اسے لائے ہیں؟

خالد:۔ نہیں۔!"

یانس:۔ پھر اس کا کیا اطمینان ہے کہ آپ اسے ہمارے حوالے کر دیں گے۔

خالدؓ:۔ مسلمان کبھی جھوٹ نہیں بولا کرتے آپ اطمینان رکھئے۔

یانس اب کھڑا ہو گیا۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا۔ سپہ سالار سائبان کے نیچے کھڑا تھا اور لشکر سائبان کے چاروں طرف آ لگا تھا اس نے بلند آواز سے کہا۔ "واہ دوستو! خوب مصالحت کرنے آئے ہو۔"

یہ کہتے ہی وہ کرسی سے پیچھے ہٹ گیا۔ مسلمانوں نے چونک کر تلواریں کھینچ لیں اور ادھر ادھر دیکھا۔ انھیں سائبان کے چاروں طرف عیسائی سپاہی شمشیریں سونتے کھڑے نظر آئے۔

خالدؓ نے غضبناک ہو کر کہا۔ "شیطان! کیا دغابازی کرنا چاہتا ہے!"

یانس نے قہقہہ لگا کر کہا۔ "دشمنوں کو جس طرح بھی ممکن ہو قابو میں لانا چاہیے۔"

خالدؓ:۔ بے وقوف! کیوں اپنی موت کو دعوت دیتا ہے۔

یانس:۔ اب دیکھنا موت کس کی آتی ہے؟

یہ کہتے ہی وہ تیزی سے پیچھے ہٹ کر سائبان سے باہر نکلا اور اس نے بلند آواز سے کہا۔ "یہی موقعہ انھیں گرفتار کر لینے کا ہے۔ سائبان کے رسے کاٹ کر ان کے اوپر گرا دو۔"

خالدؓ نے مسلمانوں سے کہا۔ "دیر و جلدی سے سائبان کے نیچے سے نکل کر ان بزدل عیسائیوں پر ٹوٹ پڑو۔"

یہ کہتے ہی وہ یانس کی طرف لپکے ان کے پیچھے ہی تمام مسلمان معہ عمارؓ اور شعیثؓ

کے جھپٹے۔ عیسائی انھیں گرفتار کرنے کے لئے دوڑے لیکن ابھی وہ ان تک پہنچے بھی نہ تھے کہ سارے مسلمان سائبان کے نیچے سے نکل کر ایک گول دائرہ بنا کر کھڑے ہو گئے۔

عیسائیوں نے چاروں طرف سے ان پر حملہ کر دیا۔ انھوں نے بڑی جوانمردی سے ان کا حملہ روکا اور پھر جوش و غضب میں بھر کر خود بھی حملہ کر دیا اس پہلے ہی حملہ میں انھوں نے دس عیسائیوں کو مار گرایا ان عیسائیوں کو مرتے ہوئے دیکھ کر تمام عیسائیوں کو جوش آ گیا۔

وہ نہایت جوش میں آ کر حملہ آور ہوئے۔ لیکن مسلمانوں نے پھر ان کا حملہ روک کر ان پر جوابی حملہ کیا اور دس ہی عیسائیوں کو پھر مار ڈالا۔ یہ دیکھ کر عیسائی جوش و غضب سے دیوانے ہو گئے۔ اب انھوں نے متواتر حملے کرنا شروع کر دیئے۔

مسلمانوں نے ان کے جوش کی پروا نہ کی وہ نہایت استقلال اور بڑے اطمینان سے لڑنے لگے۔ نہایت پھرتی سے جھپٹ جھپٹ کر حملے کر رہے تھے اور ہر حملہ میں ہر مسلمان ایک ایک، دو دو عیسائیوں کو مار ڈالتا تھا۔

عیسائی جہاں کہیں بھی کھڑے تھے شور مچا مچا کر لڑنے والوں کی ہمتیں بڑھا رہے تھے خود یانس بھی للکار للکار کر جوش دلا رہا تھا۔ لڑنے والے بھی نعرے لگا رہے تھے۔ اور مرنے والے چیخ رہے تھے۔

ان تمام آوازوں سے سارا قلعہ گونج رہا تھا۔ فصیل پر کھڑے ہونے والوں نے شور سن لیا تھا وہ بھی جھانک کر دیکھنے لگے تھے۔ لڑائی کا ہنگامہ دیکھ کر انھوں نے بھی شور کرنا شروع کر دیا۔ ان کے شور کی آواز قلعہ سے باہر پہنچی۔ عیاضؓ اور ان کے تمام لشکر نے آواز کو سنا تمام مسلمان بے چین ہو گئے۔

عیاضؓ نے کہا۔ "غالباً عیسائیوں نے دغابازی کی۔"

"چند مسلمانوں نے کہا۔ ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔"

عیاضؓ نہایت غمزدہ ہو گئے۔ انہوں نے کہا۔ "مسلمانوں اپنے بھائیوں کی سلامتی کی

دعا مانگو! تمام مسلمانوں نے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی۔

جب یہ لوگ دعا سے فارغ ہو چکے۔ تب عیاضؓ نے کہا۔ اب ہمیں بھی حملہ کر دینا چاہئے۔ اچھا "اسلامی شیرو" بڑھو۔

انھوں نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ تمام لشکر نے پُرشور آواز سے اس نعرہ کو بلند کیا۔ نعرہ لگاتے ہی مسلمان قلعہ کی طرف بڑھے فصیل والے عیسائیوں نے ان کے نعرہ کی آوازیں سنیں چونکہ وہ سب قلعہ کی طرف جھانک رہے تھے اس لئے جلدی سے لوٹے اور باہر کیطرف دیکھنے لگے۔

انھوں نے اسلامی لشکر کا سیلاب قلعہ کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا وہ جلدی سے اس طرف تمام فصیل پر پھیل گئے اور مستعد ہو ہو کر تیروں اور پتھروں کی بارش کرنے اور شور مچانے لگے۔ مسلمان ڈھالیں اٹھائے ان کے سایوں میں تیروں اور پتھروں کے ٹکڑوں کو روکتے ہوئے بڑھ رہے تھے۔

خالدؓ، ضرارؓ، قیسؓ اور ان کے تمام ساتھی نہایت بہادری اور بڑی دلیری سے لڑ رہے تھے۔ اگرچہ انھیں لڑتے ہوئے دیر ہو گئی تھی اور انھوں نے بہت سے عیسائیوں کو مار ڈالا تھا۔ مگر ابھی تک ان کے دم خم میں فرق نہیں آیا تھا۔ وہ نہایت جوش و خروش سے لڑ رہے تھے اور بڑی پھرتی سے جھپٹ جھپٹ کر حملے کر رہے تھے عیسائی انھیں گنتی کے چند آدمی سمجھ کر ان پر ٹوٹے پڑتے تھے جوش و طیش میں آکر حملے کرتے تھے کہ کسی طرح گھیر کر انھیں قتل کر ڈالیں۔ لیکن جس قدر بھی عیسائی انھیں قتل کرنے کے لئے بڑھتے تھے ان میں سے زیادہ تر خود ہی قتل ہو کر رہ جاتے تھے پھر بڑھتے تھے اور پھر قتل ہوتے تھے۔

اس وقت جنگ نہایت زور شور سے ہو رہی تھی تلواریں اٹھ اٹھ کر جھک رہی تھیں سرگیندوں کی طرح اچھل رہے تھے اور دھڑا دھڑ ادھر ادھر گر رہے تھے خون

پانی کی طرح بہہ رہا تھا۔ چاروں طرف لاشوں کے ڈھیر لگ رہے تھے اور ان لاشوں سے لڑنے والے ٹھوکریں کھا رہے تھے۔

خالدؓ کی بے پناہ تلوار موت کا فرشتہ بنی زندگیوں کا خاتمہ کر رہی تھی جس پر پڑتی تھی سر کاٹ کر حلق تک اتر جاتی تھی اب تک ان کا ایک حملہ بھی خالی نہیں گیا تھا۔ ضرارؓ نیزہ سے لڑ رہے تھے۔

وہ جسکے سینے پر تاک کر نیزہ مارتے تھے انی اس کی پسلیوں کو توڑتی ہوئی پشت کی طرف نکل جاتی تھی اور وہ آہ کر کے نیزہ پر جھک جاتا تھا یا پیچھے کی طرف گر جاتا تھا وہ جلدی سے نیزہ نکال کر دوسرے پر حملہ کر دیتے تھے۔

دامسؓ پستہ قد تھے اچھل اچھل کر حملے کر رہے تھے وہ ہر اس عیسائی کو مار ڈالتے تھے جو ان کے سامنے آجاتا تھا۔ ان کی تلوار بجلی کی طرح کوند کوند کر گر رہی تھی اور عیسائیوں کی ہستیوں کو خاک کر رہی تھی۔

قیسؓ نہایت بہادری سے لڑ رہے تھے اور ان کی تلوار جلد جلد دشمنوں کو خون میں نہلا رہی تھی۔

انہوں نے ذرا ہٹ سے فاصلے پر سپہ سالار کو کھڑے ہوئے دیکھا اسے دیکھتے ہی جوش غضب سے ان کے جسم میں خون کھولنے لگا۔ اگرچہ وہ ذرا دور تھا مگر انھوں نے زقند لگائی اور اس کے سامنے جا پہنچے وہ انھیں دیکھ کر کچھ ڈر گیا۔ مگر فوراً ہی اس نے تلوار بلند کر کے ان پر حملہ کیا۔

انھوں نے اس کا حملہ روک کر خود بھی اس پر حملہ کر دیا سپہ سالار نے ڈھال سامنے کر دی۔ انھوں نے پینترا بدل کر وار کیا۔ ان کی تلوار اس کے ہاتھ پر پڑی جس میں ڈھال تھی اس کا ہاتھ کہنی کے پاس سے کٹ گیا۔ ڈھال معہ ہاتھ کے زمین پر آرہی اس نے خوفناک چیخ ماری اور بھاگا۔ قیسؓ اس کے پیچھے دوڑے انھوں نے ایک لمبی جست لگائی

اور اس کے پاس پہنچ کر تلوار کا پورا ہاتھ مارا سپہ سالار درد و کرب سے چلاتا بھاگا چلا جا رہا تھا۔

قیسؓ نے بھی بھاگتے ہوئے ہی تلوار کا ہاتھ مارا تھا۔ تلوار اس کے شانے پر پڑی اور ترچھی ہو کر پسلی اور پسلیوں کو کاٹتی ہوئے سینہ سے نیچے تک چلی گئی۔ سپہ سالار آہ بھی نہ کر سکا۔ اور مردہ ہو کر گرا۔

جس وقت قیسؓ نے سپہ سالار پر حملہ کیا تھا اس وقت بہت سے عیسائی بھی ان پر ٹوٹ پڑے تھے۔ انھوں نے سپہ سالار کو قتل کرتے ہی لوٹ کر اپنے اوپر حملہ کرنے والے عیسائیوں پر حملہ کر دیا اور اس پھرتی سے حملے کئے کہ عیسائی ڈر کر ادھر اُدھر ہٹ گئے۔ پھر بھی انھوں نے کئی عیسائیوں کو مار گرایا۔

اب وہ ان سے لڑتے ہوئے پیچھے کی طرف ہٹنے لگے وہ چاہتے تھے کہ اپنے ساتھیوں سے جا ملیں۔ لیکن عیسائیوں نے پھر انھیں نرغہ میں لے لیا اور پھر وہ ان پر حملے کر کر کے انھیں قتل کرنے لگے۔

اگرچہ انھوں نے بہت سے دشمنوں کو مار ڈالا مگر جس قدر مارتے جاتے تھے اس سے زیادہ تازہ دم عیسائیوں کا ان کے گرد ازدہام ہوتا جاتا تھا اس وقت جنگ نہایت زور شور سے ہو رہی تھی۔ مسلمان عیسائیوں کو بیدردی سے قتل کر رہے تھے۔ جبکہ ہر ایک مسلمان دوسرے سے بے خبر لڑائی میں مصروف تھا۔ انھوں نے اللہ اکبر کے پر شور نعرہ کی آواز سنی وہ اور ان کے ساتھ عیسائی حیران ہو کر اس طرف دیکھنے لگے۔ جس طرف سے آواز آئی تھی۔

تیسواں باب

انجام ستم

مسلمانوں اور عیسائیوں دونوں ہی کو اللہ اکبر کے پر شور نعرہ کی آواز سن کر حیرت ہوئی ان میں سے کسی ایک فریق کی بھی یہ سمجھ میں نہ آیا کہ مسلمان قلعہ کے اندر کیسے اور کہاں سے آ گئے۔ چونکہ فریقین حیرت بھری نظروں سے آواز کی طرف دیکھ رہے تھے اس لئے اس وقت جنگ بند ہو گئی تھی۔ قیسؓ نے عیسائیوں کی اس حیرت سے فائدہ اٹھایا۔ وہ جلدی سے لپک کر اپنے ساتھیوں سے آملے یانس نے سپہ سالار کو قتل ہوتے ہوئے دیکھ لیا تھا اسے بیحد ملال اور غصہ آرہا تھا لیکن اللہ اکبر کے نعرہ کی آواز سن کر اس کا غصہ بھی دور ہو گیا تھا اور حیرت چھا گئی تھی۔

نہ صرف حیرت بلکہ خوف بھی طاری ہو گیا تھا۔ خوف کی وجہ یہ تھی کہ نعرہ کی آواز اس کی عین پشت کی طرف سے آئی تھی وہ اس طرف منہ کر کے کھڑا ہو گیا تھا اور حیرت اور خوف بھری نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

اس کے دیکھتے ہی دیکھتے اس طرف سے فسطاس اور فرساط والے تلواریں ہاتھوں میں لئے آتے نظر آئے۔ ان کے آگے مرہف اور جریر دونوں تھے ان لوگوں کو آتے ہوئے دیکھ کر تمام عیسائیوں اور سارے مسلمانوں کو کمال حیرت ہوئی۔ یانس تو پیکر استعجاب ہی بن کر رہ گیا۔

جب یہ لوگ یانس کے پاس آ کر رکے تو اس نے مرہف سے مخاطب ہو کر کہا۔ میرے وفادار میں یہ کیا دیکھ رہا ہوں۔

مرہف نے کہا۔ آپ اپنی بداعمالیوں کا مرقع دیکھ رہے ہیں۔"

یانس کے دل پر نشتر سا لگا۔ مرہف وہی تھا جس پر اسے پورا پورا یقین تھا۔ جسے اس نے شہر اور قلعہ کا محافظ بنا رکھا تھا جس کے ذریعہ سے مصالحت کی گفتگو ہو رہی تھی۔ جس کی کئی پشتیں حکومت تھاج کی خدمت کرتے ہوئے گذر گئی تھیں جس کی وفاداری ضرب المثل تھی۔

آج وہی تھاج کے دشمنوں کا ساتھی بن کر اس کے مقابلے میں آگیا تھا اس نے غضبناک نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ جزیر بد سرشت کے ٹکڑوں سے پلے ہو۔

مرہف:۔ بے شک! مگر میں نے حق نمک ادا کر دیا ہے۔

یانس:۔ کیسے؟

مرہف:۔ آپ کو سمجھا کر۔ ایک بادشاہ کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ جھوٹ بولے دھوکہ دے۔ بدکاریاں کرے رعایا کو ستائے اور.....

یانس نے درشت لہجہ میں کہا۔ بس بس!..... میں اس سے زیادہ سننے کے لئے تیار نہیں ہوں۔

مرہف:۔ ابھی سننے کا وقت ہے اور اس لئے آپ کو سننا چاہئے مجھے وہ وقت نظر آرہا ہے۔ جب قلعہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو جائے گا تو آپ خون میں ڈوبے ہوئے نظر آئیں گے۔ میری وفاداری پھر مجھے مجبور کر رہی ہے کہ میں ایک مرتبہ اور آپ کو سمجھاؤں.....

یانس نے دانت پیستے ہوئے کہا۔ مار آستین!.....

مرہف:۔ چونکہ نصیحت تلخ ہوتی ہے۔ اس لئے ہر ایک کو بری لگتی ہے مگر عقلمند وہی ہے۔ جو نصیحت کو سن کر اس پر غور کرتا ہے۔ آپ کے لئے اب بھی یہی مناسب ہے کہ آپ دغابازی کو چھوڑ کر مسلمانوں سے صلح کر لیں۔

یانس نے جوش اور طیش میں آکر کہا۔ صلح کر لوں؟..... ناممکن ہے الحق غمار! تو اپنی آنکھوں سے مسلمانوں کا ہولناک انجام دیکھ لے گا۔

مرہف:۔ نہیں! انکار آقا! موت آپ ہی کی زندگی کا ڈراما ختم کرنے والی ہے۔

یانس:۔ اچھا تو بھی دیکھ اور میں بھی دیکھتا ہوں۔

اس عرصہ میں مسلمان مرہف اور یانس کے قریب آکر کھڑے ہو گئے تھے اور چپ چاپ کھڑے دونوں کی گفتگو سن رہے تھے۔

اب یانس جزیر کی طرف مخاطب ہوا اور نہایت نرم لہجہ میں کہا۔

اچھے جزیر! تم اس شیطان مرہف کے کہنے میں آکر کیوں بغاوت پر آمادہ ہو گئے ہو؟

جزیر نے کہا۔ اس لئے کہ ایک بدکار بادشاہ اور اس کی شیطانی حکومت کو تباہ کر دیں

یانس کو اس پر کمال غصہ آیا۔ اس کا چہرہ سرخ ہو گیا آنکھیں ابل آئیں۔ اس نے کہا۔ کمینے! بدذات! تیرا بھی یہی خیال ہے؟

جزیر:۔ کہئے جو آپ کے جی میں آئے کہئے کیونکہ میرا چہرہ آئینہ ہے اور آئینہ میں ہر شخص کو اپنی ہی صورت نظر آتی ہے۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ آپ مجھے نہیں بلکہ اپنے آپ کو برا کہہ رہے ہیں۔

یانس نے دانت پیستے ہوئے کہا۔ ٹھہر جا۔ اس تیری نطق کو تیرے ہی منہ پر کھینچ ماروں گا۔"

جزیر:۔ مگر یہ تو خیال کر لیجئے کہ آپ اس وقت زندہ بھی رہیں گے یا نہیں۔

یانس:۔ یہ ابھی ابھی معلوم ہو جائے گا..... مگر یہ بتا کہ تو عیسائی ہوتے ہوئے مسلمانوں کی حمایت کیوں کر رہا ہے۔

جزیر:۔ میں اور یہ سب میرے ساتھی عیسائی نہیں ہیں بلکہ ہم سب مسلمان

یانس کے دل پر نشتر سا لگا۔ مرہف وہی تھا جس پر اسے پورا پورا یقین تھا۔ جسے اس نے شہر اور قلعہ کا محافظ بنا رکھا تھا جس کے ذریعہ سے مصالحت کی گفتگو ہو رہی تھی۔ جس کی کئی پشتیں حکومت تھاج کی خدمت کرتے ہوئے گذر گئی تھیں جس کی وفاداری ضرب المثل تھی۔

آج وہی تھاج کے دشمنوں کا ساتھی بن کر اس کے مقابلے میں آگیا تھا اس نے غضبناک نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ جزیر بد سرشت کے ٹکڑوں سے پلے ہو۔

مرہف:۔ بے شک! مگر میں نے حق نمک ادا کر دیا ہے۔

یانس:۔ کیسے؟

مرہف:۔ آپ کو سمجھا کر۔ ایک بادشاہ کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ جھوٹ بولے دھوکہ دے۔ بدکاریاں کرے رعایا کو ستائے اور.....

یانس نے درشت لہجہ میں کہا۔ بس بس!..... میں اس سے زیادہ سننے کے لئے تیار نہیں ہوں۔

مرہف:۔ ابھی سننے کا وقت ہے اور اس لئے آپ کو سننا چاہئے مجھے وہ وقت نظر آرہا ہے۔ جب قلعہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو جائے گا تو آپ خون میں ڈوبے ہوئے نظر آئیں گے۔ میری وفاداری پھر مجھے مجبور کر رہی ہے کہ میں ایک مرتبہ اور آپ کو سمجھاؤں.....

یانس نے دانت پیستے ہوئے کہا۔ مار آستین!.....

مرہف:۔ چونکہ نصیحت تلخ ہوتی ہے۔ اس لئے ہر ایک کو بری لگتی ہے مگر عقلمند وہی ہے۔ جو نصیحت کو سن کر اس پر غور کرتا ہے۔ آپ کے لئے اب بھی یہی مناسب ہے کہ آپ دغابازی کو چھوڑ کر مسلمانوں سے صلح کر لیں۔

یانس نے جوش اور طیش میں آکر کہا۔ صلح کر لوں؟..... ناممکن ہے الحق غمار! تو اپنی آنکھوں سے مسلمانوں کا ہولناک انجام دیکھ لے گا۔

مرہف:۔ نہیں! انکار آقا! موت آپ ہی کی زندگی کا ڈراما ختم کرنے والی ہے۔

یانس:۔ اچھا تو بھی دیکھ اور میں بھی دیکھتا ہوں۔

اس عرصہ میں مسلمان مرہف اور یانس کے قریب آکر کھڑے ہو گئے تھے اور چپ چاپ کھڑے دونوں کی گفتگو سن رہے تھے۔

اب یانس جزیر کی طرف مخاطب ہوا اور نہایت نرم لہجہ میں کہا۔

اچھے جزیر! تم اس شیطان مرہف کے کہنے میں آکر کیوں بغاوت پر آمادہ ہو گئے ہو؟

جزیر نے کہا۔ اس لئے کہ ایک بدکار بادشاہ اور اس کی شیطانی حکومت کو تباہ کر دیں

یانس کو اس پر کمال غصہ آیا۔ اس کا چہرہ سرخ ہو گیا آنکھیں ابل آئیں۔ اس نے کہا۔ کمینے! بدذات! تیرا بھی یہی خیال ہے؟

جزیر:۔ کہئے جو آپ کے جی میں آئے کہئے کیونکہ میرا چہرہ آئینہ ہے اور آئینہ میں ہر شخص کو اپنی ہی صورت نظر آتی ہے۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ آپ مجھے نہیں بلکہ اپنے آپ کو برا کہہ رہے ہیں۔

یانس نے دانت پیستے ہوئے کہا۔ ٹھہر جا۔ اس تیری نطق کو تیرے ہی منہ پر کھینچ ماروں گا۔"

جزیر:۔ مگر یہ تو خیال کر لیجئے کہ آپ اس وقت زندہ بھی رہیں گے یا نہیں۔

یانس:۔ یہ ابھی ابھی معلوم ہو جائے گا..... مگر یہ بتا کہ تو عیسائی ہوتے ہوئے مسلمانوں کی حمایت کیوں کر رہا ہے۔

جزیر:۔ میں اور یہ سب میرے ساتھی عیسائی نہیں ہیں بلکہ ہم سب مسلمان

میں تھے۔ بالکل چکی کے دو پاٹوں کے بیچ میں آ گئے تھے۔ اگرچہ وہ بھی دونوں طرف برے جائے کھڑے لڑ رہے تھے مگر ان پر مسلمانوں کی ہیبت چھا گئی تھی اور وہ لڑتے لڑتے بار بار پلٹ پلٹ کر مسلمانوں کو دیکھ لیتے تھے۔

جوں ہی ان کی نگاہیں پھرتی تھیں مرہف کے ساتھی فوراً ہی بڑھ کر ان کا خاتمہ کر ڈالتے تھے۔ ایک مرتبہ خالدؓ، ضرارؓ اور قیسؓ تینوں نے بڑے جوش سے حملہ کیا۔ یہ تینوں ایک ہی طرف تھے۔ ضرارؓ نیزہ سے سینے توڑتے اور خالدؓ و قیسؓ تلواروں سے سر قلم کرتے بڑھتے چلے گئے۔

عیسائی ان تینوں سے ایسے خائف ہوئے کہ بے اختیار انکے سامنے سے بھاگ نکلے۔ اب جریر کے ہمراہی اور یہ دس مسلمان مل گئے۔ انھوں نے ملتے ہی اللہ اکبر کا پرشور نعرہ لگا کر ان عیسائیوں پر حملہ کر دیا جو یانس کے گرد کھڑے تھے۔

اگرچہ جس جگہ جنگ ہو رہی تھی وہاں کم و بیش دس ہزار عیسائی آ گئے تھے اور وہ مسلمانوں اور جریر کے چاروں طرف پھیل گئے تھے مگر محاذ جنگ زیادہ طویل نہ ہونے کی وجہ سے سب کے سب نہ لڑ رہے تھے بلکہ زیادہ تر تلواریں سونتے کھڑے جنگ کا تماشہ دیکھ رہے تھے۔

البتہ کبھی کبھی مرنے والے عیسائیوں کی جگہ پُر کرنے کے لئے ان میں سے کچھ بڑھ جاتے تھے۔ اب لڑائی کا نیا زور یانس کے قریب ہو گیا تھا۔ اس وقت دسوں مسلمان ایک ہی طرف حملہ کر رہے تھے۔

جس طرف وہ حملہ کرتے تھے ایک دو عیسائیوں کو ضرور مار ڈالتے تھے عیسائی اس بری سے کٹ کٹ کر گر رہے تھے جیسے انھیں کوئی کسی مشین سے قتل کر کر کے ڈال رہا ہو۔ جگہ جگہ ہاتھوں پیروں اور سروں نیز دھڑوں کے انبار لگتے چلے گئے تھے خون اس قدر بہہ رہا تھا کہ لڑنے والے سرفروشوں کے جوتے خون میں تر ہو گئے

تھے۔ اس میں شک نہیں کہ جریر کے ہمراہیوں میں سے بھی چند نوجوان مارے گئے تھے۔ مگر اس قدر کم کہ ان کا شمار ہاتھوں کی انگلیوں پر کیا جا سکتا تھا لیکن مسلمانوں میں سے اس وقت تک بھی کوئی مرنا تو درکنار زخمی بھی نہ ہوا تھا جنگ نہایت زور شور سے ہو رہی تھی اور جس قدر جنگ کی آگ تیزی سے مشتعل ہو رہی تھی اسی قدر عیسائی شور و غل مچا رہے تھے

خالدؓ، واسعؓ، ضرار، مہیبؓ، قیسؓ اور دوسرے تمام مسلمان جس طرف ٹوٹتے تھے پرے کے پرے صاف کر دیتے تھے جس صف پر گرتے اسے الٹ کر ہی چھوڑتے تھے۔

عیسائی ان مسلمانوں سے ایسے خائف ہو گئے تھے کہ انھیں حملہ کرتے ہوئے دیکھتے ہی آنکھیں بند کر کے قتل ہونے کے لئے اس طرح کھڑے ہو جاتے تھے جس طرح بندر بھیڑیئے کو دیکھ کر درختوں سے نیچے اتر اتر کر اس کے سامنے آنکھیں بند کر کے بیٹھ جاتے ہیں۔

مسلمان انھیں قتل کرتے یانس کی طرف بڑھ رہے تھے۔ خالدؓ اور قیسؓ نے جوش میں آ کر حملہ کیا اور اس حملہ میں اس صف کے پانچ چھ آدمیوں کو مار ڈالا جو ان کے اور یانس کے درمیان حصار کھینچے ہوئے کھڑے تھے۔

ان کے مرتے ہی یہ دونوں بڑھ کر یانس کے سامنے پہنچ گئے وہ ان دونوں کو دیکھتے ہی خوف سے کانپ اٹھا اس نے حیرت بھری نگاہوں سے ان کی طرف دیکھا۔

قیسؓ نے ڈپٹ کر کہا۔ بزدل! مکار! دغابازی کا انجام دیکھا!"

وہ کچھ کہنا چاہتا تھا اس کے لب بھی کھلے مگر خوف و دہشت کی وجہ سے آواز نہ نکل سکی۔"

اسی عرصہ میں خالدؓ اور قیسؓ دونوں اس کے قریب پہنچ گئے اور دونوں نے ایک ساتھ تلواریں اٹھا کر حملہ کیا۔

یانس کی نظروں کے سامنے موت کا نقشہ پھر گیا۔ اس نے گھبرا کر آنکھیں بند

کرلیں آنکھیں بند کرتے ہی دونوں کی تلواریں اس کے سر پر پڑیں۔ خالدؓ کی تلوار داہنے شانے سے سینے تک اترتی چلی گئی اور قیسؓ کی تلوار گردن کا کچھ حصہ کاٹ گئی۔ اس نے خوفناک چیخ ماری اور گرا۔

اس کے گرتے ہی عیسائیوں کے پیر اکھڑ گئے اور وہاں سے شور مچاتے ہوئے بھاگ کھڑے ہوئے۔

اکتیسواں باب

عظیم الشان فتح

جونہی عیسائی مسلمانوں کے سامنے سے بھاگے فوراً ہی انھوں نے ان کا تعاقب کر کے انھیں قتل کرنا شروع کر دیا۔ جو سپاہی اب تک لڑائی میں شریک نہیں ہوئے تھے وہ بھی عیسائیوں کو بھاگتے ہوئے دیکھ کر بھاگ کھڑے ہوئے سپاہی قلعہ کے اندر بھاگے پھر رہے تھے اور گنتی کے چند مسلمانوں اور مرہف و جریر کے ساتھی ان کے پیچھے لگے انھیں قتل کر رہے تھے وہ جس طرف جا کر چھپنے کی کوشش کرتے تھے اسی طرف ان کے خون کے پیاسے ان کی جان کے دشمن پہنچ کر انھیں قتل کرنے لگتے تھے۔

وہ پھر بھاگتے تھے پھر چھپنے کی کوشش کرتے تھے اور پھر ڈھونڈھ لئے جانے پر مار ڈالے جاتے تھے۔ سپاہیوں کے بھاگنے سے عام عیسائیوں میں بھی سخت بدحواسی اور گھبراہٹ و پریشانی طاری ہو گئی تھی۔ وہ سب مرد عورتیں و بچے شور کرتے گھبرائے

لہ:۔ از غزوہ عرب

سہمے اور ڈرے پھر رہے تھے۔

مرد عورتوں کو، عورتیں بچوں کو، بچے ماں باپ کو ڈھونڈتے اور آوازیں دیتے پھر رہے تھے۔ اس وقت قلعہ کا گوشہ گوشہ اور چپہ چپہ پر بدحواسی پھیلی ہوئی تھی۔ مرد گھبرائے ہوئے عورتیں سہمی ہوئی اور بچے ڈرے ہوئے پھر رہے تھے۔

ہر طرف بھاگنے والوں کے گروہ بڑی بدحواسی سے بھاگ رہے تھے وہ خوف زدہ نگاہوں سے پیچھے پھر پھر دیکھتے جاتے تھے اس وقت ان میں سے ہر فرد کو ہر شخص خواہ وہ عیسائی ہی کیوں نہ ہو مسلمان نظر آ رہا تھا۔ اور تو اور دیوار سے مسلمان نکل کر دوڑتے معلوم ہو رہے تھے۔

مسلمانوں کی ڈھیلی اور لمبی عباؤں کے دامن اور عماموں کے پلے ہوا میں لہراتے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ حالانکہ وہاں مسلمان نہ تھے جب کوئی شخص کسی چیز سے ڈر جاتا ہے تو اسے چاروں طرف وہی چیز نظر آیا کرتی ہے اور وہ اس خیالی چیز سے لرز لرز کر چیخیں مارنے لگتا ہے اور اکثر دیکھا گیا ہے کہ ایسا شخص ڈرتے ڈرتے ہی مر جاتا ہے۔

ایک مرتبہ ہمیں ایک پارٹی کے ساتھ گنگا کے نشیبی اور سرسبز و شاداب جنگل میں شیر کے شکار کا تماشہ دیکھنے جانے کا اتفاق ہوا کئی ہاتھی تھے کئی بندوقیں تھیں بہت سے آدمی تھے۔ یہ جنگل مظفر نگر ضلع کے شمال و مشرق میں واقع ہے یہ پارٹی شیر کو تلاش کرتی دور نکل گئی یہاں تک کہ دریا کے کنارے پر جا پہنچی گنگا کا سفید پانی نہایت خاموشی کے ساتھ بہہ رہا تھا۔ سامنے بجنور کی آبادی نظر آ رہی تھی۔

شکاری وہاں سے واپس لوٹے اور ایک ایسے جنگل سے گذرے جس میں وائسن کے لمبے لمبے چھڑے اس کثرت سے کھڑے تھے کہ انھیں پامال کئے بغیر چلنا ناممکن تھا اور اتنے بلند تھے کہ ہم لوگ ہاتھیوں پر تھے وہ ہمارے سروں سے بھی کئی کئی گز

اونچے تھے گورا ہم سب داسطین کے گھنے جنگل میں چھپے ہوئے تھے ہاتھی انھیں پامال کرتے بڑھتے چلے جارہے تھے۔ لیکن ایسا اتفاق ہوا کہ چند ہاتھی ایک طرف چل دیئے اور پرندے بچھڑ کر دوسری طرف ہو گئے حتیٰ کہ ایک دوسرے کی خبر نہ رہی۔

ہمارے ساتھ صرف دو ہاتھی رہ گئے اور تھوڑی دور چل کر ہم اس مہیب جنگل سے نکلے اور ایک ایسے خطہ میں پہنچے جس کے چاروں طرف ایسی ہی جھاڑیں کھڑی تھیں جن میں سے ہم نکل کر آئے تھے اور ایک چھوٹا سا خطہ جو نصف فرلانگ لمبا اور چوتھائی فرلانگ چوڑا ہوگا سامنے تھا جس میں ننھی ننھی ملائم اور سبز رنگ کی گھاس کھڑی تھی۔

اس قطعہ کے عین درمیان میں ایک شیر سینہ تانے کھڑا ہم لوگوں کی طرف دیکھ رہا تھا ہم میں سے ایک شخص جو اپنی بہادری کی بڑی ڈینگیں مارا کرتا تھا چیخ مار کر ہاتھی سے گرا اسکے ہاتھ میں بندوق تھی بندوق میں کارتوس پڑے ہوئے اور گھوڑا چڑھا ہوا تھا۔ اس کے گرتے ہی دن دن دو فیر ہوئے خیریت ہوئی کہ بندوق کی نال دوسری طرف ہو گئی تھی اور دونوں گولیاں خالی گئیں۔

شیر کو شکاریوں نے مار گرایا لیکن جو صاحب بے ہوش ہو گئے تھے انھیں دیر تک ہوش نہ آیا۔ آخر انھیں ہاتھی پر لاد کر لے چلے تھوڑی دور چل کر انھیں ہوش آیا ہوش آتے ہی انھوں نے سہمی ہوئی نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھا اور شیر کہہ کر پھر بے ہوش ہو گئے۔

غرض یہ ہے کہ وہ شیر سے ایسے ڈر گئے تھے کہ کئی روز تک ان کی یہ حالت رہی کہ جب ہوش آتا آنکھیں کھولتے زور سے شیر کا نام لیتے اور آنکھیں بند کر کے گھگھیانے لگتے۔ کئی روز میں جا کر ان کا خوف دور ہوا۔

یہ صاحب ابھی زندہ ہیں پولیس میں ملازم ہیں آجکل دیوبند میں تعنیات ہیں۔ جب کبھی اُن سے شکار کا ذکر آجاتا ہے تو کہہ دیتے ہیں کہ مجھے اس وقت درخت جھاڑیاں

(انسان، ہاتھی غرض سب چیز) شیر ہی نظر آرہا تھا۔

چونکہ ان کے دل و دماغ پر شیر کا خوف طاری تھا اس لئے انھیں ہر چیز شیر ہی نظر آرہی تھی۔ بعض عورتیں اور بچوں کو دودھ پینے سے چپ کرانے کے لئے کلوا جن یا اور ایسے ہی ناموں سے ڈرایا کرتی ہیں۔ ہمیں جانتیں کہ بچوں کے دل و دماغ پر اس کا اثر ہو جاتا ہے اور ان کا دل کمزور ہو جاتا ہے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ بزدل بن جاتے ہیں اور بڑے ہو کر بھی ڈرا کرتے ہیں۔

کبھی بچوں کو کسی چیز سے نہیں ڈرانا چاہئے بلکہ ان کو شیر دل بنانے کے لئے جنگل کے واقعات چھوٹی سی ہی عمر میں سنانے چاہئیں۔ اس سے بچہ قوی ہیکل اور نڈر بن جاتا ہے غرض عیسائی مسلمانوں سے خائف ہو گئے تھے اور وہ اپنی جانیں بچانے کے لئے بھاگے پھر رہے تھے۔

سپاہی ننگی تلواریں لئے مکانوں اور دکانوں میں جا گھسے تھے کچھ فصیل پر چڑھ گئے تھے سیل والوں کو قلعہ کے اندر کا کچھ بھی حال معلوم نہ تھا وہ باہر کی طرف والے مسلمانوں پر تیروں اور پتھروں کی بارش کر رہے تھے۔

جب انھوں نے شکست خوردہ سپاہیوں کو پریشان حال بھاگ کر آتے ہوئے دیکھا تو وہ سمجھ گئے کہ قلعہ کے اندر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا اس خیال ہی سے وہ کانپ گئے۔ اور انھوں نے سنگ باری و تیر اندازی بند کر کے ان سے دریافت کیا۔ کیا عیسائیوں کو قلعہ کے اندر شکست ہوئی ہے؟

جواب ملا! "ہاں!"

کس نے پوچھا۔ کس قدر مسلمان آگئے تھے؟"

ایک نے جواب دیا۔ صرف دس۔

فرط حیرت سے سب کے منہ کھلے رہ گئے اور سب نے تعجب کے لہجہ میں ایک زبان ہو کر

کہا۔ "صرف دس!"

بھاگ کر آنے والوں نے کہا۔ ہاں دس مگر کیا تم مسلمانوں کو انسان سمجھتے ہو۔؟"

"ایک ادھیڑ عمر کے شخص نے کہا۔ انسان نہیں تو کیا وہ شیطان ہیں؟

ایک شکست خوردہ نوجوان نے کہا۔ خداوند کی قسم وہ انسان نہیں ہیں! یا تو شیطان ہیں یا جن ہیں۔"

ادھیڑ عمر کے شخص نے چونک کر کہا۔ جن یا شیطان؟"

وہی نوجوان۔ ہاں وہ دس تھے۔ ہم سمجھ رہے تھے کہ ہمارے بہادر سپاہی انھیں چشم زدن میں گرفتار کر لیں گے۔ لیکن جب انھوں نے میان سے تلواریں نکالیں اور جھپٹ جھپٹ کر پینترے بدل بدل کر حملے کئے تو ہم سب ڈر گئے جس شان سے وہ حملے کر رہے تھے اس شان سے انسان حملے نہیں کر سکتے۔

ادھیڑ عمر کا شخص بولا۔ تعجب اس پر کیجئے کہ انھوں نے بے شمار عیسائیوں کو مار ڈالا سپہ سالار کو قتل کر ڈالا اور بالآخر بادشاہ کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا۔

یہ سنتے ہی فصیل والے تمام سپاہیوں کے بھی جی چھوٹ گئے اور وہ بھی اپنی جانیں بچانے کے لئے بڑے ہی بدحواس ہو کر وہاں سے بھاگے اور قلعہ کے اندر اترنے لگے۔

وہ چاہتے تھے کہ کسی طرف کا کوئی دروازہ کھول کر قلعہ سے باہر نکل جائیں چونکہ قلعہ کا محاصرہ کرنے والے مسلمانوں پر تیروں اور سنگریزوں کی جو بارش ہو رہی تھی وہ بند ہو گئی تھی اس لئے وہ تیزی سے چل کر دروازہ پر پہنچے اور پھاٹک توڑنے کی کوشش کرنے لگے اس وقت قلعہ کے اندر قریب قریب تمام عیسائی بھاگ بھاگ کر مکانوں میں جا گھسے تھے اور تمام راستے ساری سڑکیں اور کل میدان اور کوچے انسانوں سے خالی ہو کر سنسان ہو گئے تھے مگر مسلمان اور جریر و مرہف کے ساتھی اب بھی انھیں تلاش کرتے پھر رہے تھے۔

دامسؓ ابوالہول، قیسؓ اور سعیدؓ کے ہمراہ قلعہ کا پھاٹک کھولنے چل دیئے تھے جب وہ پھاٹک پر پہنچے تو محافظ انھیں دیکھتے ہی ایسے خوفزدہ ہوئے کہ بھاگ بھاگ کر کمانچوں کے پچھلے کمروں میں بند ہو گئے۔

قیسؓ اور دامسؓ نے بڑھ کر پھاٹک کھول دیا۔ پھاٹک کے کھلتے ہی مسلمانوں کا سیلاب قلعہ کے اندر داخل ہوا مگر جب وہ بڑھے تو انھوں نے دیکھا کہ سارا قلعہ ایسا اجڑا پڑا ہے۔ جیسے وہاں انسان رہتے ہی نہیں ہیں وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے ابھی وہ حیران ہی ہو رہے تھے کہ فصیل کے اوپر سے عیسائی بھاگ بھاگ کر آنے اور قلعہ میں پھیلنے لگے۔

ان عیسائیوں نے مسلمانوں کو نہیں دیکھا تھا۔ مسلمان مشرقی دروازہ کی طرف سے آئے تھے وہ مغربی دروازہ کی طرف بھاگے جا رہے تھے۔ مسلمانوں نے ان کو بھاگ کر جاتے ہوئے دیکھا وہ دیکھتے رہے نہایت خاموشی سے کھڑے دیکھتے رہے اور اس فکر میں رہے کہ تمام عیسائی فصیل سے نیچے اتر آویں چونکہ عیسائی کئی زینوں سے اتر رہے تھے اس لئے جلد ہی سب نیچے آ کر مغرب کی طرف بھاگ کر جانے لگے۔

اب مسلمان شیروں کی طرح جست کر کے ان کی طرف دوڑے انھوں نے قریب جا کر اللہ اکبر کا پرشور نعرہ لگایا اس نعرہ کی آواز سے قلعہ کی بنیادیں ہل گئیں میدان کانپ اٹھا اور عیسائی لرز گئے انھوں نے خوفزدہ نگاہوں سے پیچھے پھر پھر کر دیکھا جب انھیں مسلمان اپنی طرف دوڑتے نظر آئے تو فرط خوف و دہشت سے وہ کانپ گئے اور ایسے بدحواس اور ناطاقت ہو گئے کہ بھاگنے کی سکت بھی باقی نہ رہی۔

مسلمانوں نے ان کے قریب پہونچتے ہی تلواریں نکال نکال کر جان لیوا حملے شروع کر دیئے اگرچہ اب بھی قلعہ کے اندر لڑنے والے عیسائی اس قدر موجود تھے کہ اگر جم کر مقابلہ کرتے تو شاید مسلمانوں کو مار بھگاتے لیکن ان پر اسلامی شیروں کا رعب اور خوف چھا گیا تھا کہ مقابلہ کرنا تو درکنار تلواریں ڈال کر امان مانگنے کی بھی ہمت باقی نہ رہی۔

مسلمانوں نے حملہ کرتے ہی انھیں بے دریغ قتل کرنا شروع کر دیا یہ تازہ دم آنے والے مسلمان بھوکے شیروں کی طرح ان پر ٹوٹ پڑے اور جلدی جلدی انھیں قتل کرنے لگے۔

جتنی دیر میں عیسائی پھیلے ہوئے تھے اتنی ہی دیر میں مسلمان بھی پھیل گئے اور جھپٹ جھپٹ کر حملے کر کر کے کشتوں کے پشتے لگانے لگے عیسائی غم زدہ نگاہوں سے انھیں دیکھتے تلواریں بھی اٹھاتے مگر اس طرح جیسے ان میں بالکل بھی طاقت باقی نہیں رہی ہے۔

بلکہ وہ ایسے بدحواس ہو گئے تھے کہ حملہ روکنے وقت بجائے ڈھالوں کے تلواریں اٹھا دیتے تھے اور حملہ کرتے وقت بجائے تلواروں کے ڈھالوں سے حملہ کرتے تھے۔ گویا خوف و دہشت کی وجہ سے وہ بھول گئے تھے کہ وہ کہاں ہیں کیا کرنا چاہتے اور کیا کر رہے ہیں۔

مسلمان جلدی جلدی لے کر کے انھیں قتل کر رہے تھے لاشوں پر لاشیں پڑی تھیں جوں بارش کے پانی کی طرح بہہ رہا تھا عیسائی چیخ رہے تھے چلا رہے تھے مگر یہ سمجھ میں نہ آتا تھا کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں۔

مرنے والوں کے سر دھڑ، ہاتھوں اور پاؤں کٹنے والوں کے پیروں کے نیچے بڑی بے دردی سے روندے جا رہے تھے۔

تھوڑی ہی دیر میں تمام سپاہی موت کے گھاٹ اتر گئے ایک بھی اس خونفشاں داستان کو بیان کرنے کے لئے زندہ نہ رہا نہ کوئی بھاگ کر جاسکا نہ گرفتار کیا گیا بلکہ ہر شخص موت کا تلخ ذائقہ چکھ کر دائمی نیند سو گیا۔

مسلمانوں نے خوش ہو کر اس عظیم الشان فتحیابی پر اللہ اکبر کا پرشور نعرہ لگایا اور خون آلودہ تلواریں صاف کر کر کے میانوں میں ڈالنے لگے۔

بتیسواں باب

جرئیر کی حیرانی

مسلمانوں کے کارناموں پر دنیا حیران ہوتی ہے اور حیران ہو ہو کر کہتی ہے آخر وہ کون سی قوت تھی جس نے انھیں شیر بنا رکھا تھا وہ جس طرف رخ کرتے تھے بڑھتے چلے جاتے تھے کوئی قوت ان کو نہ روک سکتی تھی جس ملک پر حملہ کرتے تھے اسے فتح کئے بغیر نہ چھوڑتے تھے۔ اور جس لشکر پر ٹوٹ کر گرتے تھے وہ چاہے تعداد میں ان سے دس بیس یا پچاس گنا ہی کیوں نہ ہو اس کا خاتمہ کر دیتے تھے۔ جس بادشاہ سے ناراض ہوتے اسے مار کر ہی دم لیتے اور جس سلطنت کو چاہتے الٹا دیتے۔

پھر ان کی یہ حالت کب تھی۔ اس وقت جب ان کی تعداد بہت ہی کم تھی یعنی ساری دنیا میں صرف چند لاکھ ہی تھے۔ ایک اس وقت کے مسلمان ہیں کہ ستر کروڑ ہیں دنیا کا ہر حصہ مگر ان میں قرون اولیٰ کے مسلمانوں جیسی نہ قوت ہے نہ طاقت نہ جرات نہ جوش نہ اولوالعزمی نہ دلیری غرض کچھ بھی نہیں۔

دوسری قومیں مقابلہ کرتی ہیں ہمارے بزرگوں سے لیکن انھیں خبر نہیں ہے کہ ہمارے اسلاف حقیقت میں مسلمان تھے خدا سے ڈرتے تھے رات دن عبادت کرتے تھے اور زندگی کو موت پر ترجیح دیتے تھے۔

سوائے خدا کے کسی سے نہ ڈرتے تھے خدا اور خدا کے رسول ﷺ کے احکام کی سختی سے تعمیل کرتے تھے۔ جفاکش تھے۔ عیش و عشرت سے نفرت کرتے تھے ہم صرف نام کے

۱؎ فتوح البلدان صفحہ ۱۰۶

مسلمان ہیں۔ خدا کا خوف ہمارے دلوں سے دور ہو گیا ہے۔
عبادت کرنا کسر شان سمجھتے ہیں دنیا کی چند روزہ زندگی ہی کو سب کچھ جانتے ہیں موت سے ڈرتے ہیں جفاکشی نام کو بھی نہیں رہی عشرت پرستی اختیار کر لی ہے۔"
نتیجہ یہ ہوا کہ ہماری بہادری کو زنگ لگ گیا۔ بزدلی آ گئی اور ہم دوسری اقوام کیطرح ذلیل و حقیر ہو کر رہ گئے۔
یہ بالکل سچ ہے کہ اگر اب بھی مسلمان حقیقت میں مسلمان بن جائیں خدا سے ڈرنے اور اسے یاد کرنے لگیں۔ عیش و عشرت کو چھوڑ دیں۔ خدا اور خدا کے رسول ﷺ کے احکام پر کاربند ہو جائیں تو پھر دنیا اور دنیا کی دولت ہمارے قدموں پر آ پڑے۔ پھر ایک دفعہ سارا جہاں ہم سے تھرا جائے پھر دنیا جہان کی قومیں ہماری طرف جھک جائیں اور پھر ہم خوش ہو کر یہ ترانہ گا سکیں ؎

چین و عرب ہمارا ہندوستان ہمارا
مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا

چونکہ قرون اولیٰ کے مسلمان خدا کو یاد کرتے تھے اس لئے خدا ان کو یاد کرتا تھا اور جس کو خدا یاد کرے اسے دنیا کی کوئی طاقت نہ فنا کر سکتا ہے اور نہ مٹا سکتی ہے۔ یہی زعم تھا اس وقت کے مسلمانوں کو۔ وہ خدا پر ناز کرتے تھے خدا انکی اعانت کرتا تھا۔
کس قدر حیرت میں ڈالنے والی بات ہے کہ صرف دس مسلمان تھاج کے قلعہ میں ہزاروں نہیں ایک لاکھ عیسائیوں کے نرغہ میں جاتے ہیں لڑتے ہیں اور فتحیاب ہوتے ہیں۔
کیا ہمارے مذہبی جوش کو حرکت میں لانے کے لئے صرف ایک ہی واقعہ کافی نہیں ہے۔ جب مسلمانوں نے تمام عیسائی سپاہیوں کو ٹھکانے لگا دیا تو وہ واپس لوٹے اور اس میدان میں پہنچے جس میں جریر اور اس کے ساتھی مقیم تھے۔
ان کے وہاں پہنچتے ہی جریر و مرہف بھی آ گئے۔ ان کے ساتھی بھی آ آ کر ایکطرف

کھڑے ہو گئے۔
عیاض رضؓ نے مرہف اور جریر کی طرف دیکھ کر کہا۔ مجھے قیس رضؓ نے مختصر طور پر آپ کی تمام داستان سنا دی ہے۔ میں اور تمام مسلمان آپ کے اور آپ کے ہمراہیوں کے بیحد شکر گزار ہیں آپ نے بروقت مدد کر کے مسلمانوں پر احسان عظیم کیا ہے۔
مرہف نے کہا۔ میں عربی نسل سے ہوں۔ میں نے کوئی احسان نہیں کیا ہے بلکہ مجھے تو یہ افسوس ہے کہ میں اب سے پہلے ہی کیوں مسلمان نہ ہو گیا اور کیوں آج تک اسلام کی خدمت نہ کر سکا حالانکہ زندگی میں یہ میرا سب سے پہلا مقصد اور سب سے پہلا فرض ہونا چاہئے تھا۔ ہاں میرے دوست جریر نے ضرور مسلمانوں کی مدد کر کے مسلمانوں پر احسان کیا ہے اور وہی شکریہ کے مستحق بھی ہیں۔
جریر نے کہا۔ نہیں! نہیں!! میں نے بھی کچھ احسان نہیں کیا ہے۔ بدکار یانس! میری بیٹی زیتون کو زبردستی چھین کر لے گیا مجھے اپنے سپاہیوں سے پٹوایا میرے دل میں انتقام کی آگ بھڑک اٹھی اور میں بدلہ لینے کے لئے بے چین ہو گیا۔ خدا کا شکر ہے کہ آج میں نے اس بندۂ نفس سے انتقام لے لیا مجھ پر مرہف اور مسلمانوں دونوں نے احسان کیا ہے مرہف نے مجھے مسلمان کر کے سچے مذہب میں داخل کیا اور مسلمانوں نے میری مدد کر کے بدکار یانس سے میری ذلت کا بدلہ لے لیا۔ مشکور میں ہوں۔
عیاض رضؓ نے مسکرا کر کہا۔ معلوم ہو گیا کہ آپ بھی مسلمانوں کی طرح بے نفس ہیں۔
قیس رضؓ نے حیرت سے جریر کی طرف دیکھتے ہوئے دریافت کیا۔ کیا زیتون آپ کی لڑکی ہے؟ جریر نے اس کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے جواب دیا۔ جی ہاں! کیا آپ اسے جانتے ہیں۔؟"
قیس رضؓ۔ جانتا ہوں!"
عیاض رضؓ نے قیس رضؓ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "زیتون کون؟"

قیس رضی اللہ عنہ :۔ جناب وہی لڑکی جو رات کے وقت اسلامی لشکر میں پہنچی تھی اور شہزادی میرونہ کو فریب دیکر لے گئی تھی۔"

عیاض رضی اللہ عنہ نے متعجب ہوکر کہا۔ اچھا وہ آپ کی لڑکی ہے؟

جریر :۔ جی ہاں۔

لیکن جریر کے چہرہ سے حیرت ظاہر ہو رہی تھی۔ اس نے حیرت بھری نظروں سے قیس رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر کہا۔ وہ اسلامی لشکر میں گئی تھی۔

قیس رضی اللہ عنہ :۔ جی ہاں۔

جریر :۔ کس لئے؟

قیس رضی اللہ عنہ :۔ شہزادی میرونہ ہماری حفاظت میں ہے اسے فریب دے کر تھاج میں لانے کے لئے۔

جریر کچھ متفکر اور غمزدہ ہوگیا۔ اس نے کہا۔ میں حلف اٹھاتا ہوں کہ میری لڑکی نہایت نیک تھی اسے شیطان یانس نے بہکا کر بھیجا ہوگا۔

قیس رضی اللہ عنہ :۔ آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ واقعی یہی ہوا۔"

جریر :۔ کیا وہ لڑکی ابھی تک آپ کے کیمپ میں ہے۔

قیس رضی اللہ عنہ :۔ نہیں وہ شہزادی کو فریب دے کر لے گئی تھی۔ اتفاق سے کچھ مسلمان وہاں پہنچ گئے۔ جہاں وہ شہزادی کو لے کر گئی تھی اور شہزادی کو واپس لے آیا گیا مگر لڑکی نہ معلوم کہاں غائب ہوگئی۔

جریر :۔ تب وہ قصر شاہی میں موجود ہے۔ لیکن آپ اس کا قصور معاف نہ کردینگے

قیس رضی اللہ عنہ :۔ مجھے معاف کرنے کا اختیار نہیں ہے یہ حق صرف ہمارے امیر کو ہے۔

جریر نے امیر عیاض رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھ کر کہا۔ اے مسلمانوں کے سپہ سالار کیا آپ میری بیٹی کا قصور معاف کردیں گے۔ عیاض رضی اللہ عنہ نے کہا۔ جریر! تم مسلمان ہوگئے۔ زیتون ایک

مسلمان کی اولاد ہے اب کوئی مسلمان اسے سزا نہیں دے سکتا۔ جریر یہ سن کر نہایت خوش ہوا۔ اس نے شکر گزار نظروں سے عیاض رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر کہا آپ کی اس عنایت کا شکریہ۔"

عیاض رضی اللہ عنہ :۔ اس میں شکریہ کی کوئی بات نہیں ہے جب کوئی شخص مسلمان ہوجاتا ہے تو وہ سارے مسلمانوں کا بھائی بن جاتا ہے اور ہر مسلمان کا یہ فرض ہوجاتا ہے کہ وہ اس کی خدمت کرے۔ تمہیں شکریہ ادا کرنا چاہئے اس پروردگار عالم کا جس نے تمہیں مسلمان ہونے کی توفیق دی۔

جریر :۔ اور میں خدا کا بھی بے حد شکور ہوں۔"

عیاض رضی اللہ عنہ :۔ افسوس! یانس مرگیا۔ اگر وہ بچ جاتا تو ہمارے مسلمانوں کا بھائی بن جاتا اور خدا اس کے تمام گناہ معاف کردیتا۔

جریر :۔ لیکن وہ ایسا سرکش اور شیطان تھا کہ خدا اسے معاف نہ کرتا اور اسے اس کے گناہوں کی سزا دینے کے لئے مسلمان ہونے سے پہلے ہی اٹھا لیا۔

عیاض رضی اللہ عنہ :۔ یہی کہا جاسکتا ہے۔ اچھا تم اپنی لڑکی کو تلاش کرو اور جب وہ مل جائے تب ہمارے پاس لاؤ۔ ہم اسے سمجھا دیں گے۔"

جریر :۔ بہتر ہے!"

عیاض رضی اللہ عنہ نے مرہف سے مخاطب ہوکر کہا تم تمام قلعہ میں اس کی منادی کرادو کہ مسلمانوں نے تمام عیسائیوں کو امان دیدی ہے جو لڑائی میں شریک نہیں ہوئے تھے ان سے کسی قسم کا تعرض نہ کیا جائے گا۔ وہ بے خوفی سے اپنے گھروں سے نکل کر کاروبار شروع کردیں اور جو لوگ جنگ میں شریک تھے اگر وہ حاضر ہوکر معافی طلب کریں گے تو انہیں بھی معافی دیدی جائے گی۔ مرہف نے بہت اچھا کہا اور چلا گیا۔ اب عیاض رضی اللہ عنہ نے قیس رضی اللہ عنہ سے کہا تم کچھ مسلمانوں کو لیکر قصر شاہی میں جاؤ اور وہاں کی تمام چیزوں پر قبضہ کرلو۔

بہتر ہے قیس رضی اللہ عنہ نے کہا۔ اور سو مسلمانوں کو لیکر قصر شاہی کی طرف چلے جب وہ روانہ ہونے

گئے تو عیاضؓ نے انھیں روک کر کہا۔ دیکھو شائد وہاں زیتون ہو اسے عزت کے ساتھ لانا۔ بھول جاؤ کہ اس کے بچے ہیں!

قیسؓ:۔ بہت اچھا!

عیاضؓ:۔ بلکہ مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ تم جریر کو اپنے ساتھ لے جاؤ!

قیسؓ:۔ بہت مناسب ہے!"

وہ جریر کے پاس گئے اور انھیں ساتھ لے کر قصر شاہی کی طرف روانہ ہوئے۔

اب عیاضؓ نے ضرارؓ، سعیدؓ اور عمارؓ سے کہا۔ آپ کچھ لشکر لیکر اسلامی کیمپ میں جائیں اور تمام سامان اور خیمے وغیرہ نیز ساری عورتوں کو ہمراہ لے آئیں لیکن شہزادی میرونہ کو نہایت شان کے ساتھ لانا وہ شہزادی ہے اور اس کی شان باقی رہنا چاہئے بہت بہتر کہہ کر یہ سب لوگ چلے گئے جو لشکر عیاضؓ کے قریب رہ گیا تھا اس سے مخاطب ہو کر انھوں نے کہا اب آپ آرام کریں یہ میدان سبزہ زار ہے یہیں فی الحال قیام کرنا مناسب ہے۔ تمام مسلمان سارے میدان میں پھیل گئے اور ہتھیار کھول کھول کر بیٹھ گئے۔

تینتیسواں باب

تقدیر کا فیصلہ

مرہف نے امن کی منادی کرا دی تھی۔ عیسائیوں نے سن رکھا تھا کہ مسلمان جو کہتے ہیں وہی کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ بے خوفی سے گھروں سے نکل نکل کر کاروبار میں مصروف ہو گئے ان کے چلنے پھرنے سے پھر قلعہ میں چہل پہل شروع ہو گئی۔

قیسؓ جب قصر شاہی میں پہونچے تو انھوں نے دیکھا کہ کنیزیں اور خادم پریشان حال پھر رہے ہیں اور بہت سی داشتہ کم سن لڑکیاں ڈری سہمی گھبرائی نہایت پریشان حال

بیٹھی یا کھڑی ہیں۔ انھوں نے جاتے ہی کہہ دیا کہ کوئی شخص اپنی جگہ سے حرکت نہ کرے ورنہ فوراً قتل کر ڈالا جائے گا۔ ان کے اس حکم کو سن کر اور بھی ہراس طاری ہو گیا اور وہ رحم طلب نگاہوں سے مسلمانوں کو دیکھنے لگے۔ قیسؓ نے مسلمانوں کو ہر کمرہ میں گھس کر تمام سامان نکال لانے کا حکم دیا۔ مسلمان فوراً گھس گئے اور سامان لا لا کر باہر ڈھیر کرنے لگے۔ چونکہ یانس عیاش اور فضول خرچ تھا اس لئے اس کا سامان نہایت قیمتی تھا۔ اعلیٰ قسم کے قالین مسندیں، پہننے کے کپڑے، سونے چاندی کے ظروف، آئینے سونے اور چاندی کے فریموں میں لگے ہوئے، جواہرات، زیورات، سونے چاندی کی سلاخیں غرض سب کچھ تھا اور یہ سب لا لا کر صحن میں ڈھیر کر دیا گیا۔ جب مسلمان سامان تلاش کر کر کے لا رہے تھے۔ تو انھوں نے ایک کمرے کے اندر ایک چھوٹا سا دروازہ دیکھا۔ چند مسلمان اس دروازے میں گھس گئے اس کے دوسری طرف ایک مختصر سا صحن اور اس صحن کے چاروں طرف چھوٹے چھوٹے کمرے بنے ہوئے تھے جو نہایت بھدے اور بہت نیچے تھے یعنی ان کی چھتیں اس قدر نیچی تھیں کہ آدمی کا سر چھت سے جا لگتا تھا۔ تمام کمروں کے دروازوں پر لوہے کی سلاخوں کے کواڑ چڑھے ہوئے تھے اور ان میں تالے پڑے ہوئے تھے۔ قریب قریب تمام کمروں میں عورتیں بند تھیں یہ وہ بدقسمت عورتیں تھیں جن کو یانس نے اطراف ملک سے کسی نہ کسی حیلہ سے اٹھوا منگوایا تھا اور ان کے ساتھ چند روز داد عیش دیکر انھیں قید کر دیا تھا۔ ان میں سے اکثروں کے لباس پھٹ گئے تھے۔ گال پچک گئے تھے صورتیں بگڑ گئی تھیں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ انھیں کھانے کو صرف اس قدر دیا جاتا تھا جس سے کہ وہ جلدی نہ مر جائیں اور رات دن ان تاریک کمروں میں ہی بند رکھتا تھا۔

یہ عورتیں مسلمانوں کو دیکھ کر ڈر گئیں لیکن مسلمانوں نے انھیں تسلی دی اور تالے توڑ توڑ کر انھیں باہر نکالا۔ بعض ان میں اس قدر کمزور ہو گئی تھیں کہ خود نہ چل سکیں اور اور مسلمانوں نے انھیں سہارا دیکر لے چلنا شروع کیا۔ ان عورتوں میں بعض ایسی حسین تھیں

کر باوجود فاقہ اور تاریک جگہ رہنے کے اب بھی ان کے چہروں پر حسن کا مٹا مٹا سا عکس موجود تھا جب وہ ان مظلوموں کو لے کر قیسؓ کے پاس پہنچے تو وہ اور تمام مسلمان انھیں اس حالت میں دیکھ کر بہت زیادہ متاثر ہوئے۔

قیسؓ نے کہا۔ یانس ان مظلوموں کی آہوں کی وجہ سے برباد ہو کر مارا گیا۔ اگر آج وہ زندہ ہوتا تو اسے بھی اسی طرح قید کر کے بھوکا رکھا جاتا جس طرح وہ شقی نے انھیں رکھا تاکہ اسے معلوم ہو جاتا کہ قیدیوں کو کتنی تکلیف قید خانہ میں ہوا کرتی ہے۔

جس وقت یہ لڑکیاں یہاں لائی گئیں اسی وقت جریر اپنی بیٹی زیتون کو لے کر آئے اس وقت زیتون نے نہایت بیش قیمت پوشاک پہن رکھی تھی وہ کمال حسین معلوم ہو رہی تھی اور اپنے باپ کے شانہ سے سر لگائے خوش ہوتی ہنستی اور باتیں کرتی آرہی تھی مگر جب وہ قیسؓ کے پاس آئی اور اس کی نظر اس کے اوپر پڑی تو وہ گھبرا کر اپنے باپ کے شانہ سے لگ گئی اور خوفزدہ نگاہوں سے قیسؓ کو دیکھنے لگی۔

جریر نے اسے خوفزدہ دیکھ کر کہا۔ کیا ہے زیتون؟ زیتون نے شمع افروز انگلی سے قیسؓ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ یہ عرب!

جریر نے مسکرا کر کہا۔ بیٹی اس عرب نے تیرا قصور معاف کر دیا ہے۔ لہٰذا اب تو اس سے نہ ڈر۔ یہ سن کر زیتون کی جان میں جان آئی اور اس کے چہرہ کا اڑا ہوا رنگ واپس آیا۔ مگر باوجود اس کے وہ قیسؓ سے نگاہیں چار نہ کر سکی۔

اب چونکہ تمام سامان جمع ہو چکا تھا اور قصر میں رہنے والے بھی سب آ کر ایک جگہ اکٹھے ہو گئے تھے اس لئے قیسؓ نے سامان لے جانے کا حکم دیا کچھ مسلمان اور کچھ قصر کے خادم سامان اٹھا اٹھا کر لے چلے جب سب سامان لے جایا جا چکا تب قیسؓ کنیزوں اور مظلوم عورتوں کو ساتھ لے کر چلے اور عیاضؓ کے پاس پہنچے۔

اس عرصہ میں اسلامی کیمپ سے بھی تمام سامان عورتیں اور دوسری چیزیں آچکی

تھیں۔ شہزادی بیرونہ عیاضؓ کے پاس ایک قنالیس پر بیٹھی تھی۔ چونکہ منادی کی وجہ سے عیسائیوں کی دہشت بھی دور ہو گئی تھی اس لئے ان میں سے کچھ لوگ آ کھڑے ہوئے تھے جب قیسؓ نے عیاضؓ اور تمام مسلمانوں اور عیسائیوں کے سامنے ان مظلوم عورتوں کو پیش کیا جنہیں سنگدل یانس نے قید کر رکھا تھا انھیں دیکھ کر ہر شخص ان پر ترس کھانے لگا

عیاضؓ نے کہا۔ افسوس وحشی اور درندہ صفت انسانوں نے ان تمام مظلوم عورتوں پر اس قدر سختیاں کی ہیں کہ یہ زندگی سے دور اور موت کے نزدیک پہنچ گئیں.... اچھا قیسؓ تم ان کا خوب مدارات کرو اور ان میں جب طاقت آجائے تو جہاں یہ کہیں انھیں وہاں پہنچا دو

ان میں سے چند لڑکیوں نے کہا۔ اب ہم کہیں جانا نہیں چاہتی ہیں ہماری قوم نے ہم پر جو کچھ ستم کئے ہیں ہم انھیں زندگی بھر نہیں بھول سکتی ہیں اس لئے ہم سب نے ارادہ کیا ہے کہ ہم سب مسلمانوں کے پاس رہیں گی بشرطیکہ مسلمان ہم پر رحم کر کے ہمیں اپنے پاس رکھ لیں۔

عیاضؓ! مسلمان تمہاری ہر طرح خدمت کریں گے تمہیں یہ اختیار ہوگا چاہے عیسائی رہو یا مسلمان ہو جاؤ۔

چند عورتوں نے جوش میں آ کر کہا۔ عیسائی..... ہم عیسائی رہیں۔ عیسائیوں نے اس مذہب کو بدنام کر دیا ہے اب عیسائیت ہے ہی کہاں ہم سب مسلمان ہونا چاہتی ہیں

عیاضؓ:۔ بڑی خوشی کی بات ہے۔

یہ کہتے ہی انھوں نے تمام عورتوں کو مسلمان کر لیا۔ اب جریر نے کہا میری لڑکی زیتون بھی مسلمان ہونا چاہتی ہے۔

زیتون عیاضؓ کے سامنے بیٹھ گئی۔ عیاضؓ نے اسے دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔ شوخ لڑکی! اب تو تو کوئی شرارت نہیں کرے گی؟"

زیتون نے کہا۔ میں شیطان کے بہکانے میں آ کر شیطان بن گئی تھی اب کبھی کوئی

حرکت نہ کریں گی۔ اس لئے مسلمان ہو رہی ہوں۔"

عیاضؓ نے زیتون کا بھی اسلام کر لیا۔ یہ تمام کارروائی شہزادی میرونہ کے سامنے ہو رہی تھی۔ زیتون کے مسلمان ہونے کی وجہ سے وہ کچھ بے چین ہو گئی اور سر جھکا کر کچھ سوچنے لگی۔ فوراً ہی اس نے اپنا سر اٹھا کر عیاضؓ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ میں بھی مسلمان ہونا چاہتی ہوں۔ یہ سن کر تمام مسلمانوں کو بیحد خوشی ہوئی اور سب نے خوش ہو کر اللہ اکبر کا پر زور نعرہ لگایا۔ عیاضؓ نے میرونہ سے دریافت کیا۔ تم کس وجہ سے مسلمان ہوتی ہو؟ میرونہ نے کہا۔ اس لئے کہ مسلمان بن کر مسلمانوں میں رہنا چاہتی ہوں۔

قیسؓ حیرت بھری نظروں سے اس کی طرف دیکھ رہے تھے اس کی نظر بھی ان کی طرف جا پڑی وہ شوخی سے مسکرائی اور زیتون کی طرف داہنے ہاتھ کی انگلی سے اشارہ کر کے ہنس پڑی۔ عیاضؓ نے اسے بھی مسلمان کر لیا۔ اب کئی کنیزیں۔ کئی خادم اور اکثر وہ عیسائی جو کھڑے یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے مسلمان ہو گئے۔ عیاضؓ نے اب اسی میدان میں خیمے نصب کرنے کا حکم دیا۔ یہ خیمے صرف عورتوں اور ان کی حفاظت کرنے والوں کے لئے نصب کرائے جانے لگے۔

تمام مال غنیمت ایک جگہ جمع کیا گیا جس قدر شاہی خزانہ میں روپیہ زر و سیم جواہرات یا دوسری چیزیں تھیں سب لائی گئیں اور اس میں سے پانچواں حصہ دربار خلافت میں بھیجنے کے لئے علیحدہ کر دیا گیا باقی چار حصے تمام مسلمانوں پر مرہف جریر اور اس کے ساتھیوں پر حسب رسد تقسیم کر دیئے گئے ہر مسلمان کے حصہ میں اس قدر دولت آئی کہ وہ اچھا خاصا امیر بن گیا۔ جریر اور اس کے ساتھیوں پر مسلمانوں کی اس منصفانہ تقسیم کا بڑا اثر ہوا اور وہ سمجھ گئے کہ حقیقت میں مسلمانوں نے انھیں اپنا بھائی تسلیم کر لیا ہے۔ اس عرصہ میں خیمے نصب ہو گئے مسلم عورتیں اور وہ مظلوم لڑکیاں جنہیں یا تو نے قید کر رکھا تھا اور وہ مسلمان ہو گئی تھیں سب ان خیموں میں بھیج دی گئی تھیں۔

اب عیاضؓ نے میرونہ سے مخاطب ہو کر کہا شہزادی تم قصر شاہی میں ٹھہرنا چاہتی ہو یا اپنے خیمہ میں؟"

میرونہ نے کہا۔ اب میں مسلمان ہو گئی ہوں مسلمانوں کے ساتھ رہنا ہی فخر سمجھتی ہوں۔ شاہی محلوں سے مجھے کچھ واسطہ نہیں رہا ہے۔ لیکن.....

میرونہ:۔ میری سہیلیاں مسلمان ہونے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ کیا آپ مہربانی کر کے انھیں ان کے وطن جانے کی اجازت دیدیں گے؟"

عیاضؓ:۔ ہمارا جنگی قانون یہ ہے کہ لڑائی کے وقت جو مرد اور عورتیں گرفتار ہو کر آئیں وہ غلام اور کنیزیں ہو جاتی ہیں اور مال غنیمت کے ساتھ انھیں بھی مجاہدوں پر تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ لیکن آپ نے ہم پر احسان کیا ہے اور اس احسان کے عوض ہم آپ کی سہیلیوں کو جانے کی اجازت دے سکتے ہیں۔

میرونہ:۔ آپ کی اس مہربانی کا شکریہ!"

چنانچہ اس نے اپنی تمام سہیلیوں کو بلا کر کہا۔ امیر العساکر نے تمہیں وطن جانے کی اجازت دے دی ہے۔ اب تم آزاد ہو اور جب چاہو جا سکتی ہو۔

تمام لڑکیاں خوش ہو گئیں۔ انھوں نے کہا۔ ہمیں آج ہی اجازت دیدیجئے۔

میرونہ:۔ اچھا جاؤ۔ اپنے ساتھ شہر سے کچھ عیسائیوں کو لیتی جاؤ اور جب تم میرے والد سے ملو تو کہدینا کہ میرونہ مسلمان ہو گئی ہے اور اب واپس آنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ تھاج کو مسلمانوں نے فتح کر لیا ہے یانس مارا گیا۔ قدرت نے میری اور یانس کی دونوں کی تدبیروں کا فیصلہ کر دیا۔

سہیلیاں اس سے رخصت ہو کر شہر میں پہنچی اور وہاں سے چند عیسائیوں کو ساتھ لے کر استوار روانہ ہو گئیں۔ اب میرونہ اٹھ کر اپنے خیمہ میں چلی گئی۔

عیاضؓ نے مسلمانوں کو فصیل کے نیچے خیمے نصب کر کے آرام کرنے کا حکم دیا۔

وہ اس طرف روانہ ہوئے۔ قیسؓ کو معہ ان کے لشکر کے عورتوں کی حفاظت پر مامور کر کے عیاضؓ بھی مسلمانوں کے پاس چلے گئے۔

چونتیسواں باب

"طینت کا تغیر"

قیسؓ کو رہ رہ کر تعجب ہو رہا تھا کہ شہزادی میرونہ جو کٹر عیسائی تھی اور خود اسے عیسائی بنانا چاہتی تھی۔ کس تحریک سے متاثر ہو کر خود ہی مسلمان ہو گئی اتفاق سے ان کا خیمہ پھر میرونہ کے خیمہ کے پاس ہی نصب کیا گیا۔ جب وہ عصر کی نماز پڑھ کر آئے تو میرونہ ان کے خیمہ میں بیٹھی ہوئی تھی اور اس نے مغرب کی سمت والے دروازہ کا پردہ اٹھا رکھا تھا۔ اس طرف سے آفتاب کی سنہری شعاعیں آ آ کر اس کے چاند سے چہرہ پر نثار ہو رہی تھیں ان جگمگاتی شعاعوں نے اس کے تابناک چہرہ میں بجلیاں بھری تھیں اور وہ اسقدر چمکنے لگا تھا کہ اس کی طرف دیکھنا انسانی طاقت سے باہر ہو گیا تھا۔ ہوائے خفیف کے جھونکے بھی آ رہے تھے اور وہ اس کی سنہری زلفوں کے ساتھ چھیڑ خانی کر رہے تھے۔ بار بار اس کی گستاخ زلفیں اس کی چاند سی پیشانی اور پھول سے عارض پر جھک آتی تھیں اور وہ انھیں ہاتھ سے الگ کر دیتی تھی قیسؓ اس ماہ پیکر کو اس عالم میں بیٹھے دیکھ کر دیکھتے ہی رہ گئے نہ آگے بڑھ سکے نہ پیچھے ہٹ سکے۔ کچھ دیر کے بعد اس بت سیم تن نے خود ہی دیکھا۔ وہ قیسؓ کو اپنی طرف بے تحاشہ دیکھ کر شرما گئی۔ اس نے کہا۔ اچھا آپ آ گئے ہیں؟ قیسؓ بڑھ کر اس کے پاس جا بیٹھے انھوں نے اس کے عارض گلگوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔ میں تو دیر سے کھڑا ہوا ہوں۔"

میرونہ نے ان کے چہرہ پر نظریں گڑا کر کہا۔ کیوں کھڑے تھے آپ؟"

قیسؓ:۔ تمہارا رخ زیبا دیکھ رہا تھا!

میرونہ نے مسکرا کر کہا۔ عجب قسم کے آدمی ہیں آپ؟

قیسؓ:۔ میں یا تم؟

میرونہ نے حیرت سے انھیں دیکھ کر کہا..... میں..... یہ کیسے سمجھا تم نے؟

قیسؓ:۔ تم کٹر عیسائی تھیں مجھے عیسائی ہونے کی ترغیب دے رہی تھیں لیکن آج خود ہی مسلمان ہو گئیں۔

میرونہ نے ٹھنڈا سانس بھر کر کہا۔ اور کیا کرتی؟"

قیسؓ:۔ کس بات نے تمہیں مسلمان ہونے پر آمادہ کیا!"

میرونہ:۔ میں نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ میں غور کروں گی۔ چنانچہ میں نے غور کیا۔ اور اس نتیجہ پر پہنچی کہ تم کبھی عیسائی نہ ہو گے۔

قیسؓ:۔ اور یہ تم نے بالکل ٹھیک سمجھا!

میرونہ:۔ میں نے مسلمان ہونے کا تو تہیہ کر لیا تھا لیکن ساتھ ہی یہ بھی طے کر لیا تھا کہ جب تم کہو گے تب مسلمان ہو جاؤں گی!"

قیسؓ:۔ لیکن میں نے تو نہیں کہا۔

میرونہ:۔ تم صرف کہتے۔ لیکن جب زیتون مسلمان ہو گئی تو ایک دم میری طبیعت بدل گئی اور میں بھی جھٹ مسلمان ہو گئی۔

قیسؓ:۔ اور تم نے اس وقت اپنی نازک انگلی سے اشارہ کیا کیا تھا؟

میرونہ:۔ یہ کہ یہ تم سے پیار کرتی ہے اور اس لئے مسلمان ہوئی ہے مگر میں بھی اسے ذکر دیا کہ لئے مسلمان ہو گئی ہوں!"

قیسؓ:۔ لیکن یہ بات تم کو کیسے معلوم ہوئی!"

میرونہ:۔ بس معلوم ہو گئی۔

قیسؓ:۔ میں تمہارا شکور ہوں۔ مجھے خوف تھا کہ کہیں تم واپس نہ چلی جاؤ۔

میرونہ:۔ لیکن قدرت کو یہی منظور تھا کہ میں کبھی واپس نہ جاؤں!

ایک آواز آئی۔ بے شک یہ قدرت ہی کو منظور تھا۔ دونوں نے چونک کر دیکھا۔ سامنے سے زیتون آ رہی تھی۔ اس وقت اس کا چہرہ بشاش تھا۔ اس نے قریب آ کر پہلے شہزادی کو اور پھر قیسؓ کو سلام کیا۔ میرونہ نے کہا۔ آؤ بیٹھو زیتون؟

زیتون کھڑی رہی اس نے کہا۔ میں اس قابل نہیں ہوں کہ آپ کے پاس بیٹھ سکوں۔"

میرونہ:۔ نہیں! تم مسلمان ہو گئی ہو اور اسلام میں مساوات ہے اب نہ میں شہزادی اور نہ تم امیرزادی دونوں مسلمان ہو کر برابر ہو گئیں۔"

زیتون:۔ یہ سچ ہے کہ اسلام نے میرا اور آپ کا رشتہ اب مستحکم کر دیا ہے۔ مگر میں گنہگار ہوں۔ میں نے آپ کو فریب دیا تھا اور اب اپنی غلطی کی معافی چاہنے آئی ہوں۔

میرونہ:۔ اوہ زیتون جو گزر گیا اس کا افسوس ہی کیا کرنا!

زیتون:۔ نہیں میرے دل کو اسی وقت سکون ہو گا۔ آپ معاف کر دیں گی۔

میرونہ:۔ اچھا پہلے تم یہ بتاؤ کہ مجھے دھوکہ دے کر کہاں لے گئی تھیں؟

زیتون:۔ شیطان یانس نے مجھے فریب دیا تھا کہ وہ مجھے اپنی ملکہ بنا لے گا اگر میں آپ کو اس کے پاس لے آؤں۔

میرونہ:۔ لیکن وہ بیرحم ہو جو دگی میں تم کو کیسے ملکہ بناتا؟

زیتون:۔ اس نے کہا تھا کہ آپ نے ایک مسلمان کی محبت کے سامنے اسے ٹھکرا دیا ہے اس لئے وہ تم سے انتقام لینے کے لئے تم کو بلانا چاہتا تھا۔"

میرونہ:۔ اور تم اس کے فریب میں آ گئیں؟

زیتون:۔ جی ہاں! لیکن جب میں یہاں آئی تو ایک اور ہی تحریک آپ کو یانس کے

پھندے میں پھنسا دینے کی ہوئی۔

میرونہ:۔ وہ کیا؟

زیتون:۔ چونکہ میں نے تہیہ کر لیا ہے کہ صاف صاف باتیں کر کے سب سے معافی مانگ لوں اس لئے کوئی بات نہ چھپاؤں گی۔

میرونہ:۔ انسانیت تو اسی بات کا تقاضا کرتی ہے۔

زیتون:۔ جب مجھ سے یانس نے یہ کہا تھا کہ میرونہ نے ایک مسلمان کے سامنے اسے ٹھکرا دیا ہے۔ تو مجھے بڑا تعجب ہوا تھا۔"

میرونہ:۔ کس بات کا؟

زیتون:۔ اس بات کا کہ میرے خیال میں عرب اس قدر خوبصورت نہیں ہو سکتے کہ کوئی عیسائی اور وہ بھی دیار بکر کی رہنے والی سفید فام لڑکی کسی عرب کی گرویدہ ہو جائے۔

میرونہ:۔ مگر! .....

زیتون:۔ مگر جب میں یہاں آئی اور میں نے اس عرب کو دیکھا تو میں خود اس پر فدا ہو گئی۔

میرونہ:۔ اور وہ عرب کون تھا۔

زیتون:۔ تمہارے فدائی قیسؓ۔

میرونہ نے کہا۔ اور اس لئے تم نے یہ چاہا کہ مجھے یانس کے پھندے میں پھنسا دو۔"

زیتون:۔ جی ہاں! چنانچہ میں آپ کو فریب دے کر لے گئی اور خوش تھی کہ اپنے راستے سے کانٹے کو دور کر رہی ہوں۔

میرونہ نے مسکرا کر کہا۔ چال تو خوب چلی تھی تم نے!"

زیتون:۔ مگر نہ چلی۔ میں نے اس وقت جب یہ بہادر عرب وہاں پہنچ گئے تھے سمجھ لیا تھا کہ آپ ان کے لئے اور یہ آپ کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔

میرونہ:۔ مگر تم تھاج واپس آ گئیں!"

زیتون:۔ کبھی نہ جاتی اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ میری عیاری کھل جانے کی وجہ سے آپ اور یہ (قیسؓ کی طرف اشارہ کر کے) دونوں ناخوش ہو گئے ہیں۔"

میرونہ:۔ پھر تم یاسنی سے نہیں ملیں؟"

زیتون:۔ ملی تھی! وہ پورا شیطان تھا۔ اس نے کہا کہ اگر میں شہزادی کو لے بھی آتی تب بھی وہ مجھے ملکہ نہ بناتا۔

میرونہ:۔ یہ سب اس کی دغابازی تھی۔

زیتون:۔ بے شک!..... اب میں نے تمام واقعات بیان کر دیئے ہیں اگر آپ اور بہادر عرب مہربانی کر کے مجھے معاف کر دیں تو میرے دل پر سے بوجھ اتر جائے

میرونہ:۔ میں نے معاف کر دیا۔

قیسؓ:۔ اور میں نے بھی معاف کر دیا خدا بھی معاف کرے!"

زیتون:۔ آپ دونوں کس قدر مجسمۂ نیکی ہیں۔"

اب وہ میرونہ کے پاس بیٹھ گئی۔ اس نے کہا۔ شہزادی میں نے جس قدر آپ کے ساتھ برائی کی تھی اب اسی قدر بھلائی کرنا چاہتی ہوں۔ میرونہ نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ کیا کرنا چاہتی ہو اب تم؟"

زیتون:۔ میں آج ہی امیر عیاضؓ کی خدمت میں جا کر آپ کی محبت کی داستان سنانے کے بعد آپ کے عقد کی تحریک کروں گی۔

قیسؓ نے شکوہ ناک نظروں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ مگر پہلے شہزادی سے تو اجازت لے لو میرونہ نے حیرت سے قیسؓ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ میں کیا اجازت دوں؟

قیسؓ:۔ یہی کہ آپ مجھ خاک نشین سے عقد کرنے کو تیار ہیں!"

میرونہ نے محبت بھری نظروں سے ان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ میرے بھولے عرب اس کے سوا میری آرزو ہی کیا ہے۔"

زیتون:۔ میں آج ہی امیر کی خدمت میں حاضر ہوں گی!"

اب آفتاب غروب ہو گیا تھا۔ یہ تینوں نماز پڑھنے کے لئے چلے گئے نماز پڑھ کر زیتون عیاضؓ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور تنہا خیمہ میں جا کر کہنے لگی میں اس لئے حاضر ہوئی ہوں کہ آپ سے ایک بات عرض کر کے منظوری حاصل کر لوں۔

عیاضؓ:۔ کہو کیا بات ہے؟

زیتون:۔ آپ کو شاید معلوم ہو گا کہ قیسؓ کو شہزادی میرونہ سے اور شہزادی میرونہ کو قیسؓ سے محبت ہے۔

عیاضؓ:۔ مجھے شبہ تھا۔

زیتون:۔ لیکن یہ حقیقت ہے۔

عیاضؓ:۔ جب تو یہ اچھی بات ہے۔

زیتون کا دل بھر آیا۔ دراصل اسے قیسؓ سے محبت تھی مگر اس نے دل پر جبر کر کے بھرائی ہوئی آواز سے کہا۔ میں یہ چاہتی ہوں کہ آپ ان کے عقد کی تاریخ مقرر کر دیں۔"

عیاضؓ نے اس کے چہرہ کی طرف دیکھ کر کہا۔ مگر تو ملول خاطر کیوں ہے زیتون نے بیساختہ پن سے کہا۔ اس لئے کہ میں بھی قیسؓ کو چاہتی ہوں مگر وہ میری قسمت میں نہ تھا۔

یہ کہتے ہی اس کی نرگسی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب جاری ہو گیا عیاضؓ اسے روتے ہوئے دیکھ کر بہت متاثر ہوئے انھوں نے کہا مت رو بیٹی! اگر تو کہے تو میں قیسؓ سے تیرا حال کہوں؟ زیتون نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔ نہیں آپ ان سے کچھ نہ کہیں۔"

عیاضؓ:۔ عجیب بات ہے یہ تو!

زیتون:۔ یہ محبت کی باتیں ہیں۔ عورت کی فطرت کا افسانہ ہے۔

عیاضؓ:۔ کیا ان دونوں کا عقد ہو جانے سے تجھے رنج نہ ہو گا؟

زیتون:۔ ضرور ہو گا۔ میرا دل ٹکڑے ہو جائے گا مگر میں صبر و تحمل کر کے برداشت کروں گی

میں چاہتی ہوں کہ ان دونوں کو عموش دیکھوں۔

عیاضؓ:۔ بڑی بہادر لڑکی ہے تو!"

زیتون:۔ آپ تاریخ مقرر کر دیں!"

عیاضؓ:۔ آج دوشنبہ ہے (سوموار) اگلے جمعہ کو عقد ہو جائے گا۔

زیتون:۔ کیا میں ان دونوں کو یہ خوشخبری سنا دوں؟

عیاضؓ:۔ ہاں اگر تو سنا سکتی ہے تو سنا دے۔

زیتون نے ٹھنڈا سانس بھر کے کہا سناؤں گی دل پر پتھر رکھ کر سناؤں گی یہ کہتے ہی وہ اٹھی اور میرونہ کے خیمہ کی طرف چلی رات اندھیری تھی وہ اندھیرے میں مخموروں کی طرح ٹھوکریں کھاتی چلی جا رہی تھی۔ کچھ دور چل کر وفور رنج و غم سے اس سے چلا نہ گیا وہ بیٹھ گئی اور رونے لگی۔ اس قدر روئی کہ اس کے رخسار تر ہو گئے آنچل آنسو پونچھتے پونچھتے بھیگ گیا ہچکی بندھ گئی اس نے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اللہ میاں جب مجھے نامراد ہی رکھنا تھا تو پیدا ہی کیوں کیا تھا۔ نہ پیدا کرتا میرے بغیر دین و دنیا کا کون سا کام رکا ہوا تھا.... آہ میرا دل پاش پاش ہو گیا ہے۔ مجھے صبر دے۔ یا اللہ! مجھے صبر دے۔ وہ دیر تک بیٹھی روتی رہی کوئی اس غریب کو تسلی دینے والا نہ تھا۔ ٹھنڈا سانس بھرتے بھرتے اس کے دل میں کسک اور سینہ میں دم ہو گئے

کچھ دیر کے بعد وہ ضبط کر کے اٹھی اور لڑکھڑاتے ہوئے پاؤں سے چلی جب قیسسؓ کے خیمہ پر پہنچی تو اس نے اپنی حالت سنبھالی۔ چہرہ سے غم کے آثار دور کئے اور آنسو خشک کر کے خیمے میں داخل ہوئی۔ اس وقت بھی قیسسؓ اور میرونہ بیٹھے تھے ایک بتی روشن تھی۔ اس کے داخل ہوتے ہی دونوں نے اس کی طرف دیکھا اگرچہ زیتون نے زبردستی اپنی طبیعت اشاش کر لی تھی تاہم اس کے چہرہ سے غم دروں کا اظہار ہو رہا تھا۔ اس نے مشکل سے اپنے نازک لبوں پر تبسم نمودار کر کے کہا۔ لو مبارک ہو۔ وہ اس سے زیادہ کچھ نہ کہہ سکی۔ اس کا دل پھر بھر آیا مکرانے منہ بکرتے ہوئے کہا۔ امیر نے آپ دونوں کا عقد منظور کر کے اگلے جمعہ کی تاریخ مقرر کر دی۔

شدت کرب سے بیساختہ اس نے آہ کی اور فوراً ہی واپس لوٹ گئی۔ قیسسؓ اور میرونہ دونوں اسے دیکھتے رہ گئے۔

پینتیسواں باب

انکار

یہ بات اکثر لوگوں کو معلوم ہو گئی کہ میرونہ کا قیسس سے عقد ہونیوالا ہے اور عقد کی تاریخ بھی مقرر ہو چکی ہے۔ چونکہ مسلمانوں کو عیسائی لڑکیوں پر اعتماد نہ تھا۔ اس لئے بعض تو اس عقد کو پسند نہ کرتے تھے اور بعض اس وجہ سے موافق تھے اور اچھا سمجھتے تھے کہ میرونہ ایک شہزادی تھی اور مسلمان ہو گئی تھی۔ دن گذر رہے تھے اور عقد کی تاریخ قریب آتی جا رہی تھی چونکہ اسلامی قواعد سے موافق شادی ہونے والی تھی اس لئے کسی قسم کی تیاری نہ ہو رہی تھی۔ سہ شنبہ (منگل) کے روز جبکہ ان کی شادی میں صرف چار ہی دن باقی رہ گئے تھے۔ پرنیول کے پاس سے ایک سفارت آئی جس میں آٹھ سو آدمی تھے۔ یہ لوگ شہزادی میرونہ کو لینے کے لئے آئے تھے۔

سفیر عیاضؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت عیاضؓ کے پاس۔ خالدؓ۔ ضرارؓ۔ عبدالرحمٰنؓ مسیبؓ۔ قیسسؓ اور دوسرے کئی سردار بیٹھے تھے۔ سفیر نے کہا۔ مجھے پرنیول نے جو استوار کہا بادشاہ ہے اس لئے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے کہ اس کی اکلوتی لڑکی شہزادی میرونہ کو آپ نے گرفتار کر لیا ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ آپ جس قدر رقم چاہیں لے لیں اور شہزادی کو رہا کر دیں۔"

عیاضؓ نے کہا۔ ہم نے شہزادی کو گرفتار نہیں کیا ہے نہ وہ قیدی ہے نہ کنیز بنائی گئی ہے بلکہ آزاد ہے اور اپنے وطن جانا نہیں چاہتی اس کے علاوہ یہ بات ہے کہ تم بہت دیر کر کے آئے۔ وہ مسلمان ہو چکی ہے اور اب واپس نہیں بھیجی جا سکتی۔ سفیر نے دریافت کیا۔ کیا شہزادی اپنی خوشی سے مسلمان ہوئی ہے۔

عیاضؓ:۔ ہاں اپنی خوشی سے۔

سفیر:۔ کیا میں ان سے باتیں کر سکتا ہوں؟

عیاضؓ:۔ بڑی خوشی سے بشرطیکہ وہ آپ سے باتیں کرنا منظور کرے۔

سفیر:۔ اچھا ان سے منظوری حاصل کر لیجئے۔

عیاضؓ:۔ مسلمان عورتیں پردہ کرتی ہیں وہ عام لوگوں کے سامنے نہیں آسکتیں۔ اس لئے آپ کو وہاں چلنا چاہئے جہاں وہ مقیم ہیں۔

سفیر:۔ میں تیار ہوں۔"

عیاضؓ:۔ چلئے۔

یہ کہتے ہی وہ اٹھے اور انھوں نے اٹھتے ہوئے کہا قیسؓ تم بھی چلو قیسؓ نے اٹھ کر کہا بہتر ہے۔ یہ تینوں عورتوں کے کیمپ کی طرف چلے قیسؓ کو فکر دامنگیر ہو گیا انھیں خوف ہوا کہیں میرونہ کو انسیت وطن اور باپ کی محبت واپس جانے پر آمادہ نہ کر دے وہ خوب جانتے تھے کہ اگر میرونہ نے جانے کی حامی بھر لی تو عیاضؓ اسے فوراً اجازت دیدیں گے۔ اسی خیال میں غلطاں و پیچاں وہ اس خیمہ پر پہنچ کر جس میں شہزادی تھی رُکے۔ عیاضؓ نے قیسؓ سے کہا شہزادی سے کہو کہ وہ باہر آجائے اور تم اس سے کسی قسم کی گفتگو نہ کرنا قیسؓ خیمہ کے اندر گئے اور فوراً ہی شہزادی کو ساتھ لیکر آگئے شہزادی نے آتے ہی عیاضؓ کو سلام کیا۔ عیاضؓ نے سلام کا جواب دیکر کہا۔ بیٹی! تمہارے باپ نے سفیر کو بھیجا ہے کہ وہ تمہیں یہاں سے لیجائے تمہارے بدلہ میں جس قدر۔ تم ہم چاہیں ہمیں دیدیں۔ لیکن ہم تمہاری رہائی کے صلہ میں کچھ بھی نہیں لینا چاہتے۔ تم پہلے ہی سے آزاد ہو اگر تم اپنے وطن جانا چاہو تو اس سفیر کے ہمراہ جا سکتی ہو۔

میرونہ نے کہا۔ میں اپنی خوشی سے جانا نہیں چاہتی۔ ہاں اگر آپ بھیجنا چاہیں تو مجبور ہو کر جانا ہی پڑے گا۔

عیاضؓ:۔ ہم خود نہیں بھیجنا چاہتے!"

میرونہ:۔ تو اپنی خوشی سے میں جانا نہیں چاہتی۔"

سفیر نے کہا۔ شہزادی صاحبہ! آپ کے والد آپ کی وجہ سے بہت بے چین ہیں وہ دن رات آپ کو یاد کرتے رہتے ہیں۔ انھوں نے محبت پدری سے مجبور ہو کر مجھے آپکو لینے کیلئے بھیجا ہے۔

میرونہ:۔ ان سے کہدیجئے کہ آپ کی بیٹی آپ کو یاد کرتی اور مرتے دم تک کرتی رہے گی لیکن اب واپس آنا نہیں چاہتی اگرچہ میں یہاں آزاد ہوں مگر وہ سمجھ لیں کہ میں یاس کی قید میں ہوں۔

سفیر:۔ مگر کیا آپ مسلمانوں میں رہنے سے خوش ہیں۔

میرونہ:۔ نہایت خوش ہوں۔ یہ وہ قوم ہے جو آزاد رہتی ہے آزاد رہنے والوں کی خوشی کا اندازہ وہی لوگ کر سکتے ہیں جو آزاد رہتے ہوں۔ اسکے علاوہ مسلمان جسقدر خلیق اور محبت کرنے والے ہیں ایسی کوئی دوسری قوم نہیں ہے۔ مسلم عورتیں مجھ سے جو محبت کرنے لگی ہیں کہ میں بیان ہی نہیں کر سکتی وہ ہر وقت مجھے خوش رکھنے کی کوشش کرتی ہیں یہ تو میری خوش قسمتی کہ میں ایسی محبت کرنے والی قوم میں آگئی۔

سفیر:۔ لیکن آپ کی مدارات اسی وقت تک ہے جبتک مسلمان استوار کے قریب ہیں کیونکہ انھیں یہ خوف ہے کہ کہیں وطن واپس نہ چلی جائے اور پھر تم کنیز بنالی جاؤ گی اور اسوقت پچھتاؤ گی۔

میرونہ نے مسکرا کر کہا۔ مجھے مسلمانوں کے پاس رہتے ہوئے کچھ عرصہ گذر گیا ہے اسلئے میں انھیں تم سے زیادہ جانتی ہوں ان کی کنیز بن کر بھی خوش رہوں گی۔

سفیر:۔ تعجب ہے!"

میرونہ:۔ تم اس لئے تعجب کر رہے ہو کہ مسلمانوں کی عادتوں سے واقف نہیں ہو۔ دنیا بھر کی قومیں فضول تکلفات کی وجہ سے حقیقی مسرت سے محروم ہیں لیکن مسلمان ہی وہ قوم ہے جو سادہ معاشرت کی بدولت سچی خوشی سے لطف اندوز ہوتی ہے۔

سفیر:۔ سادہ معاشرت!..... زمین پر سونا۔ کیلوں پر بیٹھنا۔ موٹے کپڑے کا لباس پہننا اور اس قسم کا کھانا کھانا۔ خیموں میں رہنا بھی کوئی معاشرت ہے۔

میرونہ:۔ جبتک میں مسلمانوں میں نہ رہی تھی اسوقت تک میں بھی بُرا سمجھتی تھی۔ مگر خدا کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ جو لطف اس سادہ معاشرت میں ہے وہ تکلفات میں نہیں ہے اگرچہ امیر نے مجھے قالین، کوچ اور کرسیاں سب ہی کچھ دے رکھی ہیں لیکن میں انھیں پسند نہیں کرتی۔ مسلمان عورتوں کے پاس بیٹھنا اچھا سمجھتی ہوں زمین پر بیٹھنے سے جو راحت معلوم ہوتی ہے وہ گدوں پر اور قالینوں کے فرش پر حاصل نہیں ہوتی۔

سفیر:۔ لیکن شہزادی صاحبہ! آپ کو خاندانی لاج رکھنے کے لئے واپس چلنا چاہئے۔

میرونہ:۔ خاندانی وقار تو اس وقت ختم ہو گیا تھا جب مجھے یانس کے پاس میری مرضی کے خلاف بھیجا گیا تھا۔

سفیر:۔ کیا آپ کو اپنے والد کے ساتھ محبت نہیں ہے؟"

میرونہ:۔ ہے! اور مرتے دم تک رہے گی!"

سفیر:۔ کیا اپنی قوم سے انسیت نہیں ہے؟

میرونہ:۔ نہیں۔"

سفیر نے حیرت سے میرونہ کو دیکھ کر کہا۔ کیوں؟

میرونہ:۔ اس لئے کہ میں مسلمان ہو چکی ہوں۔"

سفیر نے یہ سن کر بڑا افسوس کیا۔ اسنے کہا افسوس شہزادی یہ آپنے کیا کیا؟

میرونہ میں حق کی تلاش میں تھی مسلمان حق پر ہیں اور اسلام سچا مذہب ہے اس لئے میں نے اسلام قبول کر لیا ہے۔

سفیر:۔ تو میں بالکل نا اُمید ہو جاؤں!"

میرونہ:۔ ہاں میں اپنی زندگی میں اسلام اور مسلمانوں کو نہیں چھوڑ سکتی۔

سفیر:۔ مجبوری! لیکن ایک دفعہ اور غور کر لیجئے!

میرونہ:۔ میں پہلے بھی بہت کچھ غور کر چکی ہوں!

سفیر:۔ بہتر ہے۔

اب سفیر نے عیاضؓ سے مخاطب ہو کر کہا۔ میں آپکا مشکور ہوں کہ آپنے مجھے شہزادی سے بات چیت کرنے کا موقعہ دیا۔ عیاضؓ نے کہا۔ یہ محض اس لئے کہ کہیں آپ یہ نہ کہدیں کہ ہم نے شہزادی کو قید کر رکھا ہے۔"

سفیر:۔ لیکن آپ ایک مہربانی کر سکتے ہیں۔

عیاضؓ:۔ کیا؟

سفیر:۔ آپ خود شہزادی کو سمجھا بجھا کر میرے ساتھ کر دیں۔

میرونہ نے کہا۔ مسلمان میری مرضی کے خلاف مجھے یہاں سے چلے جانے پر مجبور نہیں کر سکتے۔

عیاضؓ:۔ حقیقت یہی ہے شہزادی مسلمان ہو گئی ہیں اور اس لئے ہم ان سے یہاں سے چلے جانے کے متعلق کچھ بھی نہیں کہہ سکتے۔

سفیر:۔ پس تو میں ناکام ہی واپس جاؤں؟

عیاضؓ:۔ اور کیا ہو سکتا ہے!"

میرونہ:۔ تم جاؤ اور میرے والد سے کہدینا کہ آپ کی بیٹی مسلمانوں میں خوش ہے!"

سفیر:۔ بہتر ہے۔

سفیر عیاضؓ کو سلام کر کے رخصت ہو گیا۔ عیاضؓ بھی چلے گئے قیسؓ نے کہا میرونہ مجھے تو فکر ہو گیا تھا کہ کہیں تم وطن یا باپ کی محبت سے مغلوب ہو کر چلی نہ جاؤ۔ میرونہ نے افسوس بھرے لہجہ میں کہا۔ افسوس! آپ کو اب تک میری طرف سے بدگمانی ہے۔

قیسؓ:۔ اور یہ بدگمانی بڑھی ہوئی محبت کی وجہ سے ہے!"

میرونہ نے مسکرا کر محبت پاش نظروں سے قیسؓ کو دیکھا۔ قیسؓ اس کی مستانہ نگاہیں دیکھ کر بے خود ہو کر رہ گئے۔

چھتیسواں باب

"حوراں نصیب حور"

جریر اپنی قرۃ العین زیتون کو دیکھ رہے تھے کہ وہ دن بدن کمزور ہوتی جاتی تھی۔ غمگین رہتی تھی۔ چہرہ سے حسرت ٹپکتی تھی چونکہ وہ ان کی اکلوتی بیٹی تھی اس لئے انھیں اس سے بیحد محبت تھی وہ چاہتے تھے کہ وہ خوش رہے اسے خوش کرنے اور خوش رکھنے کی تدبیریں کرتے تھے مگر جتنا وہ اسے خوش کرنے کی کوشش کرتے اسی قدر اس کا غم اور بڑھتا تھا وہ اسے غمگین دیکھ کر خود بھی غمزدہ رہنے لگے ان کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ زیتون کو کیا ہو گیا ہے اور کیوں وہ غم میں گھلی جاتی ہے۔

وہ چپ رہتی تھی۔ ہنسی اس کے ہونٹوں سے ہمیشہ کیلئے رخصت ہو چکی تھی اسکا خیمہ پر ایردہ کے قریب ہی تھا مگر وہ رات دن خیمہ میں پڑی رہتی تھی مسلم عورتوں کے پاس بھی نہ جاتی تھی حالانکہ جریر اس سے کہتے رہتے تھے مگر وہ ٹال جاتی تھی ایک روز جب جریر اپنے خیمہ میں داخل ہوئے تو انھوں نے دیکھا کہ زیتون رو رہی ہے۔ آنسوؤں کا سیلاب اس کی دلکش آنکھوں سے نکل نکل کر اس کے پھول سے رخساروں پر بہہ رہا ہے۔ وہ بیقرار ہو گئے جلدی سے بڑھ اس کے پاس پہنچے اور پیار بھرے لہجہ میں بولے۔ بیٹی! .....

ان کا دل بھی اسے روتے ہوئے دیکھ کر بھر آیا اور وہ اس سے زیادہ کچھ نہ کہہ سکے۔"

زیتون نے انھیں آتے ہوئے نہ دیکھا تھا وہ نظریں جھکائے رو رہی تھی اب جبکہ انھوں نے اسے مخاطب کیا وہ چونک پڑی سنبھلی اور اس نے آنچل کے پلو سے آنسو پاک کرتے ہوئے انکی طرف دیکھا۔ اسکی آنکھوں میں آنسو چھلک رہے تھے اور نظروں میں حسرت بھری ہوئی تھی جریر کو یہ دیکھ کر اور صدمہ ہوا وہ اس کے پاس بیٹھ گئے اور محبت سے اس کے نازک سر پر

ہاتھ پھیرتے ہوئے بولے بیٹی! آخر تجھے کیا غم ہے تیری یہ حالت کیوں ہو گئی ہے۔

زیتون اور بھی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ یہاں تک کہ اس کی ہچکی بندھ گئی جریر بے چین ہو گئے انھوں نے اس کی نازک تھوڑی پکڑ کر چاند سا چہرہ اوپر اٹھاتے ہوئے کہا۔ جان پدر اتنا رونا مجھے صدمہ ہوتا ہے۔ آخر تو کیا چاہتی ہے۔"

زیتون نے سسکیاں لیتے ہوئے کہا۔ ابا۔ فرط رنج و غم سے اس کی آواز اس کے گلے میں پھنس کر رہ گئی جریر نے کہا کہو بیٹی کہو! زیتون نے پھر کہا۔ ابا یہاں سے چلو! جریر نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ کہاں؟"

زیتون:۔ مسرت کی دنیا میں"

جریر:۔ وہ کہاں ہے۔

زیتون:۔ جہاں ہم پہلے رہتے تھے..... آہ ابا! تم مجھے یہاں کیوں لائے تھے تم نے اس دلدلی خطہ میں لاکر میری مسرت کو کیوں تاراج کرایا۔

وہ کہتی جاتی تھی اور غمزدہ ہوتی جاتی تھی۔ جریر نے کہا تو مجھے بتا بات کیا ہے؟ زیتون سنبھل کر بیٹھ گئی۔ اس نے کہا۔ بتاؤں گی..... آپ اور میں دونوں عیسائی تھے۔"

جریر:۔ ہاں! لیکن تجھے مسلمان ہونے کے لئے مجبور نہیں کیا گیا تھا!"

زیتون:۔ میرا یہ مطلب نہیں ہے۔"

جریر:۔ اور کیا کہنا چاہتی ہے!"

زیتون:۔ عیسائیوں کی معاشرت یہ ہے کہ لڑکیاں اپنے شوہر کا انتخاب خود کرتی ہیں۔

جریر:۔ بے شک!"

زیتون:۔ اور مسلمانوں کی لڑکیاں ایسا نہیں کرتیں۔

جریر:۔ یہ ٹھیک ہے۔ لیکن اگر تو کسی سے محبت کرنے لگی ہے تو میں تجھے اس سے شادی کرنے کی اجازت دیدوں گا۔

زیتون نے بیقرار ہوتے ہوئے کہا۔ آہ! بابا یہی تو نہیں ہو سکتا۔

جریر:۔ بیٹی! میں امیر سے کہہ کر شادی کی اجازت لے لوں گا۔

زیتون:۔ کبھی نہ لے سکو گے!"

جریر:۔ اگر وہ عیسائی ہے تو بے شک ناممکن ہے کیونکہ کوئی مسلم لڑکی کسی غیر مذہب والے کے ساتھ نہیں بیاہی جا سکتی۔"

زیتون:۔ مگر وہ عیسائی نہیں ہے!

جریر:۔ تو پھر کوئی دشواری نہیں ہے!

زیتون نے ٹھنڈا سانس بھرتے ہوئے کہا۔ آہ کل دشوار تو یہی ہے کہ دشوار بھی نہیں۔

جریر:۔ وہ کون ہے بیٹی!"

زیتون:۔ قیسوسؓ .....

وہ جریر کی طرف دیکھنے لگی۔ جریر نے حیرت سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا قیسوسؓ؟ مگر اس کی تو شہزادی میرون سے شادی ہونے والی ہے۔

زیتون:۔ اور میرے غم کی یہی وجہ ہے۔

جریر:۔ اب اس میں تو میں یا امیر کیا کر سکتے ہیں؟

زیتون:۔ کچھ نہیں۔ اسی لئے تو میں کہتی ہوں کہ یہاں سے چلو۔

جریر:۔ ہاں! اب تو یہاں سے چلنا ہی مناسب ہے۔

زیتون:۔ پس تو آج ہی چلئے ابھی وقت!

جریر:۔ مجھے امیر سے اجازت لینا ضروری ہے۔

زیتون:۔ ابھی لے آئیے!

جریر:۔ اچھا! میں اجازت لینے جا رہا ہوں۔ مگر! .....

زیتون:۔ مگر کیا؟

جریر:۔ تو اپنے دل کو سنبھال۔"

زیتون نے غمزدہ لہجہ میں کہا۔ کیسے سنبھالوں پیارے آبا! میرا دل ٹوٹ گیا ہے میں موت کی خواہشمند ہوں لیکن موت نہیں آتی یہ کہتے ہی وہ پھر چنک بلک کر رونے لگی جریر بھی بیحد متاثر ہوئے انھوں نے کہا۔ زیتون! اس قدر مت رو میرا دل پھٹا جاتا ہے۔ زیتون نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا نہ روؤں گی ..... مگر رونا تو مجھے عمر بھر ہے۔

جریر:۔ کچھ فائدہ نہ ہوگا۔"

زیتون:۔ محبت میں فائدہ اور نقصان کی پرواہ نہیں ہوتی ہے!"

جریر:۔ نہیں لیکن سمجھدار ضبط کیا کرتے ہیں!

زیتون:۔ میں بھی ضبط کروں گی؟"

جریر:۔ اچھا میں امیر سے اجازت لے آؤں!

زیتون:۔ لے آئیے۔

جریر اٹھ کر چلے گئے زیتون دیر تک رنج و فکر میں غوطے کھانے لگی وہ تصویر حسرت و غم بن کر بیٹھی رہی اور اس وقت تک بیٹھی رہی جبتک جریر واپس نہ آ گئے۔ انھیں دیکھتے ہی اسنے دریافت کیا۔ کہئے اجازت مل گئی جریر نے کہا۔ ہاں مل گئی۔ مگر بیٹی! یہ تو نے کیا کیا؟

زیتون نے امیر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ کیا کیا ابا؟

جریر:۔ امیر کہتے تھے کہ تو نے خود ہی قیسوسؓ اور شہزادی کے عقد کی تاریخ مقرر کرائی ہے۔

زیتون:۔ جی ہاں! ..... اور کیا کرتی میں۔

جریر:۔ مگر تو نے ایسا کیوں کیا!"

زیتون:۔ قیسوسؓ کی خوشی کے لئے۔ قیسوسؓ کو میرون سے محبت تھی۔ میں انھیں خوش دیکھنا چاہتی تھی ان کی خوشی پر میں نے اپنی خوشی کو قربان کر دیا۔"

جریر:۔ پھر اب تو غم کیوں کرتی ہے؟

زیتون:۔ اس لئے کہ میری خوشی ناراج ہو گئی میں انھیں اپنا نہ بنا سکی!"

جریر:۔ امیر کو بھی تیری کیفیت سُن کر بڑا رنج ہوا ہے!"

زیتون:۔ دنیا کو رنج ہو تو کیا مگر اسے تو نہیں جس کیلئے غمگیں ہوں۔ اچھا تو اب چلو ابّا!"

جریر:۔ میں اپنے ساتھیوں کو تیار ہونے کے لئے کہہ آیا ہوں وہ تیار ہو رہے ہیں ان کے تیار ہوتے ہی ہم چلیں گے۔"

زیتون:۔ اچھا اتنے میں اس پیڑ کے سایہ سے آخری بار مل آؤں!"

جریر:۔ کیا فائدہ ہوگا!"

زیتون:۔ فراق کا زخم اور تازہ ہو جائے گا۔

جریر:۔ زیتون! کہیں تو دیوانی تو نہیں ہو گئی ہے؟

زیتون:۔ کاش میں دیوانی ہو جاتی اور میرے ہوش و حواس باقی نہ رہتے۔

جریر:۔ مت جلاب تو کہیں!"

زیتون:۔ نہیں ابّا! مجھے ایک دفعہ اور جانے دو!"

جریر:۔ تیری مرضی!!"

زیتون:۔ میں انھیں اور شہزادی کو مبارک باد دے کر ابھی چلی آؤں گی!"

جریر:۔ اچھا جا مگر مجھے خوف ہے کہ تو اپنے حواس کھو بیٹھے گی!

زیتون:۔ اطمینان رکھئے ایسا نہ ہوگا۔ میں نے اپنے دل کو مضبوط کر لیا ہے۔

جریر:۔ لیکن کیا ایسے ہی سوگوار طریقہ سے جائے گی۔

زیتون:۔ جی ہاں! اب تو اسی طریقہ سے مجھے رہنا ہے!"

یہ کہہ کر وہ اٹھی اور لڑکھڑاتی ہوئی چلی۔ خیمہ سے باہر نکلی اور قیسؓ کے خیمہ کی طرف روانہ ہوئی۔"

جریر نے افسوس بھرے لہجہ میں کہا۔ آہ جہاں نصیب لڑکی!"

سینتیسواں باب

الفراق

قیسؓ اپنے خیمہ میں تنہا بیٹھے تھے ترکش ان کے سامنے پڑا تھا اور وہ اس میں سے تیر نکالی نکال کر الٹ پلٹ کر دیکھتے اور دیکھ دیکھ کر رکھتے جاتے تھے وہ اس کام میں کچھ ایسے محو ہو رہے تھے کہ انھوں نے زیتون کو آتے ہوئے نہیں دیکھا اور نہ اس کے پیروں کی چاپ سُنی۔ زیتون چپکے سے خیمے میں داخل ہو کر کھڑی اور حسرت بھری نگاہوں سے قیسؓ کو دیکھنے لگی۔

دیکھتی رہی... غور سے دیکھتی رہی گم صم کھڑی ہوئی دیکھتی رہی بغیر پلکوں کو جھپکائے اتفاق سے قیسؓ کی نظریں اٹھ گئیں۔ انھوں نے زیتون کو دیکھتے ہی کسیقدر مسکراتے ہوئے کہا۔ آؤ زیتون!" زیتون بڑھکر انکے پاس جا بیٹھی۔ اس نے کہا آئی ہوں... آخری مرتبہ دیدار کے لئے!"

قیسؓ نے حیرت بھری نظروں سے اسکے چہرے کی طرف دیکھا اسکے رخسارے آنسوؤں سے بھیگ رہے تھے۔ چہرہ پر حسرت برس رہی تھی۔ زلفیں پیشانی پر پریشانی کے عالم میں بکھری ہوئی تھیں اور آنکھوں میں آنسو ڈبڈبائے ہوئے تھے۔

قیسؓ اسکی یہ کیفیت دیکھ کر کچھ متاثر ہوئے انھوں نے کہا یہ تمہاری کیا حالت ہو رہی ہے زیتون زیتون نے ٹھنڈا سانس بھر کر کہا آپکو کیا؟ آپ تو خوش ہیں نا! اور خدا کرے خوش ہی رہیں۔"

قیسؓ کی نگاہیں اس کے روئے انور کی طرف لگی ہوئی تھیں۔ انھوں نے کہا۔ آخر تم اسقدر غمزدہ کیوں ہو۔

زیتون:۔ اس لئے کہ خدا نے میری قسمت میں غم ہی لکھا ہے!"

قیسؓ:۔ کیا میں تمہاری کچھ مدد کر سکتا ہوں!"

زیتون:۔ آپ..... ہاں کر سکتے ہیں لیکن نہیں ہرگز نہیں۔

قیسؓ:۔ خدا کے لئے بتاؤ زیتون کیا بات ہے!"

زیتون نے ان کی طرف محبت بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔
"آپ کو معلوم ہے کہ میں آپ سے محبت کرتی ہوں؟"
قیسؓ:۔ ہاں! تم نے یہ خود کہا تھا!
زیتون:۔ تو مجھے لگا کہ میرا شیشہ دل آپ کی بے مروتی سے چور چور ہو گیا ہے۔ یہ کہتے ہی اس کی آنکھوں سے پھر آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔ قیسؓ بیقرار ہو گئے وہ بڑھ کر اس کے اور قریب گئے۔ انھوں نے دلدہی کرتے ہوئے کہا۔
زیتون! زیتون! یہ نہ رو۔ خدا کیلئے نہ رو۔ میرا کلیجہ شق ہوا جاتا ہے۔
زیتون نے ایک دم آنسو پی لئے اور بے نظیر ضبط و تحمل کرتے ہوئے کہا۔ "یہ نہ روؤنگی آپ کے سامنے نہ روؤں گی۔"
قیسؓ:۔ اقرار کرو کہ میرے پیچھے بھی کبھی نہ روؤں گی۔
زیتون نے مجسمہ حسرت بن کر کہا۔ "آہ! یہ اقرار نہ کراؤ قیسؓ!"
قیسؓ اس کی پر حسرت صورت کو دیکھتے ہوئے کہنے لگے۔ کیوں؟
زیتون:۔ اس لئے کہ دل کی بھڑاس رونے سے نکل جاتی ہے!"
قیسؓ:۔ مگر مجھے تو رنج ہوگا۔
زیتون مسکرائی لیکن اس کی مسکراہٹ میں بھی ہزاروں غم پوشیدہ تھے۔ اس نے کہا۔ کیا تمہارے دل میں میری بھی گنجائش ہے۔
قیسؓ:۔ بہت زیادہ!
زیتون:۔ میرے لئے اسی قدر کافی ہے میں اتنی ہی خوشی پر اپنی بقایا زندگی کے دن کاٹ دوں گی۔
قیسؓ:۔ ایسی حسرت آمیز باتیں نہ کرو زیتون!
زیتون:۔ صرف آج کر رہی ہوں اور کر لینے دو پھر نہ کروں گی!"

قیسؓ:۔ کیوں؟
زیتون:۔ اس لئے کہ میں نہ یہاں ہوں گی اور نہ باتیں کروں گی!"
قیسؓ نے کچھ بیقرار ہوتے ہوئے دریافت کیا۔ کہاں چلی جاؤ گی تم؟
زیتون:۔ میں نہیں کہہ سکتی۔ مگر قیسؓ! جب میں یاد آؤں۔ راحت و مسرت کی گھڑیوں میں لطف آفریں ساعتوں میں ..... تو میرے لئے ضبط و صبر کی دعا کر دیا کرنا!"
قیسؓ بے حد متاثر نظر آ رہے تھے۔ انھوں نے کہا۔ مگر میں تمہیں جانے ہی کیوں دوں گا۔
زیتون:۔ میں جا رہی ہوں قیسؓ آج ہی جا رہی ہوں نہیں ابھی!"
قیسؓ نے غم آفریں نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ آہ! یہ کیا کر رہی ہو تم؟ نہیں زیتون نہ جاؤ کہدو نہ جاؤں گی۔"
زیتون:۔ نہیں قیسؓ میرا جانا ہی اچھا ہے میں نے اپنے والد کو آمادہ کر لیا ہے انھوں نے امیرؓ سے اجازت لے لی ہے سفر کی تیاریاں مکمل ہو گئی ہیں لہٰذا اب میں رک نہیں سکتی۔
قیسؓ:۔ افسوس تم نے یہ کیا کیا؟
زیتون:۔ میرے لئے یہی مناسب تھا۔ تم میرے نہ ہوئے نہ سہی۔ لیکن تمہاری یاد تو میری دنیا کو آباد رکھے گی۔ ؎

تو پاس نہ ہوگا تو تیری یاد رہے گی
دنیا میری آباد کی آباد رہے گی

ایک شیریں آواز آئی۔ نہیں زیتون میں تجھے ہرگز نہ جانے دوں گی!"
زیتون اور قیسؓ نے نظریں اٹھا اٹھا کر دیکھا شہزادی میرہ نہ آ رہی تھی وہ آتے ہی زیتون کے پاس بیٹھ گئی۔ اس نے کہا۔ زیتون میں نے تمہاری ساری باتیں سن لی ہیں میں جانتی ہوں محبت کیا چیز ہے اور محبت میں انسان کی کیا حالت ہو جاتی ہے۔ تو نہ جا قیسؓ کی طرف اشارہ کر کے شوق سے ان کی شریک حیات بن۔ زیتون نے حیرت سے چونک کر کہا۔ آپ .....؟

میرونہ:۔ میرا فکر نہ کرو امیری بھی بسر ہو ہی جائے گی!"

زیتون نے مشکورانہ نظروں سے دیکھ کر کہا۔ آپ کا شکریہ۔ مگر میں یہ بھی نہیں کر سکتی۔

میرونہ:۔ کیوں؟

زیتون:۔ اسلئے کہ جسے میں چاہتی ہوں وہ آپکو پیار کرتے ہیں اور آپ ان سے محبت کرتی ہیں۔ میں ایسی خود غرض نہیں ہوں کہ آپ دونوں کی زندگی تلخ کر دوں۔

میرونہ:۔ تو پھر تو یہاں سے نہ جا انھیں اور مجھے دونوں ہی کو تیرے جانے کا بڑا رنج ہوگا۔

زیتون:۔ مگر شہزادی جب تم محبت کے تاثرات کو جانتی ہو تو سوچو کیا میرا یہاں رہنا مناسب ہے

میرونہ:۔ میری بہن بن کر رہ۔

زیتون:۔ میں کس زبان سے آپ کا شکریہ ادا کروں مگر میرا جانا ہی مناسب ہے۔

قیسیؓ:۔ سر جھکائے کچھ سوچ رہے تھے انھوں نے سر اٹھا کر کہا۔ زیتون تو نہ جائیں تو اور شہزادی تینوں ساتھ رہیں گے۔ ہم شادی کا خیال بھی نہ کریں گے۔ زیتون نے کسی قدر تاش ہو کر کہا۔ بس میری محبت کا صلہ مل گیا۔ میری زندگی ان الفاظ کی خیالی مسرت سے بسر ہو جائیگی میں آپ دونوں کے لئے دعا کرتی رہوں گی۔ اور آپ میرے لئے دعا کرتے رہیں۔

میرونہ:۔ مگر تو جائے گی ضرور۔

زیتون:۔ میں کہہ چکی ہوں کہ آپ دونوں کی زندگی اپنی خود غرضی کی وجہ سے تلخ نہ کروں گی۔

میرونہ:۔ مگر ہمیں تیرے چلے جانے سے رنج ہوگا۔"

زیتون:۔ چند روز میں دور ہو جائے گا۔ کیا آپ مجھے رخصت کرنے کے لئے جائیں گی۔

میرونہ:۔ آہ زیتون!..... تیرے ایثار نے میرے دل پر گہرا اثر کیا ہے۔ تو نہیں مانتی۔ خدا کی قسم تیری یاد مجھے تڑپاتی رہے گی۔ نہ جا!"

زیتون:۔ اور مجھے آپ دونوں کی۔ اچھا اب اجازت دیجئے!"

میرونہ:۔ کیا اسی وقت جانے کا ارادہ ہے؟

زیتون:۔ جی ہاں! سب تیار ہو چکے ہیں۔

قیسیؓ نے کہا افسوس زیتون تو ہمیں تڑپا رہی ہے!"

زیتون:۔ میں خود بھی تڑپوں گی..... لیکن جاؤں گی ضرور!"

یہ کہتے ہی زیتون اٹھ کھڑی ہوئی۔ میرونہ اور قیسیؓ بھی کھڑے ہو گئے۔

میرونہ نے اس کے گلے میں باہیں ڈال کر کہا۔ اچھی زیتون نہ جا! زیتون کے آنسو نکل آئے۔ اس نے کہا شہزادی میں کس دل سے یہاں رہ سکوں گی مجھے نہ روکو اگر ممکن ہوا تو پھر آجاؤں گی۔

اب یہ تینوں چلے اور خیمہ سے نکل کر جریر کے خیمہ پر پہنچے وہاں قسطاس جانے والے خچر اور گھوڑے تیار کھڑے تھے۔ قیسیؓ نے جریر کو سلام کر کے کہا۔ آپ جا رہے ہیں۔

جریر نے غمزدہ لہجہ میں کہا۔ ہاں میں جا رہا ہوں اور میرا جانا ہی مناسب ہے میرونہ زیتون سے لپٹ گئی اور بے اختیار اس کے آنسو جاری ہو گئے۔ زیتون بھی رونے لگی اور قیسیؓ کی آنکھوں میں بھی آنسوں چھلک آئے زیتون اور میرونہ دونوں دیر تک لپٹی ہوئی روتی رہیں کچھ دیر بعد علیحدہ ہوئیں۔ اب زیتون قیسیؓ کے پاس پہنچی اور حسرت زدہ نظروں سے دیکھنے لگی۔ قیسیؓ کا دل بھر آیا تھا وہ اس کی طرف دیکھ کر چپ رہ گئے کچھ بھی نہ کہہ سکے۔

زیتون نے کہا پیارے قیسیؓ الوداع..... ان مختصر الفاظ کو سن کر قیسیؓ کا دل دہل گیا وہ یکرنج و غم بین کر اسے دیکھنے لگے۔ زیتون انتہائی ضبط سے کام لے رہی تھی۔ اس نے قیسیؓ کو سلام کیا۔ جواب دینے کے بجائے قیسیؓ کی آنکھوں سے بھی آنسوؤں کے قطرے نکل ہی پڑے زیتون نے پاس آکر کہا۔ آپ مرد ہو کر رو رہے ہیں قیسیؓ نے کہا۔ غم کا اثر عورتوں اور مردوں دونوں پر یکساں ہی پڑتا ہے۔

زیتون:۔ آپ غم نہ کریں۔ غم کے لئے تو میں پیدا ہوئی ہوں!"

؎ رنج و غم میرے لئے پیدا ہوئے ۔:۔ میں بنی ہوں رنج و غم کے واسطے

قیسیؓ:۔ نہ جا تو زیتون نہ جا!

زیتون۔ نہیں میرا جانا ہی مناسب ہے۔

اب وہ اور جریر دونوں گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔ قیسؓ اور میرونہ دونوں اسے حسرت اور غم بھری نگاہوں سے دیکھنے لگے۔ زیتون کو اسوقت اسقدر غم و قلق تھا کہ اسکا سینہ پھٹ گیا دل ہل گیا۔ چہرہ زرد پڑ گیا وہ ضبط کر رہی تھی لیکن آنسوؤں کا سیلاب اسکی آنکھوں میں بھرا ہوا تھا۔ وہ چلی دنیا نے رنج و غم میں ہچکولے کھاتی چلی۔ پھر پھر کر دیکھتی جاتی تھی حسرت بھری اشک آلود نگاہوں سے امیرونہ اور قیسؓ بھی بیکسی غم بنے اُسے دیکھتے رہے اس وقت تک جبتک وہ نظر آتی رہی۔ جب وہ نظروں سے اوجھل ہو گئی تو یہ دونوں ٹھنڈا سانس بھر کر لوٹ پڑے۔

ہم سے بعض احباب شکایت کیا کرتے ہیں کہ ہم ایسی حسیناؤں کے فسانہ کو نامکمل چھوڑ دیتے ہیں لیکن جب فسانہ ہی ختم ہو جائے تو اب لکھیں کیا بہرحال ان کی تشفی کے لئے اتنا اور کہے دیتے ہیں کہ زیتون قسطاس کے قریب ایک پہاڑ پر رہنے لگی اور اس نے اپنی ساری عمر قیسؓ کی یاد میں گذار دی۔

اڑتیسواں باب

شاد کامان محبت

زیتون طینت کی بری نہ تھی نیک اور بھولی تھی اسے یاسنہ نے ورغلا کر اپنی کار برآری کا آلہ بنا لیا تھا۔ آدمی کا شیطان آدمی ہوتا ہے آدمی ہی آدمی کو بہکا دیتا ہے اسی لئے بزرگوں نے ہمیں آدمیوں سے بچنے کی نصیحت کی ہے۔ زیتون پر یاسنہ کا رنگ چڑھ گیا اور وہ فریب دیکر میرونہ کو لے گئی مگر جب اس کا چڑھا ہوا رنگ اتر گیا تو اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا اسکی خلقی نیکی عود کر آئی اور اس نے امیر عباسؓ سے میرونہ اور قیسؓ کے عقد کی تاریخ مقرر کرا دی لیکن اسے بھی قیسؓ سے محبت ہو گئی تھی اور وہ یہ بھی جانتی تھی کہ قیسؓ کو میرونہ سے محبت ہے اس لئے اس نے یہی مناسب سمجھا کہ وہ وہاں سے چلی جائے چنانچہ وہ چلی گئی قیسؓ اور میرونہ

دونوں کو اکیلے چھوڑ جانے کا بڑا رنج ہوا لیکن جیسا کہ زیتون نے کہا تھا رفتہ رفتہ یہ رنج دور ہونے لگا قدرت کا یہ قانون ہے کہ جوں جوں کسی حادثہ یا رنجدہ واقعہ کو عرصہ گذر جاتا ہے اس کی یاد کم ہوتی جاتی ہے اور رنج و غم کا پلہ ہلکا ہوتا جاتا ہے الا اگر ایسا نہ ہو تو انسان شدت غم سے پاگل ہو جائے۔ لہٰذا قیسؓ اور میرونہ کے دلوں سے بھی زیتون کی یاد دور ہونے لگی ادھر ان دونوں کے عقد کی تاریخ بھی قریب آتی جا رہی تھی اور وہ صرف دونوں ہی نہیں بلکہ ہر مسلمان مرد و عورت اس دن کا انتظار کر رہے تھے جب ان دونوں کی شادی ہونے والی تھی وہ لڑکیاں اور عورتیں جو یاسنہ کے محل میں قید تھیں اور جنہیں مسلم خواتین کے پاس بھیج دیا گیا تھا نہایت آرام سے رہنے لگی تھیں مسلمان عورتوں اور لڑکیوں نے ان کی اس قدر مدارات کی اور ان کے ساتھ ایسے خلق سے پیش آئیں کہ وہ مسلمان ہو کر ان کے پاس رہنے لگیں دن گذر رہے تھے اور میرونہ اور قیسؓ کی شادی کی تاریخ اور دن قریب آتا جا رہا تھا لیکن ہندوستان کی لڑکیوں کی طرح نہ میرونہ کو مایوں بٹھایا گیا تھا نہ اسکے ابٹنا اور غازہ ملا جاتا تھا نہ مسلمان عورتیں اور مرد رنگ ڈال ڈال کر ہولی کھیلتے تھے نہ کسی کے کنگنا باندھا گیا تھا یہ تمام باتیں جانتے بھی نہ تھے۔ ہندوستان کے مسلمان شادی بیاہ کے موقع پر ایسی ایسی فضول رسمیں عمل میں لاتے ہیں جن سے وہ مشرک بن جاتے ہیں۔ مشرکوں کے متعلق خدا کا حکم ہے کہ وہ ان کے گناہ ہرگز معاف نہ کریگا سب سے بڑا گناہ شرک ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں ارشاد فرمایا ہے جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ شرک کرنے والوں کو ہرگز نہ بخشے گا اور جس نے شرک نہیں کیا اسکے گناہ معاف کر کے اسے بخشدیگا اور جو اللہ کے ساتھ شرک کرے وہ بڑا گناہ کرتا ہے۔ گویا شرک وہ گناہ ہے جسے خدا کبھی نہ معاف کریگا اور مشرک دوزخ میں ڈالا جائے گا۔ کنگنا باندھنا آرتی اتارنا اور دوسری اسی قسم کی باتیں کرنا شرک ہے مسلمانوں میں یہ باتیں ہندوؤں کی دیکھا دیکھی پیدا ہو گئی ہیں۔ ضرورت ہے کہ تمام رسموں کو چھوڑ دیا جائے اور اسلامی طریقہ پر

شادیاں کی جائیں۔ آخر جمعہ کا دن بھی آ ہی گیا۔ خولہؓ، ام ابانؓ، ام تمیمؓ اور دوسری لڑکیوں اور عورتوں نے میرونہ کو غسل کرا کر اسے وہ بھاری جوڑا کپڑوں کا پہنایا جو اس کے باپ نے اس وقت اسے پہننے کے لئے دیا تھا کہ جب وہ عروس بن کر یانس کے قصر میں داخل ہو۔ نہایت بیش قیمت اور زرتار ریشمی پوشاک تھی اس پوشاک پر موتیوں اور ہیرے و جواہرات کے زیورات پہنا دیئے۔ اس کی زلفیں عرب خواتین کے طریقہ پر گوندھ کر دو لٹیں کر دی گئیں اور ایک لٹ ایک طرف اور دوسری دوسری طرف شانوں کے اوپر سے آ کر اس کے گداز سینہ پر دو سانپوں کی طرح لوٹنے لگیں۔ وہ حسین تھی۔ بیحد حسین اس وقت اچھی پوشاک اور چمکدار زیورات نے اور بھی حسین بنا دیا تھا۔ اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکنے لگا تھا۔ رخسارے تر و تازہ گلاب کے پھول کی طرح سرخ و سفید اور شاداب تھے۔ ہوشربا آنکھیں۔ مئے خونخوار کی دو ایسی پیالیاں بن گئی تھیں کہ جوان کی طرف دیکھتا تھا مست و بیخود ہو کر رہ جاتا تھا۔

عقد کے وقت سرداران لشکر جمع ہوئے اور عقد کر دیا گیا۔ حاضرین میں کھجوریں تقسیم ہو گئیں اور سب مغرب کی نماز پڑھنے چلے گئے۔ قیسؓ نے نماز پڑھ کر سجدۂ شکر ادا کیا واپس آ کر کھانا کھایا وہ چاہتے تھے کہ جلد سے جلد حور وش میرونہ کے حضور میں جا کر اس کے دیدار سے دل بیتاب کو تسکین دیں مگر جانتے تھے کہ ابھی اسے خواتین عرب گھیرے ہوں گی۔ اس لئے دل پر جبر کئے بیٹھے تھے آخر جب وہ عشاء کی نماز پڑھ کر آئے تو دبے قدموں میرونہ کے خیمہ کی طرف چلے دروازے کے قریب کھڑے ہو کر آہٹ لینے لگے۔

انھیں ایسا معلوم ہوا جیسے عورتیں جا رہی ہیں انھوں نے آہستہ سے پردہ اٹھایا سب سے آخر میں خولہؓ رہ گئی تھیں جو میرونہ کو دیکھتے ہوئے مسکراتی چلی جا رہی تھیں۔ جب وہ خیمہ سے باہر چلی گئیں تب قیسؓ داخل ہوئے آج اس خیمے میں دسیوں موم بتیاں روشن تھیں اور ان کی روشنی سے تمام خیمہ جگمگا رہا تھا۔ جس وقت ان کی نگاہ حور تمثال

میرونہ کے چہرہ پر پڑی تو وہ حیران و ششدر رہ گئے بھول گئے آگے بڑھنا اس کا چہرہ اس قدر جگمگا رہا تھا کہ اس کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھا نہ جاتا تھا۔ آنکھوں میں بجلیاں کوند رہی تھیں ادائوں میں شوخیاں جھوم رہی تھیں۔ وہ شباب کی رنگین تصویر تھی یا فردوس بریں کی حور تھی۔ اس نے اپنی سحر نگار آنکھیں اٹھا کر قیسؓ کو دیکھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔۔۔ اچھا آپ آ گئے۔

قیسؓ اس شیریں اور ترنم ریز آواز کو سن کر حسن کی گہرائیوں سے نکلے بڑھے اور اس پیکر حسن کے پاس کوچ پر جا بیٹھے۔ میرونہ نے مسکرا کر کہا۔ کس لئے تشریف لائے ہیں آپ۔۔۔

قیسؓ نے اس شوخ ادا کو دیکھتے ہوئے کہا۔ اب کیا کہوں میں آپ سے! میرونہ نے کھل کر مسکراتے ہوئے کہا۔ کہہ ڈالئے جو آپ کے دل میں ہو۔"

قیسؓ:۔ مشکل تو یہی ہے کہ دل کی آرزو بیان کرنے کا ڈھنگ ہی نہیں آتا!

میرونہ نے ہنس کر کہا۔ تو کسی سے سیکھ آیئے۔

قیسؓ:۔ سیکھوں کس سے؟..... مگر نہیں آپ نے ہی تو سکھانے کا وعدہ کیا تھا۔

میرونہ نے معصومی غصہ سے کہا۔ میں نے.....؟ میں کیوں ایسا وعدہ کرتی۔

اس پیکر شرارت کو برہم دیکھ کر قیسؓ کی روح تحلیل ہونے لگی۔ انھوں نے کہا۔ لیجئے پھر بگڑنے لگیں آپ۔"

میرونہ:۔ اب پھر بگڑنے کی باتیں شروع کر دی ہیں آپ نے!

قیسؓ:۔ میرونہ تو میری ہو کر بھی جفا کار ہی رہی؟

میرونہ:۔ اور تم میرے بن کر بھی سادہ لوح ہی رہے۔

قیسؓ:۔ آخر خدا نے تمہیں حدوں سے زیادہ حسین بنا کر شریر کیوں کر دیا!"

میرونہ نے تیکھی چتون سے دیکھ کر کہا۔ اچھا میں شریر ہوں؟ قیسؓ پھر ڈر گئے انھوں

میرونہ کے چہرہ پر پڑی تو وہ حیران و ششدر رہ گئے بھول گئے آگے بڑھنا اس کا چہرہ اس قدر جگمگا رہا تھا کہ اس کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھا نہ جاتا تھا آنکھوں میں بجلیاں کوند رہی تھیں اداؤں میں شوخیاں جھوم رہی تھیں۔ وہ شباب کی رنگین تصویر تھی یا فردوس بریں کی حور تھی۔ اس نے اپنی سحر نگار آنکھیں اٹھا کر قیسؓ کو دیکھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔ اچھا آپ آ گئے۔

قیسؓ اس شیریں اور ترنم ریز آواز کو سن کر حسن کی گہرائیوں سے نکل بڑھے اور اس پیکر حسن کے پاس کرسی پر جا بیٹھے۔ میرونہ نے مسکرا کر کہا کس لئے تشریف لائے ہیں آپ۔

قیسؓ نے اس شوخ ادا کو دیکھتے ہوئے کہا۔ اب کیا کہوں میں آپ سے! میرونہ نے کھل کر مسکراتے ہوئے کہا۔ کہہ ڈالئے جو آپ کے دل میں ہو۔"

قیسؓ۔ مشکل تو یہی ہے کہ دل کی آرزو بیان کرنے کا ڈھنگ ہی نہیں آتا!

میرونہ نے ہنس کر کہا۔ تو کسی سے سیکھ آیئے۔

قیسؓ۔ سیکھوں کس سے؟..... مگر نہیں آپ نے ہی تو سکھانے کا وعدہ کیا تھا۔

میرونہ نے معصومی غصہ سے کہا۔ میں نے.....؟ میں کیوں ایسا وعدہ کرتی۔

اس پیکر شرارت کو برہم دیکھ کر قیسؓ کی روح تحلیل ہونے لگی۔ انھوں نے کہا۔ لیجئے پھر بگڑنے لگیں آپ۔"

میرونہ:۔ اب پھر بگڑنے کی باتیں شروع کر دی ہیں آپ نے!

قیسؓ:۔ میرونہ تو میری ہو کر بھی جفا کار ہی رہی؟

میرونہ:۔ اور تم میرے بن کر بھی سادہ لوح ہی رہے۔

قیسؓ:۔ آخر خدا نے تمہیں حوروں سے زیادہ حسین بنا کر شریر کیوں کر دیا!"

میرونہ نے تیکھی چتون سے دیکھ کر کہا۔ اچھا میں شریر ہوں؟ قیسؓ پھر ڈر گئے انھوں

نے کہا۔ نہیں میں نے غلطی کی تم شریر نہیں ہو مگر.....

میرونہ نے مسکراتے ہوئے دریافت کیا۔ مگر کیا؟"

قیسؓ:۔ مگر شوخ ہو۔"

میرونہ نے نگاہ ناز سے دیکھتے ہوئے کہا۔ شوخ ہوں میں؟ قیسؓ نے جلدی سے کہا۔ نہیں تم کچھ بھی نہیں ہو! ہاں.....

میرونہ:۔ ہاں کیا؟

قیسؓ:۔ دنیائے حسن کا ماہتاب ہو رشک حور اور جان قیسؓ ہو!"

میرونہ نے ہنستے ہوئے کہا۔ اب تم کچھ کچھ سمجھنے لگے ہو!" قیسؓ اس بت ہوشربا کے چہرہ کی طرف دیکھتے رہ گئے.....!

یہ ہے داستان شجاعت جس میں صرف دس مسلمانوں نے یانس کے قلعہ میں جا کر ہزاروں عیسائیوں کے سامنے مغرور و بدکار بادشاہ کو مار ڈالا اور فتنۂ روزگار میرونہ کو مسلمان بنا کر بہادر عرب کا شریک حیات بنا دیا۔

تمام شد